

قبا

اقتباس

ایراخیوں کی نظر میں

ڈاکٹر غلام احمد قاسمی

آفتاب

ایرانیوں کی نظریں

ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی

آفتاب اکادمی، کراچی

پاکستان کراچی



سلسلہ مطبوعات

بار اول	اپریل ۱۹۵۷ ع
تعداد	دو ہزار
قیمت	دس روپے آٹھ آنے

ناشر: اقبال اکادمی پاکستان - کراچی
طابع: انٹر سروسز پریس - جی پی او بکس ۲۴۴ کراچی

فہرست مضامین

صفحہ	ممتاز حسن کے نام	۱
ج	تعارف	۲
۵	مقدمہ	۳
۱	بہار اور اقبال	۴
۲۸	اقبال اور محیط طباطبائی	۵
۵۹	اقبال اور سعید نفیسی	۶
۹۷	اقبال اور ڈاکٹر حسین خطیبی	۷
۱۳۰	آقای مجتبیٰ مینوی اور اقبال	۸
۱۵۹	ڈاکٹر کیچکینہ کاظمی اور اقبال	۹
۱۷۳	اقتباس از مقالہ داعی الاسلام	۱۰
۱۸۶	اقتباس از سخنرانی علامہ علی اکبر دہلوی	۱۱
۲۰۶	انتخاب از خطابہ سید حسن تقی زادہ	۱۲
۲۱۳	خطابہ ڈاکٹر متوجہ پر اقبال	۱۳
۲۱۹	اقتباس از ڈاکٹر لطیف علی صورتگر	۱۴
۲۲۳	اقتباس از مقالہ آقای صادق نشأت	۱۵
۲۲۹	اقتباس از سخنرانی مشایخ فریدی	۱۶
۲۳۶	اقتباس از مقالہ آقای مقتدری	۱۷
۲۴۰	اقتباس از آقای محمد حجازی مطہر الدولہ	۱۸
۲۴۳	اقتباس از نامہ آقای حبیب اللہ آموزگار	۱۹
۲۴۷	اقتباس از سخنرانی ڈاکٹر ناظر زادہ کرمانی	۲۰
۲۴۹	اقتباس از مقالہ آقای عبدالحسین نوائی	۲۱
۲۵۲	سرمد اور اقبال	۲۲
۲۵۶	نصیدہ از آقای کاظم رجوی	۲۳
۲۸۶	نصیدہ از آقای ادیب برومند	۲۴
۲۹۷	اقتباس از نصیدہ آقای حبیب بقمائی	۲۵
۳۱۰	نصیدہ ڈاکٹر لاسم رما	۲۶
۳۱۳		

۳۱۶	قصیدہ آقای علی صدارت نسیم	۲۷
۳۲۶	اقتباس از اشعار آقای گنجین معانی	۲۸
۳۳۱	قصیدہ آقای علی خدائی	۲۹
۳۳۶	قصیدہ آقای رجائی	۳۰
۳۴۲	قصیدہ آقای طالقانی	۳۱
۳۴۸	ایران کے وزراء اعظم کے پیغام	۳۲
۳۵۹	متفرقات	۳۳

بالعکس صفحہ

تصاویر

۵	اقبال و روسی، عمل استاد حسین بہزاد	۱
۱	ملک الشعرا بہار اور مولف	۲
۲۰	خانم ڈاکٹر کچکینہ کاظمی یوم اقبال کے زنانہ جلسہ میں تقریر کر رہی ہیں۔	۳
۵۰	ملک الشعرا بہار یوم اقبال (۱۹۵۰) کے سوقہ پر خطبہ صدارت پڑھ رہے ہیں۔	۴
۸۵	علامہ دہخدا، سید تقی زادہ، سید محیط طباطبائی، محمد حجازی مطبع الدولہ	۵
۹۷	استاد سعید نفیسی پر مزار اقبال (۱۹۵۶)	۶
۱۳۶	بیجی مینوی مولف اقبال لاہوری، ڈاکٹر حسین خطیبی، ڈاکٹر ناظر زادہ کرمانی علی صدارت نسیم	۷
۲۱۹	ڈاکٹر منوچہر اقبال یوم اقبال کے جلسہ میں تقریر کر رہے ہیں	۸
۲۴۸	صادق سرمد شاعر ملی ایران، ادیب پرویند کافلم رجوی، منوچہر طالقانی	۹
۲۵۴	اقبال و روسی، عمل استاد حسین بہزاد	۱۰
۳۴۸	جناب آقای حسین علا۔ جناب آقای ڈاکٹر محمد مصدق، جناب آقای سپہبد زاعدی،	۱۱

سمتاز حسن کے نام

یہ کتاب اقبال کے متعلق اہل ایران کے تاثرات کا مختصر مجموعہ اور میری ایران میں سات سالہ زندگی کی بہترین اور شیرین ترین یادگار ہے۔ میں اسکو ایک ایسے نام سے منسوب کرتا ہوں جسکے ذکر سے میری نگاہ میں اقبالیات کی فضا ایک رویا آفریں زیبائی میں محو ہو جاتی ہے اور اقبال کا تاثر اور سوز و گداز تجسم پیدا کر لیتا ہے۔ اجازت دیجئے کہ اس یادگار کو آپ کے نام نامی سے منسوب کروں۔

حمید عرفانی

رومی اقبال

رومی خود بنمود پیر حق سرشت
کو بحر فکری قلم قرآن نوشت





تعارف

اس تعارف سے ہمارا مقصد کتاب کے موضوع اور صاحب کتاب سے قارئین کا تعارف ہے۔ کتاب کا عنوان اس کے موضوع پر روشنی ڈالتا ہے اور قارئین کی توجہ اس کی ظاہری صورت سے ہی اس کے مطالب کی طرف مبذول ہوتی ہے۔ اس موضوع پر اردو زبان میں آج تک کوئی کتاب موجود نہیں تھی اور اس کا سبب یہ تھا کہ کوئی شخص پاکستان میں بیٹھ کر اس موضوع پر قلم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ اس لئے ہمارے لئے یہ بھی ضروری ہو جاتا ہے کہ ہم کتاب کے ساتھ صاحب کتاب کو بھی قارئین کے سامنے پیش کریں۔

۱۹۴۷ء میں دنیا کی سب سے بڑی اسلامی سلطنت پاکستان کے نام سے وجود میں آئی اور ایران سے صدیوں کے ٹوٹے ہوئے سیاسی اور تمدنی تعلقات از سر نو قائم ہوئے اور ۱۹۴۹ء میں ڈاکٹر خواجہ عبدالحمید عرفانی پریس اور کلچرل اتاشی کی حیثیت سے ایران گئے۔ اگرچہ اس سے قبل بھی انگریزوں کی حکومت کے زمانہ میں حکومت ہند کی طرف سے کلچرل نمائندہ کے طور پر ایران میں رہ چکے تھے لیکن انکی موجودہ حیثیت نہ صرف جداگانہ تھی بلکہ پاکستانی ہونے کی حیثیت سے ممتاز بھی تھی۔ انہوں نے قیام پاکستان کے بعد ایران میں اپنے ہفت سالہ قیام کے دوران میں جس نئے دہی اور جس خوبی سے کام کیا وہ انہیں کا حصہ ہے۔ ڈاکٹر عرفانی کی ایرانیوں میں بینظیر ہر دلچسپی کا بیان میرے بس کی بات نہیں لیکن ۱۹۵۳ء میں جب میں پاکستانی ثقافتی وفد کے ہمراہ کراچی یونیورسٹی کے نمائندہ کی حیثیت سے گیا

تو میں نے ایران کے ادبی حلقوں میں انکی بڑی قدر و منزلت دیکھی
بالخصوص اونچے طبقہ کے لوگ بھی انکی وضعداری، راست گفتاری، سخن
سنجی اور معاملہ فہمی اور ایران دوستی کے معترف تھے۔ اس ضمن میں یہ
ذکر کرنا مناسب ہوگا کہ مرحوم ملک الشعراء بہار عرفانی کو نہایت محبت
اور احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور انکی سدرجہ ذیل دو بیٹی جو
انہوں نے بیماری کی حالت میں اپنی وفات سے کچھ عرصہ پہلے کہی ایران
میں زبان زد عام و خاص ہے۔

دش آمد پی عیادت من ملکی در لباس انسانی
گفتش چیست نام پاک تو، گفت خواجہ عبدالحمید عرفانی

اسکے علاوہ استاد سعید نفیسی نے ارمغان پاک کے مقدمہ میں عرفانی
کو ادبیات فارسی معاصر کے درازکان، میں شمار کیا ہے۔ اپنے مقالات اور
تحریرات میں استاد نفیسی، ڈاکٹر خطیبی، ڈاکٹر منوچہر اقبال، ڈاکٹر شفیق، صادق
سرمد، آقای حجازی، ڈاکٹر کاظمی اور دیگر ایرانی شاعیر نے عرفانی کو جو
خراج تحسین پیش کیا ہے، وہ اس مختصر تعارف کی حدود میں نہیں سما سکتا۔
اقبال کو ایران میں روشناس کرانے میں جو خدمت عرفانی نے انجام
دی ہے اسکے متعلق ایران کے مشہور عالم اور ادیب ڈاکٹر رضا زادہ شفیق
کی نظم کا ایک بند پیش کرتا ہوں :

آنکہ اقدام مقبلان کردہ شعر اقبال را بیان کردہ
دشتر خویشی از گل عرفان پاک محسود گلستان کردہ
مساک عارفان ایران را بہر ہیر و جوان عیان کردہ
شاعر دلنشین پاکستان پیش صاحبان نشان کردہ
گر برسی ز نام او کہ چنین کار نیکی درین زمان کردہ
من نمی گویمت تو خود دانی خواجہ عبدالحمید عرفانی

اور خاتم ڈاکٹر کاظمی و رومی، عصر کے مقدمہ میں فرماتی ہیں۔
تو زکشمیر و خاک پاکستان ارسغانی برای ابرانی

ڈاکٹر عرفانی کی متعدد منشور و منظوم تالیفات ایران میں مقبولیت
حاصل کرچکی ہیں۔ جن میں سے چند ایک کے نام یہ ہیں۔

۱۔ رومی عصر یا شرح احوال و آثار اقبال

۲۔ شرح احوال و آثار ملک الشعراء بہار

۳۔ ایران صغیر یا تاریخ شعراء پارسی گوی کشمیر

۴۔ فارسی امروز

۵۔ حدیث عشق و رباعیات عرفانی

لیکن ”رومی عصر“، جس میں اقبال کے کلام و پیام کو پیش کیا گیا ہے
اب تک کئی بار چھپ چکی ہے اور اس کتاب کی مقبولیت ایران میں اقبال کی
مقبولیت کو ظاہر کرتی ہے۔

عرفانی صاحب کو میں بچپن سے جانتا ہوں۔ ہم ایک جگہ رہے ساتھ
کھیلے ہیں ساتھ ہی پڑھا ہے اور اپنی زندگی کے ابتدائی قیمتی لمحات ساتھ
گزارے ہیں۔ ۱۹۲۳ میں عرفانی علامہ اقبال کی اسرار و رموز چکوال ہائی
سکول کے بزم اقبال کے جلسوں میں اپنی مخصوص لمے میں ہمیں سنایا
کرتے تھے۔

اسکے بعد جنوری ۱۹۳۰ میں جب میں علی گڑھ میں زیر تعلیم تھا وہ
لاہور سے محض مجھ سے ملنے کیلئے آئے۔ اسکے بعد میری ملاقات اسے
تہران میں ۱۹۵۳ میں ہوئی جسکا ذکر کر چکا ہوں :

رگ و رسہ سے سرائب کر گئی ہے وہ فارسی سے اور لکھے ہوئے ہیں لیکن وہ حب کہنی اردو ہونے یا لکھنے کی کوشش کرتے ہوئے نہیں اس میں فارسی کا ارتحال ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے دعوے کا ثبوت فارسی میں ہوتا ہے اور تہذیب کے ترجموں میں پیدا ہوئے اس کتاب میں میں لکھے ہیں۔

کتاب کی معمولی خوبی کا اندازہ صرف مطالعہ کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ وہ اس کے معنی آتی اس بار قدر کئے بغیر اس کا مفید فارسی ترجمہ چھوڑتے ہیں۔

غلام سرور

(ڈاکٹر غلام سرور۔ ایم اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی وکیل)

صدر شعبہ فارسی کراچی یونیورسٹی)

۲۰ مارچ ۱۹۵۷ء



ملک الشعراء چارہ اور مولف

مقدمہ

نصر حاضر خاصہ اقبال گشت واحدی گزشتہ خراوان بر گشت
ساعرن گشتہ حیشی ناروسار دوس مارز لرد کار صد سوار
شکلی گشت ز سحکون س گشت "کل السید فی حرف سراء"

ترجمہ :

"موجودہ زمانہ خاص طور پر اقبال کا زمانہ ہے
اقبال تنہا لا کھوں سے بازی لے گیا

شاعر ایک پامال شدہ قوج کی مانند تھے
مگر اس جنگجو نے سینکڑوں سواروں کا کام کیا

ساعری ایک ہیکل (مجسمہ) کی صورت میں نمودار ہوئی
اور ہوئی "ساعری کی تمام انواع و اقسام میں موجود تھیں۔"

ایرٹ ماحصر کی ادبی تاریخ کی سب سے بڑی بحسیب سکال ہے۔ یہ سہ ز
— سہ سال گیارہ سال گزرے ان شاء میں اقبال کے متعلق اسے حیات
۵ سہار بریا۔

سنہ ۱۹۴۴ء میں سہراں میں انجمن برہمنی ایران و شہر و صبح
ہوا جس میں سہرہ ملک اشعراء سہار — ملک شہر "حقیقہ باد شہر۔"

کے منافع سے رہی۔ سدرجہ بالا میں سحر اسی معروف نصم سے نقل آئے آئے
 نہیں۔ جس نے یہ نظام سرون میں ٹرشی گئی اور وہاں کے خباراب میں
 چھپی رہا۔ یہ راہی افماں کو پہچانتے ہے۔ اس لئے ٹرشی
 سے ورنے۔ ان اسعار کو ابراہی سکب کا سدرانہ سدرہ سدرہ اور
 زیادہ توجہ نہ دی۔ اس کے چھ سال بعد، یعنی اپریل ۱۹۵۰ع میں سوم
 اقبال کے موقع پر سی حد رقی شمر میں بہار کے ان اسعار کو شمر
 اور اصناف کے اس میں اس کو ایراں کی وسیع ادبی تاریخ کا خلاصہ
 سمجھا، شوں۔۔۔۔۔ اور آج اس واقعہ کے چھ سال بعد (۱۹۵۶) میں
 وہاں سے لے سکنا شوں نہ ایراں میں جینی قدرہ سولت افماں کی
 شوں کے اس کی سال۔ ریح میں کم مبی ہے۔ مگر یہی تک اقبال کے
 بہت سے وہ اس کی دور افروں شریالی عزیزی سے شمر میں کا دیرے
 طور پر باخبر نہیں۔

یہ بات کہ افلاں کی رہائی میں بہت سے اسرائیلیوں کے سر جانے
سے، بالکل مستطیع ہے۔ اور اسکا سبب بھی بالکل واضح ہے۔ یہودیوں نے
اسرائیل و فلسطین کے درمیان دھڑکی اور ہر شے کو قطع کر رکھا ہے۔
اس لیے یہودیوں نے اسرائیلیوں کی زندگی کے جو امور ان کے سامنے
دیکھے ہیں۔ یہودیوں نے یہودیوں کو یہاں ہی رہنا کہا ہے کہ وہ ان کے پاس
نہیں جاتے۔ اور یہ جس انسان کی فارسی زبان پر اسانویں اور
فارسی پڑھنے والے طالب علموں تک محدود تھی۔ ادھر اراکوں نے
بد توقع نہیں کی جا سکتی تھی کہ وہ معاصر ہندوستان کے فارسی نو
شعرا میں غیر معمولی یا معمولی دلچسپی کا اظہار کریں۔ باوجود اس
احساس کے کہ یہودیوں نے اسرائیلیوں کے ساتھ اس معاملے میں

سے دوچار رہے ہیں انہی مرحوم ملٹی ہے کہ وہ ابال کی کتابوں کا سکون اور توجہ سے مطالعہ کر سکیں ؟

جیسا کہ اب ہمیں معلوم ہے، پہلے یہاں ابال کی حسمہ و گریخہ کچھ نئیں بعض افغانستان کے رسالوں کے ذریعے سے ایران میں پہنچیں۔ اور بعض ایران رسالوں نے انہیں سے ایک ادب نم نقل بھی کی۔ مجھے ڈاکٹر خاندانی، پروفیسر مہرل یونیورسٹی، نے ایک عدم نسخہ مجلہ "سجن کا دکھا" حسمہ ابال کی ایک عدم درج بھی جو ڈاکٹر کے ایک رسالے سے اس کی ڈی سی اور غلطی سے اقبال کو افغانستان کا ماحول تصور کہ گنا بعد اس سے اسی باب و فہر ہے کہ ابال کا جو کلام بھی ایران میں پہنچا اس کی وہی رسالوں سے اسباب کے قایل سمجھا۔ اگرچہ اقبال کو عرب میں بہت حاصل نہ ہوئی تھی حسمہ ایک شاعری پایہ ادب اور دانشمند اس کے کلام سے گہرے طور پر متاثر ہو چکے تھے۔ ان چند مکمل میں سے دو کے ساتھ بعض ملاقات اور مصداق کا موقع ملا ہے۔ ان کے نام یہ ہیں، استاد سعید نفیسی اور سید محیط طلبا طبائی۔

مرحوم اقبال کی ان ہر دو اصحاب سے خط و کتابت تھی اور یہ دو صاحبان اقبال کے مداح اور مددگار تھے۔ ان کے علاوہ چند اور لوگ بھی اقبال کے نام سے ناچوڑا بہت اس کے کلام سے اسما نہیں مگر سب سے پہلے جن شخصوں نے اقبال کے کلام میں دلچسپی کا اظہار کیا اور اسے سراہا اور دوسرے اراکیوں کے سامنے اسکی تعریف کی، سید محمد علی شاہی اور سعید نفیسی ہیں۔

یہاں اس غلط فہمی کا ذکر کر دینا مناسب ہوگا جو حسمہ ابال

پروفیسر پور داؤد کے بیانات کی بنا پر شندوسان اور ہرن کے ادبی اور
سہسی حصوں میں پھیل گئی اور جسکو دور کوشکی بک انٹرسٹ
نہیں کی گئی۔

سنہ ۱۹۴۳ء میں ایران سے ایک چچر میں شندوسان آیا کہ
ان دو شعبہ سیکڑوں کے درمیان سالہا سال کی جدائی کے بعد دوبارہ علمی
اور ادبی معتاق کو وسعت دے۔ اس میں نے شندوسان کے مختلف مقامات کا
دورہ کیا۔ دہلی اور علی گڑھ میں قیام کے دوران میں کسی اختاری
نمایہ نے پروفیسر پور داؤد سے سوال کیا کہ اب کی اہمال کے متعلق
کیا رائے ہے۔ بچانے میں کہ پروفیسر صاحب اس سوال کا صاف اور
مخرج جواب دیتے (کہ میں نے اہمال بالکل مطالعہ نہیں کیا ہے اسلئے اسلئے
متعلق کوئی رائے نہیں دے سکتا) اب نے کہہ دیا کہ اہمال تک مجھے
اور محدود علاقے کا ساحر ہے اور ایران میں اسے کوئی نہیں سمجھتا اسلئے
اس میں سے شندوسانوں کے بالعموم اور شندوسان کے مسائل کے متعلق
بالخصوص حدیثہ سمجھتا بھی نہیں بلکہ اہمال نے حد تک ایرانی تاریخ میں
پور داؤد کے اس بیان سے رنجیدہ خاطر ہوئے۔

مجلد محیط، اردو بیہشت ۱۳۲۳ (۱۹۴۴) نے اس واقعہ کا
تہاہب اسوس کے ساتھ ہوں دلیر آپ نے وہ کسی اخبار کے نام سے
میں کے ایک رٹس سے (جسٹ سیر ادیبان ہرن ہلر اسلام آباد میں
ہے نہ تھ اوسنا کی معصبات سے غرض رہتے اور اس سب سے کہتے ...
میں ادیبان ہرن اسلام آباد کے مطالعہ کر سکتے تھے حالہ بھی ...
اقبال کے ادبی مقام کے متعلق بات شروع کی اور باوجود
سیر سیر ایران افای علی معصبتی کے سمجھنے کے کہ پور داؤد اور اہمال ...

دوستانہ سی مجلس میں جہاں حمد اک ایرانی ادیب اور شاعر موجود تھے۔ سرور گویا نے ادب و غمرہ سے خطاب کرتے ہوئے قبال کے متعلق سوال کیا مگر نہ سنکر آدھ ایران میں اقبال کی طرف بوجھ نہیں ٹھوٹی انہیں حدمہ ہوا۔ آقای محبت صا حسانی نے اس وعدہ کو یوں جان کیا ہے :- ۱۳۱۳ء میں (۱۹۳۳ء) فردوسی کے تھراہ میں سرکب کے لئے مختلف ملکوں کے نمائندے تہراں میں موجود تھے۔ آدی فلسفی (پروفیسر سہراں یونیورسٹی) نے میرا (محبت صا حسانی ۵) افغانستان کے نمائندے سرور گویا سے معارف کرایا..... حاضرین میں شعروادب کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔ صما حدموسال میں فردوسی شاعری کا ذکر آیا۔ آقای گویا نے بوجہا کہ اقبال کے کلام کو ایران میں کس قدر شہرت حاصل ہے.....

مجلس کے ایک ائمہ رکن نے کہا کہ میں نے اس کے کلام کا ایک مجموعہ دیکھا ہے جو 'حقے سستعلیق حقے میں حوما ہوا تھا۔' لہجہ میں سے اس سے بڑھ بھی ہے۔ لیکن اس شاعر کو ایران میں کوئی شہرت حاصل نہیں اور اسکا کلام سہمہ گئی کی نظر سے نہیں دیکھا گیا۔

افغانی ادیب اس جواب کو سنکر سخت افسردہ خاطر ہوا اور شاعر سے علیحدگی اختیار کر گئے ایک طرف جب حاب کھڑا ہو گیا۔

۱۱۔ یہ ۰ مرحسہ ، رکنی جہاں نام جمعہ نے اس سے عدا دیک شہرا سہر ہوئے لہذا کہ ابوں نے حال سے انہی اندائی انسان کے سمیں جب دیر سے یہ قریب بھی آئہ ہا ۰۰ میں نے اول اول قبال کو حال اسما میں ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

ادبی بحال اور عصر و حالات کے دوران میں مار ہو۔ اور نہ چھ عوں میں
ان بظاہر مختصر خوبات اور سبب و اسباب ، زمانہ میں ب تک طرح میں
کیا گیا۔ سدا بعض مصلحتوں اور سبب پر نہ صرف مصلحتوں۔

ایک دن میں نے بہار سے کہا کہ بعض ایرانی ادب اقبال کے
کلام پر اعتراض کرے جس نے جس مصلحت پر اس کا نام لیا ہے اس پر مصلحتوں پر
شکل ہے اور بعض پر سبب و اسباب کی طرح مصلحتوں میں۔ بہار
سنکر مسکرائے اور کہنے لگے کہ اقبال ، روسی ، حافظ ، سعدی ، یا شمس
بزرگے مصلحت کے سبب پر مصلحتوں اور اس سے متنبہ نہ ہوئے ہیں۔ اس سے
بھی لمحہ فکری معنوی اور تاریخی ذخیرہ خوب حاصل ہے۔ یہاں ایک
شاعر بھی مجھ سے زیادہ اور محسوس ہوئے اور اس کے لئے اس کی جامع
مصلحتیں اور وسیع مصلحتیں کا حائرہ ہیں جسے سنکر اسے حائرہ میں لے
جائے اسے اس سے ہر کئے اور سبب میں اس میں جس طرح اس سے
فارسی زبان میں اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے
نیم حوالہ اور اس میں اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے
شعور بہرہ مسکرا کر کہا کہ یہ سبب و اسباب اس سے اس سے اس سے اس سے
فرہنگ و ادبی اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے
اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے
اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے

اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے

نسیبی از حجاز آید کہ ناید

دگر دانی راز آید کہ ناید

سیر اندازے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے

سیر اندازے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے اس سے

کہتے ہیں کہ ”این فٹیری“ کی ترکیب غلط ہے۔، اس فقرہ، ہوں
 چاہتے۔ یا فٹیری کو اسم معنی (Abstract noun) سمجھنا چاہئے۔ کہنے
 لگے کہ یہ لوگ نہیں جانتے کہ یہ ترکیب اسدوں کے ہاں استعمال
 ہوتی رہی ہے۔ اور سنتری سے شعر بھی برہنہ کر سکتے جہاں حرف اشارہ کے
 بعد اسم یا یائے نکرہ استعمال کیا گیا ہے۔

بہار نے اضافہ کیا، ایک وجہ اقبال سے درستی کی یہ تھی ہے
 کہ ہمیں براں اسی ادبی روایات اور افکارات میں مستند واقع ہوئے ہیں۔
 اور اگر کسی بڑے سے بڑے شاعر کی سادہ دہائی۔ کر آئے تو ہم شعر
 لکھدوی و سنہ کے طوراً شکی سہ میں کچھ کہہ سکتے۔ مخصوصاً
 اگر اس شاعر نے ہمارے ہی شعرا کے کتاب میں جس کی جائے۔ کیونکہ
 ہم مشہور ہیں ہر شاعر، فردوسی، نظامی، حافظ، بیداری اور اسے
 دیگر شعرا کے ساتھ۔ کوئی شاعر پیدا ہو سکتا ہے۔ ہمارے ہاں جاری
 رہے۔ نہ کہ حد سال ہوئے میں نے اس کا نام نہ کیا۔ کسی نے
 اسے ہی نہ لیا کہ شاعران کا شاعر ہے جو فارسی میں شعر کہتا ہے
 میں نے اس کے کچھ شعر پڑھے ہیں لیکن چونکہ میں دہائی طور پر جانا
 نہ سہ میں نے کوئی خاص موجد نہ دی۔ کیونکہ شاعران میں ہر
 فارسی نے شاعر پیدا ہوئے ہیں اور اب ہر دو سو سال سے فارسی زبان وہاں
 ہر ماہ ہو چکی ہے۔ ہر حال میں کہ ہوگا کوئی شاعر جو اس
 شاعری کی سادہ کی سادہ ہوگا۔ ہر حال میں نے اقبال کو کوئی خاص
 شاعر نہ دی مگر جب حالات دریا مساعد ہوئے اور کچھ دہائی۔ کہہ سکتے
 ہیں بہت حاصل ہوئے۔ میں نے اس کے کلام کا سوز اور موجد سے
 مطالعہ کیا۔ مجھے کچھ ایسا معلوم ہوا جیسے میں اسی میں ادب کو

ایٹھ میں دیکھ رہا ہوں۔ پہلے میں نے پیام مشرق کا مطالعہ کیا اور
ساعر کی وسعت مطالعہ اور اسکی غیر معمولی سرب پیاں کے مجھ پر گہرا اثر
پڑا۔ پھر میں نے مشرق کا مطالعہ کیا اور یہ سب مجھ پر روس شوشی
کہ مولانا جلال دین دہلوی کے بعد بہت اچھے شاعر تھے۔ روسی مشرقی
لکھنے کی سعادت ہمیشہ شوشی تھے۔ مصائب و فتنے میں مگر خیرات میں
جیت، ایجاز و اختصار اور سنگینی تھے۔ جس سال گورکھ اچھن فرمائی وہاں وہ
شہر وجود میں آئی اور مجھ سے قلم کیسے کیا گیا۔ اور میں نے
”خدا کا پسہ“ لکھی اور اسکی ہر پتی پھر مشرقی میں لکھی۔ خدا کا
پسہ اقبال کے بعض اشعار پر تھیں اور انکوں پر بعض حکم ہوئے۔
اقبال بھی کے رنگ کی دھڑا تھے۔ بہار کے شہر اسے جانتے تھے
نائب میں پڑھے۔ اور اقبال کے اس شعر کو:۔

رہ گئی جہاں اسب و سحرشای سب سے
میر ہوہ جس و آفاق سب سے

لکھی ہر پڑھا اور اقبال کی مغفرت کے لئے دعا کی۔

بہار کے ساتھ اکثر ملاقاتوں میں اقبال کا ذکر رہا۔ اور وہ ہمیشہ اس
باب کا قیوس کرتے کہ ہم ایک ہی زمانے میں تھے اور آپس میں ملاقات نہ
کر سکے اور اقبال کو ایران سے انہی کٹھری دلچسپی شوجکے باوجود اس
سک میں آنے کا موقع نہ ملا۔

ہمارے کو حال سے مجھ اسی غصہ جو لگی سی آگ وہ ہے
میں ہاتھوں سے یہی اندر اسکا ذکر کرتے اور مجھ سے کہتے تھے کہ اقبال
کے دلائل پر ایرانیوں کا پہچانا بہار ہو رہا ہے۔ اور یہ سب
کے خدا ایک کے خدا ایک رسمی اور لکوں میں ہے۔

دیل آؤ خود آفتاب ہوا ہے ، سمہار کام مختہ نہ ہے نہ ہم اہمال نہ
 نہ لوں سے معارف کرا دو۔ سفارت پاکستان اب ہی کام کر سکے
 کافی ہے۔

سہار دن بدن ضعیف اور کمزور ہوتے جاتے تھے۔ سرٹھڑ لہند کے
 نہ ٹھروں نے غیر وہیں علاج قرار دے نہ تھا مگر باوجود کمزوری اور
 نہ کی سے ناسی کے سہار اسے غلطی الہی لہند میں مشروف تھے اور
 نہ لہند لہند کے سک سہاسی (مشتہ ہنہ) کی ہون میں مسخر تھے۔
 میں سب د نہ لہند اور لہند لہند لہند میں نہ رہ رہ کر تھے۔
 اور لہند لہند میں لہند لہند سہاسی حصہ لہند میں لہند لہند
 لہند لہند لہند "سک لہند" کے لہند لہند لہند لہند لہند لہند
 لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند
 لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند
 لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند
 کلام میں ہندی طرز شعر کا ہے :-

سہار خصوصاً لہند کی مسرورہ حسی لہند لہند لہند لہند لہند لہند
 دن میں لہند لہند دو شعر مٹائے۔

لالہ بن چمن آلودہ رنگ است شہروز

سہار از دست مینداز کہ جنگ اس شہروز

ای لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند لہند

کہ را کار نکرد اب و نہنگ اس شہروز

• • •

•

•

بہار کہہ لے تھوڑی سا غری کی بھی آٹھک شیں جاشے۔ مگر تھرے غل
 ہوار، گریز اور مستی، خود فرموسی، عس و عسرب بے دوام کی سرف راہ،
 سوجہ دی نئی ہے۔ پھر لہو رک اثر لہا۔ کئی سال تھوڑے ہیں نے
 ایک قصیدہ لکھا جسکی سب روایاتی طور سے مطالب کے بعد یہ
 دیکھتے ہیں ہر چونکہ اس کو اقبال کے ان معیار سے ناٹھری ہر ہستی
 رسد ہے حد سحر سنا ہوں۔ میں نے یہ حد سحر ٹوٹ کر نئے :-

می فروغل ز کف ای ترک و بیک سو نہ چنگ
 جامہ چنگ فرو پوش کہ شد نوبت چنگ

بادہ را روز پیغسردہ بنہ بادہ زدست
 چنگ را نوبت بگذشت بنہ چنگ ز چنگ

ازہر دوش تنگ افکن و آسودہ گزار
 لختی آن دو سر زلف سیدہ خالیہ رنگ

بہار بہ حراج سحری ہے۔ بہت کم لہو ہے کہیں ا نکل سے
 سورے۔ سیری جواشیں جی کہ بہار ہوہ قبائل کے حد سے کی حد رت ہیں
 لرس، مگر ان کی کمزور حالت نہ کھار سچوہ ہے نی حرت ہر
 جی بالآخر بریل کے شروع میں انکی خدمت میں جھڑا ہوا ہوا
 ب کی طبع احسن نہی، لکن اگر آپ ایک سیدہ کے بے سیرت نہ ہوں
 اور وہ ہوں، کے حسیہ کی صدارت فرمائیں و تھرے نئے بہت سیر
 مور اور ہلک کے ادنی اور عسی جھوٹ سر نا اچھہ ہر ہر
 سازی کی سہرا اور سیر سچہ سچہ و خوشاب اس انداز میں اس
 بہار جو سہرا سیر سیر، دہان نہ اب سے اس رہا ہے

ہمارے بنے اب کبھی سیاست سے بالاتر ہے تو میری درخواست قبول کر لی اور ۲۱ اپریل کی سہ کو میں سمہار کو لانے کے لئے گیا۔ سمہار بہت کمزوری محسوس کر رہے تھے مگر میرے اور ایسی بیٹی پروانہ خانم کے اصرار پر تیار ہو گئے اور میں دونوں باب بٹی یعنی سمہار اور پروانہ خانم کو اپنے سمہار سہار کی موٹر کار میں اپنے سمہار سے سمہار کے لئے منتخب کرتے ہوئے لہا لہا آج سمہار میں ہنگامہ تک رہا۔ ٹھنڈی ہوا کی غصہ کی حرارت رحمت کشمیر لائی ہے۔ سمہار کے بٹھے بٹھے اپنا حشر صدمہ رب مرشد جس جس سے سو حراج جس جس کرتے ہوئے کہا کہ قبال شہری سمہار سمہار کی تاریخ اور اسلامی محاسنات سمہار سمہار ہے۔ اسی جلد سمہار میں رات کے سمہار سمہار سید ضیاء الدین صاحبانی نے اصل سے سی سمہار میں سمہار کے ذکر کیا اور اسکے مندرجہ ذیل دو اسرار کے موضوع پر تشریح کی :-

ہر کہ او را قوۃ تخفیف نیست پیش ما جز کافر و زندیق نیست
بنامہ آزاد را آید گران زمستن اندر جہان دیگران

۱۹۵۰ میں سفارت پاکستان کی طرف سے پہلی مرتبہ یوم اقبال سمہار گیا اور سمہار کے حشر صدارت نے ایران کے ادبی حشر کی سوجہ قبال تبصر حشر کر لی۔ چند دن کے بعد فرہنگستان ایران (ایران کا دہلی) کی طرف سے سادار حشر ہوا جس میں ایران کے سمہار ادب اور سمہار کی دہلی علی اصغر حکمت نے تقریر کی اور اقبال کی نام فارسی سمہار پر سمہار حاصل تبصرہ کیا۔ اسی جلسہ میں اقبال کے رنگ تمرا کی حشر سمہار ہوئے ڈکٹر سمہار سمہار سمہار اسی کا حشر حشر سال کے رنگ میں کہی ہوئی تھی پڑھی۔

فرہنگستان کے جلسے کے چند روز بعد انجمن دانشوران کے زیر اہتمام جلسہ شوا جسمیں تہران کے بہت سے مشہور شاعروں نے شرکت کی اور نسیم شمال کے یڈیٹر آقای محسن ساعی نے اقبال کے بعض ایک سٹنس مثالہ سرہ۔ یہ سب جلسے ۲۱ اور ۳۰ اپریل کے درمیانی عرصہ میں ہوئے اور ایرانی اخبارات نے بھی اقبال کو حراج تحسین پیش کیا اور ان جلسوں کی کاروائی شائع کی۔

انہیں دونوں ایران کے ایک مشہور ادیب آدی مجتبیٰ مشوری نے ”اقبال لاشوری“ ناول کی جسمیں اقبال کی شاعری کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی۔ یہ کتاب مجلہ یغما کی طرف سے شائع کی گئی۔

اکتوبر ۱۹۵۰ میں ایک دن میں نے حصہ ایرانی ادب اور شہرا کہ اسے گھر پر ایک ادبی جلسہ میں شرکت کے لئے ملا۔ پروفیسر ذہبیہ نے جو آذربائیجان کے مشہور شاعر اور فصیح زبان خنسیب تھیں جلسہ میں شرکت کی۔ پروفیسر ذہبیہ نے یہ سہری پہلی ملاقات تھی۔ میں نے سال کے ”سام مشرقی“ سے چند شعر پڑھ کر پروفیسر ذہبیہ کو سنا۔ میرا شعر پڑھنے کا لمحہ ایرانی پہچان سے مختلف تھا اس لئے پروفیسر ذہبیہ نے کوئی خاص بوجہ نہ دی۔ اور کتاب میرے اشارے سے لی۔ حصہ سب شعر ادھر سے کچھ شعر پڑھے اور پھر خود بخود انہیں پھرے ہوئے اور نہایت خوش سے حاضرین کو مخاطب کر کے مثال کے شعر پڑھنے لگے اور پھر وہی سب مثال کے کلام کی معنوی اور آہستہ حوسوں پر محبت کا اظہار کیا۔

۱۔ آخر میں اقبال کی یہ غزل :

مردم سبکری مرد صبح بلا شری

مرد آدھر ریزی تک شعر دلاوری

بڑے لڑسائی۔ بڑھے کے انداز سے ان کا حوصلہ اور حرارت ماضی بھی۔ آخر
میں ذیل کے شعر کو کئی بار پڑھا :

مطرب غزلی، بیٹی، از سر شد روم آور

قا غوطہ زند جانم در آتشی تبریزی

اور یہاں یہ نکتہ شوکتا ہے کہ ایک غیر ایرانی جس کے کان فارسی زبان
کی سوسائٹی سے دور ایک ہے نہ آئینہ ہوں نہ شعر کہہ سکے۔ حاضرین
نے بھی بروفسر دسمہ کی بات کی۔ اس جلسہ میں جو خیال کی عروس
حاضر تھیں ان میں سے ایک وہ شہرت بہاں رمانہ معرفی نہ تھیں اور
جس حد اور بروفسر دسمہ اور دیگر حاضرین نے جلسہ کا وہ افق کا
رنگ بدل اور اور علامہ ساداتہ محسن دسمہ خیالات و نظریات۔

۱۹۷۲ میں محسن ایرانی احباب کے توسط سے علامہ علی اکبر دسمہ :
یہ سادہ خیال کی مہارت کے سے درخواست کی۔ علامہ دسمہ نے اس کی
مہارت کی وجہ سے تیار سے بہت کم نکلیے تھے اور انہوں نے حسب کی
مہارت میں شریعتی انداز کر رہے۔ مری دری آررو بھی کہ علامہ جلسہ میں
شرکت کریں اور میں نے استاد سعید نفیسی سے اس بارے میں مشورہ کیا۔
اسلامی مہارت کا خیال تھا کہ دوبارہ کوشش کرنا ہے سود ٹھوٹ۔ مری
علامہ دسمہ نے نہایت مختصر آسانی بھی لیکن آخری کوشش کے
لئے میں خود ہی انکی خدمت میں حاضر ہوا۔ بروفسر محمد معین جو فارسی
دائرہ المعارف کی تالیف میں علامہ کے رفیق کار ہیں وہاں موجود تھے۔

علامہ ایک ٹیبل غلاب کے بعد ۹ بروزی (۱۹۵۶ء) میں واپس لا گئے۔

میں نے دوبارہ صدارت قبول کرنیکی درخواست کی۔ کہہئے اے بھئی سچ تو یہ ہے کہ کمزوری وغیرہ کے علاوہ ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ میں نے اقل کا کلام بالکل نہیں پڑھا۔ اور اب میرے پاس متنازعہ کرنے اور اسے خلاف کو تحریر میں لانیکا وقت نہیں۔ میں نے کہا کہ جس طرح آپ نے استعمار و استبداد کے خلاف ملک ایران کو اپنا اسی طرح اقل نے ہندوستان کو فکری اور سیاسی علامی سے بچانے کی کوشش کی ہے۔ اقل کی مثنوی ”پس چہ باید کرد ای اقوام شرق“ میرے ہاتھ میں تھی اور میں نے قبول کر انکو سننے کی۔ اتنا ہی سے انکی نداء ایسے سحر سے بڑی جن میں اقل نے فکری بیدگی اور سیاسی سلامتی کے خلاف آواز اٹائی ہے۔ ڈاکٹر محمد معین سے کہا کہ یہ حمد شعر سوٹ لراؤ۔ اور حمد شعر اسے نظریات کے معنی ڈاکٹر صاحب سے سوٹ لراؤ۔ معین سے مخاطب ہو کر کہنے لگے ”بہت چھا ہوا یہ آگے اقل سے اس محضر سے آسانی سے اسے اندر تک نئی قوت محسوس کرنا شروع میں سرے بحر سے حار و خمد شروع اور میں نے جہاد کے معنی بھی حمد میں اس سے آواز مقرر میں لہو لہا۔ خدا ایسے شرق و غربت لڑے۔“ عذرہ کی سرور اور منظوم قطعہ متن کتاب میں درج ہیں۔

۱۹۵۳ء ۵ سال بعض لحاظ سے قابل ذکر ہے، یوم اقبال کے جلسوں میں حمد، خوبی خیر اور عام پسند قسم کی تقریریں ہوتی تھیں مگر لوگوں کی سنجیدگی اور اسنادی اثر نہ دیکھنے ہوئے رہے۔ ایران و عربی کے رشتہ دار ڈاکٹر صاحب سے اقبال کے اسٹائل پر ایک جامع تقریر کرنے کے لئے درخواست کی۔ ڈاکٹر خطبہ تہران یونیورسٹی میں شعبہ سبک شناسی کے صدر بنے اور سند اور سرور کے دن میں بھارت رکھتے ہیں۔ ڈاکٹر خطیبی

نے یہ مشکل کام ایسے دمہ لہ اور اقبال کی تمام فارسی تصانیف کا مطالعہ کرنا کے بعد انہیں کے اسٹائیل اور طرز بیان پر ۲۱ اپریل کو تقریباً ایک ہزار کے مجمع میں غریب کی - پروگرام میں صرف ایک ہی تقریر تھی اور قریباً ڈیڑھ گھنٹہ جاری رہی مگر سامعین نے نہایت دلچسپی سے ساری تقریر کو سنا اور بعض اخبارات نے پوری تقریر شائع کی - اور اس کا خلاصہ دوبارہ تہران یونیورسٹی کی میگزین میں چھپا -

۵ دسمبر ۱۹۵۳ء کی شہر ریڈیو تہران سے ریڈیو کی گنی اور اس طرح لا کھوں لوگوں نے اس کو سنا - ۱۹۵۳ء کے جلسہ میں جبکہ کی قلم کے باعث، مسند جلسہ صریح مردوں ہی کو دعوت دی گئی تھی - جلسہ کے بعد تہران کی محفل صبح پانچ بجے خواتین نے اس کے گھر گیا اور خواہش ظاہر کی کہ خواتین کے لئے جدا جلسہ ترتیب دیا جائے - اس وقت سفارت کبری لائسنس کے کاردار (سارالمہام) سال نسیم حسین تھے، صاحب مد کور نے بہت جلد مسند سے جلسہ کے تمام تر احاطات اسے دہلے لئے اور تہران کے جلسہ کا جوں اور اسکولوں کی اساتذہ اور دیگر بڑھی لکھی عورتوں کو دعوت دہائی اور - سی کو سفارت کبری پاکستان کے حال میں جلسہ ہوا - جلسہ کے وقت مینلا دھار سارس خود ہی تھی اور ہمیں ڈر بنا کہ خواہش اسے لپٹوں سے نہیں نکل سکیں گی - لیکن ٹھیک وقت پر جوں در جوں مہمان آئے شروع ہوئے - اور سفارت کا حال کھینچا کھینچا رہا گیا - عورتوں کے اس پہلے اور مہم جلسہ میں تہران کی عورتوں اور لائسنس - جوں دا ڈر (حکیمہ دہلمی) جو تہران میڈیکل کالج میں تعلیم دیتی تھیں (نے اس وقت کی ریڈیو اور اس کی ساری کی مختلف مہموں پر ایک عام فہم تقریر کی - یہ تقریر بہت مقبول ہوئی اور حاضرین جلسہ نے مسند سے



خانم و ادایر کجکند، شخصی ناشی سهر ایران به حسین شایر، از زنی است .

رد است با این . خدمت دین . در این روشی قوی .

بذبح کیا کہ اقبال کی ایرانیوں سے انسانی کے لئے مزدور اور دوسرے وسائل
 مہیا کئے جائیں۔ ایرانی اخبارات نے جو پابستی خواہیں کے جلسہ کو دی
 نے سافہ تھی۔ شاید ہی کوئی اخبار ہو جس نے ڈاکٹر کٹھی کی سریر کا
 خلاصہ اور جلسہ کی کارروائی شائع نہ کی ہو۔

ایران کے دوسرے شہروں سے بھی خطوط آنے لگے جن میں اقبال کی
 تعظیم مہیا کرنے کے لئے کہا گیا۔ میں نے بہت جلدی میں اقبال کو
 ایرانیوں سے مدد کرنے کے لئے ایک مختصر کتاب "روسی مصر" کے
 نام سے تالیف کی۔ اس کتاب میں اقبال کی زندگی، ان کے برجستہ عقائد،
 فارسی صحافت کا خلاصہ اور چند اساس اقبال کے بعض اسراروں کے ایسے مسائل
 اور مشاہدات سے درج ہیں۔ کسی سیر اسی کی فارسی زبان میں کیسی ہوئی
 کتاب کے لئے تہران میں پیشکش کیا گیا۔ مگر ان لوگوں کی اہمیت میں
 بڑھتی ہوئی دلچسپی اور محسوس کو دیکھتے ہوئے وہ کچھ معروف۔۔۔
 اسے مرج سے کتاب چھپوا دی اور کچھ دو سال پہلے سے صرف سے بہت
 بقیہ کئے گئے۔ مگر جس باب کی سابق ادبی تاریخ میں ہے وہ وہی
 ہے وہ یہ ہے احمدی نوجوان کی ایران و پاکستان اور روس کے مابین کی صرف
 سی ایک ہزار سچے ملک میں جلسہ کے حضور سے سچے گئے۔ وہ وہی
 مصر۔۔۔ کے لئے ایران کی تاریخ کے سب سے بڑے مصنف۔۔۔
 جس میں بہرہ سے دو تصویریں بنائیں۔ اس میں بہرہ سے اور مسائل کے
 سب اب بہت کم کام کر سکتے ہیں اور چونکہ اب ان کی تصویریں بہت
 کم ہیں ان کی مانگ بھی زیادہ ہے، مگر اس میں بہرہ سے اس کے لئے اب
 کو مصوب کرنے کی ضرورت سے دو تصویریں جن کی قیمت کم از کم
 دو ہزار روپے ہے، مؤلف کو جلسہ کے طور پر پیش کریں

ایرانوں کی روز افزوں دلچسپی کو دیکھتے ہوئے ”رومی عصر“ کے دو سو نسخے وزارت تعلیم ایران سے سرکاری کتب خانوں کے لئے تقسیم کئے اور انجمن فرہنگی کی مؤسس اور نائب صدر ڈاکٹر کجکسہ کاظمی سے نائج سو نسخے اسکولوں کے معلمین اور طالب علموں میں تقسیم کئے۔ کتاب کی مانگ بدستور جاری ہے۔

اس کتاب نے بعض سی تفصیل اس لئے نہیں دی گئی کہ یہ کتاب کی نسبت کوئی غیر معمولی خوبی کی کتاب ہے، بلکہ یہ ذکر اس لئے کیا گیا ہے کہ وہ نہیں آئے معلوم ہو جائے کہ ایران میں لوگ ایک نہایت بھڑکے سے عرصہ میں اقبال میں کتنی دلچسپی لیتے رہے ہیں! حتیٰ کہ اس کتاب پر دو سو سو ستر ہشت لکھی گئی ہیں وہ زیادہ تر ممال کی اہمیت اور مصنف کے متعلق ہیں۔ کتاب پر مؤلف کتب کے بعض — مؤلف نے صرف یہ کوشش کی ہے کہ اقبال کو عام فہم طریقہ سے ایرانی عوام سے آگے کرائے جائے۔ ”کتاب بد دلیں آہستہ“ یہ خود اقبال کی صاف صاف اور معمولی مشابہت ہے جس سے ہر صاحب دل اور صاحب دوق بری متاثر ہونا چاہئے۔

حسباً کہ اوپر بیان ہو چکا ہے ۱۹۵۰ء کے بعد ادبی اور علمی حلقوں میں اکثر اقبال کا ذکر رہا تھا۔ مگر کنبیل اور ورزش کے میدان میں اقبال کا ذکر ایک نئے باب کا اضافہ تھا۔ اس لئے دہلی کا واقعہ درج کرتا ہوں۔ ۱۹۵۱ء میں پشاور سے ایک فٹ بال ٹیم ایران کے دورے پر آئی۔ اس ٹیم کا سب سے اہم مہمچہ ایران کی مسخ ٹیم سے ایران کے خوبصورت اور شاندار اسٹیڈیم محمدیہ میں ہوا۔ مہمچہ شروع ہونے سے پہلے ایرانی فٹ بال مہمچہ کے مکریشی پروفیسر ڈاکٹر کبی (Dr. Kani) نے محضر میں سرور

کی جس میں پاکستانی ٹیم کو رسمی طور پر خوش آمدید کہنے کے بعد بیس ہزار تماشاؤں کے مجمع کو خطاب کرتے ہوئے کہا "آج لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ یہ ٹیم کوئی غیر ملکی ٹیم نہیں۔ یہ ٹیم اس کے وطن سے آئی ہے۔ اقبال جس نے صدیوں کے بعد دہری زبان اور اداسان کو سبہ فارہ ہندوستان میں رہنے کیا اور پاکستان کا سبہ بیدار کیا، ہمارا ہم وطن ہے، سر کے ہم وطن ہمارے ہم وطن ہیں۔ آج کو چاہئے کہ اس ٹیم کو ایرانی ٹیم سمجھیں۔" ان کے بعد دہری اور ہمد گیر اترے اور اس امر کے باوجود کہ کہیں معاملے کا کیا، ایرانی تماشائی پاکستانی کھلاڑیوں کی اسی طرح ہم افزائی کرتے رہے جیسی اسی ٹیم کی اور دب میچ ہمار چیمپ کا فیصلہ ہونے پر ہم شوگما ہو ایرانیوں نے خاص طور پر خوشی کا اظہار کیا۔

اقبال سیریز کے تاثرات

۱۹۵۰ء میں مجھے سرپر حارس اعلیٰ ہوا۔ رئیس دانشداد سرپر حارس سرپر یونیورسٹی) جناب اعلیٰ ڈاکٹر امین نے مؤلف نے ہزاروں دستاویز ادبیات (کالج وار لٹریچر اسٹڈیز) میں ایک ایسی جلسہ آج جس میں یونیورسٹی کے پروفیسروں اور سینئر طالب علموں کے علاوہ سیریز کے ہر جلسہ کے بعد بھی سرگرم کی۔ اس جلسہ میں صدر شعبہ ادبیات پروفیسر خیام پورا رئیس دانشداد، ڈاکٹر امین اور جناب آقای جب (جو صوبہ کے گورنر تھے اور جسے تعلیم و دانش کے سب تمام شعبوں میں احترام کی نظر سے دیکھتے تھے) نے سیریز کیسے ان سب حضرات کی شہزادوں میں ایک باب سرگرم اور نمایاں تھی اور یہ وہ کہ اس نے صدیوں کے بعد ایران و پاکستان کے تاریخی

اور مہم جوئی ارساں نے اور زندہ رکھا ہے اور ایساں میں ہاکساں کی محسوس ہے
 جس چیز کے موجب دی ہے وہ اسان کا سلام اور اس کے خیالات ہیں۔
 حساب آئی ہے، سچ محمد سستری کی ولادت سے ہیں اور انہوں نے اقبال اور
 سچ محمود کے روحانی ارتقا کا خاص طور پر ذکر کیا۔ ان سرگروہ کا سب سے
 حصہ ریڈیو بہتر نے شہر کیا۔ اور مجھ سے خاص طور پر کہا گیا کہ
 اقبال اور رومی کے متعلق تقریر کروں۔

نہجراں صاحبہ محسوس کا انہوں نے نہیں کیا ہے اس کا بار بار بھی حساب
 کیا ہے اس پر محسوس ہے کہ انہیں پہچاننے کا نہیں ہے۔ میرے پاس ایک
 نسخہ ہے کہ ”خروج“ مخرجہ سید جس کے ایک حصہ پر سند پہنچا دی گئی
 ”رومی و اقبال“ اور اس دو صفحوں پر دونوں کے متعلق اس قدر شہر
 دس صاحبہ محسوس کے روبرو ایک دو ورق ”جزو“ بھیج دیا گیا۔
 اور بعض طالب علموں نے بی۔ بی۔ ڈی۔ کے لئے اس پر رسالہ لکھنے کی
 خواہش صاف کی کہ انہیں یہ جو وسائل اس کام کے لئے ہر ذمہ دار
 انشادات کے لئے لازم تھے وہ میری دسترس سے باہر تھے۔

پہلے میں عام کے دوراں میں آذربائیجان اور ایران کے نامور شاعر
 آئی محمد حسن۔ بہرہ راز سے ملاقات ہوئی۔ بلکہ یہ کہتے صحیح تر ہونا
 کہ بہرہ راز، محمد۔ رحیمانی صاحب (جو دانش ور ادب پروری کے لئے معروف
 ہیں) کے مکان پر میری ملاقات ہو کر شروع ہوئی۔ کوئی گھنٹہ پہر گھنٹہ
 رہی۔ دوسری شام شالہ کا تک سچا میں نے ان کی خدمت میں بیٹھ کر
 اس سحر کے میں اقبال کی نظم ”سہانی“ سنائی جو سنائی تھی۔ بہرہ راز کے نظم
 پر بھی بہرہ راز کی شہرہ سانی اور سہانی سہرہ دوسری کا ترجمہ اور حد

نمود ہے اسی طرح ہر ڈاکٹر کے جسم انہی دشمنان نے وعدہ کیا کہ ہم وہاں کے
ملا کر ڈرہائیوں سے ان کے بارے میں خبر سے لے گاؤں گے۔
خبر نہیں

ایرانی ادب اور شعرا کے مابین مبالغہ و تقریریں اور قصائد مختلف جراثیم
میں حبس، حکمت، اور ان کی کتابوں کے بارے میں خبریں
نہیں ہیں۔ میں تمہارے میں وہاں کی خبریں اور ان کی کتابوں
کی مکمل میں مبالغہ نہیں ہو سکتی۔ ان کے بارے میں خبریں
نہیں۔

میرا یہ دور میں عرض ہے کہ میرا دور کے راجستھان اور ان کے دور میں
دو سالہ اور بے نظیر عکس لکھنے جو سال کے بعد میں نے لکھا۔
سات سال کے عرصہ میں دیکھا، سنا یا پڑھا اپنے ہم وطنوں کے
میں وہ سب کچھ۔ ساتھ ساتھ اور میری مبالغہ و تقریریں
خوش ہیں۔

اقتباسات اور ترجمہ

مقام ہے زیادہ تر اسے مبالغہ اور مبالغہ سے جس میں
میں حکمت یا تو تاریخی محبت میں ہے، ان کے محبت میں
ورسوں جنہوں کے مبالغہ اور مبالغہ کی جائزگی میں

اس کے علاوہ کوشش کی گئی ہے کہ ایرانی ادب کے تعریفی،
درستی اور سعدی رمارکس (اظہارات) کے ساتھ ساتھ ان کے مخصوص ذوق
سعدی اور ان کی مخصوص پسند کے نمونے بھی پیش کئے جائیں تاکہ
دارس ادب کے شعر معنوی اور غنائی پہلوؤں کو ایرانیوں کی نظر سے
مبالغہ ہو سکی

شعبات تشریعی کے ترجمہ میں عموماً اصل متن کی طرزِ بیان کو ملحوظ رکھا گیا ہے اور آزاد ترجمہ سے حتیٰ المقدور پرہیز کیا ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ آزاد ترجمہ سب سے رواں تر ہو سکتا ہے مگر فارسی ردو کے متون کو یک دوسرے کے قریب رکھنے سے مؤلف کی بینش تشریح سے مراد نہیں کہ ایرانیوں کی اردو میں دور افزوں دیجیسی کے پیش نظر یہ کتاب انکو اردو سے آشنا کرانے میں بھی مفید ہو سکتی ہے۔ وہ فارسی رسم الخط میں بغیر کسی کی مدد کے اردو پڑھ سکیں گے اور یہاں سے شعر و ادب فارسی کے معنی فارسی میں کی مدد سے خود بخود نرسو سچ ہو جائیں گے۔ مؤلف کی مذکورہ بالا توضیح اس کے حصہ سے جبرہ سے بھی ہے اور اسوقت ایرانی ادب میں سے کئی انکے اردو کی دلی زبان کو بغیر کسی معیہ کی مدد کے پڑھنا تو نہیں، سمجھنا سکتے ہیں اور عرب حلال میں صرف حروف اور حصہ ایک 'افعال' کی تشریح انکی رہنمائی کے لئے کافی ثابت ہوئی ہے۔

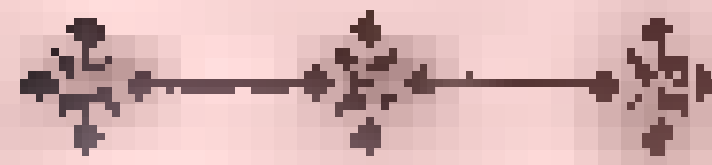
عموماً فارسی متن کو اردو کے بالمقابل لکھنے کے بجائے زیر حاشیہ درج کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے کی بوجہ ایک وقت میں ایک ہی متن پر متمرکز رہے۔

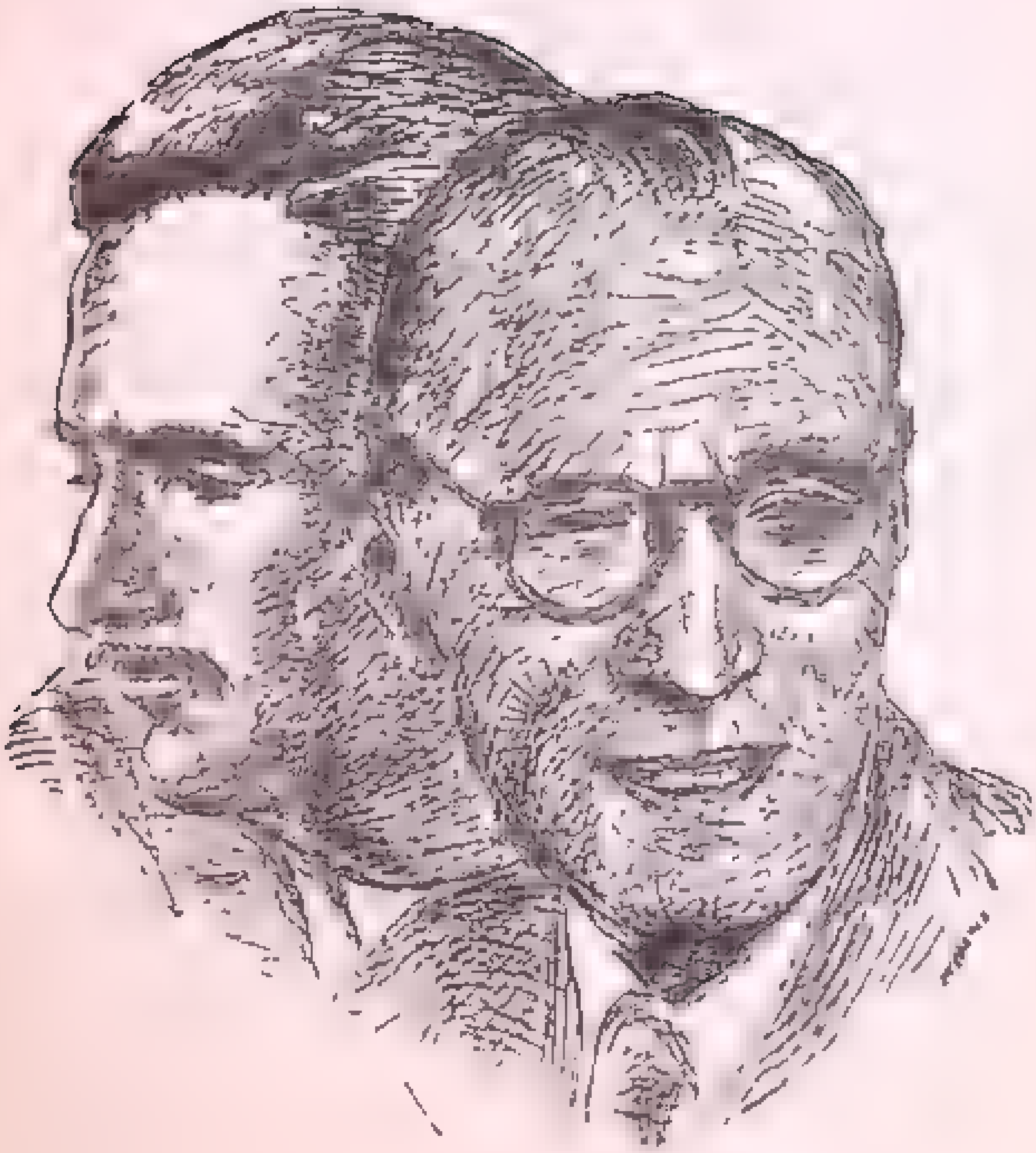
تاکستانوں کی مدد سے ایرانی عزیز اور گرامی ہے اس لئے نہیں کہ وہاں ہوندا، دماوند و پستون موجود ہیں۔ بلکہ اس لئے کہ یہ خاکِ سعدی و فردوسی و سلاوی و حافظ کا وطن ہے۔ اسبصرح ایرانی تاکستان کو محبت و حرام کی مدد سے دیکھتے ہیں کیونکہ یہ سال و موسم ہے۔

سول دماوند، رحوتی، سویتی اور سعدی اور حافظ اصل کی شکل میں نمودار

ہوئے ہیں اور اس نے ایرانی (جیسا کہ اقتباسات مشورہ سے ظاہر ہے) پاکستان کو (معوی دیا سر) ایران اور ایران کو پاکستان خاں کرتے ہیں۔

امیر ہے کہ وہ کتاب پاکستان اور ایران کے درمیان حسن ساعہ اور مدیم یحاذنگ اور ہم آہنگی پیدا کرنے اور اپنے مسرک مہاجر میں دلچسپی بیدار کرنے میں مفید ثابت ہوگی۔





بہار اور اقبال

بہار اور اقبال

حسب کہ سمجھ میں بیان کیا گیا ہے ایران میں اقبال کے سب سے دوست دوست اور مداح سعد محطط ططی اور سعد شیبی تھے۔ لیکن سب سے پہلے رسمی طور پر اور ملک ایران کے نمائندہ کی حشمت سے جس شخص سے اقبال کو حراج حسین بنی کیا وہ ایران معاصر کا سب سے بڑا شاعر، ادیب اور فن شعر و نثر کا سب سے بڑا ماهر ملک اسعد محمد علی بہار تھا۔ اس لئے یہ صرف درست وقت کے لحاظ سے بلکہ بہار کی عمر معنوی علمی وراثتی اہمیت کے پیش نظر ذیل میں ”خطاب بہ عہد“ میں لکھا جا رہا ہے جس میں ہندوستان میں فارسی شاعری کی تاریخ بیان کرتے ہوئے بہار نے اقبال کا دائرہ اس کے بعض معاصر ہندوستان اور اس کے رنگ میں کچھ شعر کہے ہیں۔

حسب کہ نصیب سے طائر ہے بہار نے جس عشق اور حسرت کا اظہار ہندوستان سے کیا ہے وہ ہندوستان کی اس تاریخ سے وابستہ ہے جو فارسی ادب و برہنگ سے متعلق ہے بہار نے خطبہ صدارت میں بھی صاف طور پر لکھا ہے :

”سن دایمں فارسی گویان عند بیان کردم و نام شاعران و صاحبان و شہر یاران و شہر دیوان ادب دوست را بیان آوردم و نتیجہ آن منظومہ

بزرگ معرفی و شناس علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ بود۔۔
ترجمہ :

”میں نے ہند کے فارسی گو شعرا کی داستانیں کی و شاعروں ،
” صاحبانوں ، سپہ سالاروں اور سمہریوں کے ناموں کا ذکر کیا ۔ اس لمبی
شعبے سے بسرا مصنف علامہ ڈاکٹر محمد اقبال رحمتہ اللہ علیہ کی معرفت
اور اس کا تعارف کرانا تھا۔۔“

خطاب بہ ہند

مرحوم ۱۹۴۰ء - اسی خطبی ناطق میں اس شعبہ پر یہ تمہیدی نوٹ
کیا گیا : ”اگرچہ ہندوستان کے دوستانہ دوستوں و سرانہ سازان
اب ہندوستان میں ہندوستانی ، زکیم و ارشد ہم قومی یا یکدیگر سکون
خار یافتہ و اس دوری و محسوری کہ درمیان آمدہ و حجب آرزو سے
بدور اندازیم ، تا بخواست خدا در این ہفتہ انجمن روابط فرهنگی ایران
و ہند باعصاب و سر فرشتک و صفت فضائی ہند و ایران و موافقت بزرگان
دو کشور براہ افاد و بہ را سر معصوب آل انجمن سرافراز کردہ و امر
در یہ در محسن جلسہ انجمن مستوبہ ای در شرح انسان و شکایات از

بہار کے تمہیدی نوٹ کا ترجمہ یہ ہے :

”دینی سالوں سے آرزو تھی کہ ہندوستانی دوستوں و اس باغ کے
بہار سراؤں ۔ رحمتہ اللہ علیہ اور ہر دو طرف سے ملنی اسی محسوری اور
گرفتاری کے شکوے بیان کریں اور اس جدائی اور دوری کے بدہ کو
حسن سے شمارے درمیان حائل ہو کر ہماری آرزوؤں کو ایک دوسرے
سے چھپائے رکھنا درمیان سے ہٹا دیں ۔ آخر یہ آرزو خدائے باری بردی و اس

افرای گفتہ آید . اینک این منظومہ کہ در شب چہار شنبہ ۲۶ مہر
ماہ ۱۳۲۳ در محضر دانشسرای عالی سرورہ شد یادگار دوسان
ہندوستان اهداء میشود :-

یاز خنگ فکرتم جولان گرفت

نیل طبعم یاد ہندوستان گرفت

پھر میرے تخیل کا رخوار جولائی میں ہے ، پھرے میں طبع سے
بہر ہندوستان کی یاد آئی۔

تا خیالم نقش روی ہند بست

یافت ذوقم جلوہ طاؤس مست

جونہی کہ میرے تخیل میں ہند کا چہرہ مجسم ہوا ، مجھے
اب معلوم ہو جسے اک مست بہر میری آنکھوں کے سامنے ہے ۔

شعبہ وزیر معتمد اور ڈاکٹر شہری اور ری ہسپتال کی ٹیوشن اور دونوں
مذکورہ کے عالی رتبہ اساتذہ کی موفقت سے انھیں پزشکی سرائے
شد وجود میں آئی اور خاکسار کو بھی اسکی عضویت کا افتخار
عطا کیا گیا اور مجھے حکم ہوا کہ اس انجمن کے اہل علم سے
ایک منجم جسمانی بااعمال استادی کا دفتر اور جرائد کا سہ ہر مکتوبوں میں
نے حسب فرمایش ذیل کی نظم لکھی جو چہار شنبہ (بدشوار) کی

۲۶ مہر ماہ ۱۳۲۳
دانشسرای عالی میں پڑھی گئی
۱۹۴۳ م ق

اب اسے یادگار کے طور پر ہندوستان دوسوں کی خدمت میں طور پر
پیش کرنا ہوں :-

بلبل فکرم خوش آوازی نمود
طوطی طبعم شکر خائی نمود
سیرے افکار کی بلس نے خوش الحانی سے گانا شروع کیا ، سیری
طوطی طبع نے شکر بکھیرنی شروع کر دی۔

دل اسیر حلقہ زنجیر ہند
جاں فدای خاک دامن گیر ہند
سرا دل ہند کی زنجیر کے حمے میں گرفتار ہے ، سیری جان ہند
کی دامن گیر خاک کے قربان ہو۔

بس ملاحتھا دران خاک و هواست
ہند را کان نمک خواندن رواست
اس کی خاک میں بشمار ملاحتیں موجود ہیں ، اسلئے ہند کو
کان نمک کہنا مناسب ہوگا۔

آن نمک زاری کہ خاکش عنبر است
خار او چمپا خشش نیلوفر است
یہ وہ نمک زار ہے جہاں کی خاک عنبر ہے ، اس کے کاشے گل
چمپا اور اس کی خس گل نیلوفر کی مائند ہے۔

ہر کہ رفت آنجا نمک پالودہ شد
سادگی انگند و رنگ آلودہ شد
جو وہاں گیا نمک میں آلودہ ہو گیا ، سادگی اسے چھوڑ دی اور
رنگینی اختیار کی ۔

جانِ فدای آن نمک زار سیاہ
 بی نمک آنجا نمیروید گیاه
 میری جان اس سیاہ رنگ نمک زار کے قربان ہو، وہاں تو سزی بھی
 بے نمک نہیں آگتی ۔

فکرِ ہا رنگین و رنگین خوہا
 رنگِ بیرنگی عیان ہو رویہا
 ہند کے افکار اور عادات سب رنگین ہیں، اور اس کے چہرے پر دیرنگی
 کا رنگ عیاں ہے۔

لشکرِ یونان از آنجا رم گرفت
 عبرت از کارِ بنی آدم گرفت
 یونان کا لشکر وہاں سے ہوا اور اس نے بنی آدم کے اعمال سے
 عبرت حاصل کی۔

شد عرب در ہند و وحدت پی فکند
 عاقبت آنجا عرب ہم نی فکند
 عرب ہند میں پہنچے اور وحدت کی بنیاد رکھی جس کے آخر عرب بھی
 وہاں سے لوٹنے پر مجبور ہوئے۔

ترک آنجا ترکی از سروا گرفت
 فارسی بود آنکہ آنجا پا گرفت
 ترکوں نے وہاں ترکی ترک کردی، فارسی ہی رہی جس سے وہاں اس کے
 قدم جمائے۔

ایزدی بود آشنائی های ما
آشنا داند صدای آشنا

ہماری شہ سے آشنائی خدا کی طرف سے بھی، آشنا ہی آسم کی آواز کو پہچانتا ہے ۔

ہند و ایران آشنایان ہم اند
ہر دواز نسل فریدون و جئند

ہند اور ایران باہم دوست ہیں دونوں فریدون اور جم کی نسل سے ہیں (یعنی آریائی ہیں) ۔

آنکہ گندم خورد و دوز از خلد ماند
در سراندیب آمد و گندم فشاند

وہ جس نے گندم کھائی اور حب سے نکلاگ (حبصوب آدم) وہ سراندیب میں پہنچا اور وہاں گندم کی کاشت کی ۔

خاک عند از خلد دارد بہرہ ہا
رنگ آن گندم عیاں بر چہرہ ہا
پس ہند کی خاک نے جنت سے بہرہ برداری کی اور اسی گندم کا رنگ ہندیوں کے چہرہ پر ظاہر ہے ۔

۱۔ اشارہ ہے اس منہ کی طرف نہ حبصوب آدم سے بلکہ سراندیب (جنوب ہند) کے حریرے پر نزول فرمایا ۔

گرچہ گندم گون و میگون آمدیم
 ہر دو از یک خمرہ بیرون آمدیم
 اگرچہ ہم اور ہندی گندم گون اور سگون ہیں، ہم دونوں ایک ہی
 خمرہ سے پکے ہیں۔

چون دیوژن خم نسینان حقیق
 وز فلاطون و دیوژن استیم
 ہم دیوژن کی طرح جس کے خم میں سناہ گزیر ہیں اور ہم فلاطون
 اور دیوژن سے قدیم تر ہیں۔

ساغری گیر از می ترفان ہند
 نوش باد پارسی گویان ہند
 ہمہ کی مٹے عرفان سے بھر کر سامدر شاہ میں آوا، ہند کے پارسی کو ساغریوں
 کی سراپ نوش کرو۔

یادی از مسعود سعد راد کن
 بعد یاد روئی استاد کن
 ندائی مقام مسعود سعد کر، یاد، بھر سعد روی کر، یاد، کر۔

آنکہ چون سعدی سخن گوی نواست
 بلبل گلزار دہلی خسرو است
 اور وہ جو سعدی کی مانند شعر سرا ہے، دہلی کے باغ کا بلبل خسرو

ہے۔

۱۔ فلاطون اور دیوژن قدیم یونان کے مشہور فلسفی تھے۔

حمسہ خسرو کہ تقلیدست فرد

با حکیم گنجوی جوید نبرد

خسرو کا خمسہ غلبہ کا لاجواب نمونہ ہے ، جو حکیم گنجوی کا مقابلہ کرتا ہے ۔

طبع پاکش مایہ دار فکر بود

صد ہزاران بچہ زاد و بکر بود

اس کی صفت باب حیات کی مایہ دار تھی ، اس کے بطن سے لاکھوں بچے تولد ہوئے اور وہ پھر بھی باکرہ تھے ۔

بزم اکبر شد ز فیضی فیض یاب

دکن از بوالفضل و فیضی یافت آب

اندر کی بزم نشی سے فیض باب ہوئی ، دکن کو ابوالفضل اور فیضی کے دم سے آبرو ملی ۔

با حسن صد لطف و گرمی توام است

در کلاشن آتش و کلا باہم است

حسن کا دلاں سراسر لطف و گرمی ہے ، اس میں ہم اس کی اور گل کو ایک جگہ دپکھتے ہیں ۔

طبع عرفی خوش ہضمون راء جست

داد۔ داد لفظ و معنی را درست ۔

عرفی کی طبع نے مضمون کی طرف خوب راستہ نکالا ، اس نے لفظ اور

معنی کی خوب داد دی ۔

• • •

•

•

با کلیمش ساحران را نیست تاب
 کس نگفت آخر سد پیش را جواب
 اسکے کلیم کا کوئی ساحر مقابلہ نہیں کر سکتا ، کسی نے اس کی یہ
 یتنی کا جواب نہیں دیا ۔

از نظیری و ظہوری دم مزن
 ہند و ایران را دگر برہم مزن
 نظیری اور ظہوری کی بات مت کرو ، اور ہند اور ایران کو جدا مت
 کرو ۔

گر ز تبریز است یا از اصفہان
 هست صائب طوطی ہندی زبان
 خواہ وہ سریز سے متعلق ہے ، اصفہان سے ، صائب طوطی ہندی
 زبان ہے ۔

۱۔ بہار کا اشارہ کلیم کے مندرجہ ذیل نس اسعار کی طرف ہے ۔

بدنامی حیات دو روزی نبود پیش
 آنہم کلیم با تو بگویم چسان گذشت
 یک روز صرف بستن دل شد باین و آن
 روز دگر بکندن دل زین و زان گذشت
 طبعی بہم رسان کہ سازی بعالی
 یا ہمتی کہ از سر عالم توان گذشت

خاک و آمل، دامنش از دست داد
 لاجرم طالب بہندوستان فتاد
 آس کی خاک نے طالب کا دامن چھوڑ دیا ، اور وہ ہندوستان پہنچ گیا ۔

چون کسی را صنعتی غالب بود
 میشتاہد ہر کجا طالب بود
 جب کسی کو کسی صنعت پر سلسلہ حاصل ہو ، تو وہ وہیں جا رہے
 جہاں اس کا کوئی طالب ہو ۔

از ہمایوں گیر تا شاء جہان
 شاعران را بود ہند آرام جان
 ہمایوں کے زمانے سے شاجہاں تک شاعروں کے لئے ہند آرام جاں تھا ۔
 ہند بازار خرید ذوق بود

ہند بکسر عشق و شور و شوق بود
 ہند دہلی سے خریدار تھا ، ہند سراسر عشق و شور و شوق تھا ۔

صنعت و ذوق ہنر ترکیب یافت
 کاروانہا جاب دہلی شتافت
 صنعت اور ذوق ہنر آس میں مل گئے اور قصے دہلی کی جاب روانہ
 ہو گئے ۔

بس روان شد کاروان در کاروانہ
 تنگہای دل پر از کلاہی جان
 بیندار نارون انک دوسرے کے سجھے روانہ ہو گئے ، ان کے دل سجھے
 روحانی مال و متاع سے پر تھے ۔

• • •

•

•

رَشک غزنین گشت بزم اکبری

نغمہ خوان ہر سو ہزاران عنصری

بزم اکبر رشک غزنین بن گئی ، ہر طرف ہزاروں عنصری جیسے شاعر
نغمہ خوان تھے ۔

بزم نورالدین گلستانی دگر

در گہ نورجہاں جانی دگر

بزم نورالدین (جہانگیر) ایک نیا گلستان تھا اور نورجہاں کی درگاہ
ایک نئی روح کی حامل تھی ۔

بذلہ گو از شاہ تا پاؤ ہمہ

پیش یک مصرع زدہ زانو ہمہ

دشہاہ سے لیکر خواتین تک سب بذلہ گو تھے اور ایک مصرع کے سامنے
وہ دو زانو تھے ۔

جوش ایہام و مثل چون موج آب

نکتہ بر ہر موج خندان چون حباب

شعر میں ایہام اور تمثیل موج آب کی طرح رواں رہی اور ہر شعر موج پر
حباب کی مانند نکتے مسکرا رہے تھے ۔

کار تاریخ و تتبع تازہ گشت

صنعت انشا بلند آوازہ گشت

تاریخ نویسی اور تتبع کا کام تازہ ہو گیا ، فن تاریخ کی سمجھ بوجھ
بسیار ہوئی ۔

در لغت فرهنگ ها پرداختند

لعیبا در دین و حکمت باختند

زبان کے لئے انہوں نے فرهنگ تارکے اور دین و حکمت کے مسائل پر کام کیا۔

کار نقاشی بسی بالا گرفت

خوش نویسی پایہ والا گرفت

مسانی کے نام نے نرفی کی اور خوش موسی کا معیار بلند ہو گیا۔

صنع معماری بسی پیرایہ یافت

ذوق حجاری فراوان مایہ یافت

معماری کی مسعے گون گون رہی کی۔ اس حجاری نے بہت اہمیت حاصل کی۔

ثروت و جاء و رقاء و خرمی

صلح و عیش و خوشدلی و بیغمی

بروب و حاء و رقاء و خوشی اور صلح و عیش خوشدلی اور عی

چشم شور اختران راخیرہ کرد

ہر طرف خصمی برایشان چیرہ کرد

یہ ۔ کسکے سناروں کی اکھیں خمرہ شہ سنی اور ساروں نے غور و غور

سے دشمنوں کو اکسانا شروع کیا۔

نیست کر آن کروفر نظمی بیاست

رفت اگر آن کیف کیفیت بیجاست

اگرچہ وہ کروفر نہیں پھر بھی کچھ نظم موجود تھا اور وہ ۔ عی و عیش

ہوا اس کی کیفیت باقی رہی۔

• • •

•

•

نہیں گے دہلی ز اکبر پر خوش
میزند ہر گوشہ دیگ علم جوش

گرچہ اب دہلی اکبر کے زمانے کی طرح بر خروшо نہیں ، ہر گوشہ
اس دیگ علم میں ابال آ رہا ہے ۔

ور نمیشند بہر کل صد ہزار
باز نالد قمری بر شاخسار

اگرچہ ہر بھول پر اب سینکڑوں ہمدیں سسکرا نہیں رہیں ، پھر بھی شاخساروں
سے قمری کے نالے کی آواز آرہی ہے ۔

غالبی آمد اگر شد طالبی
شبلی ہست ار نباشد غالبی
گر طالب رخصت ہوا تو غالب آگیا اور اگر طالب نہیں ہو سکی ہے ۔

بیدلی گر رفت اقبالی رسید
بیدلان را نوبت حالی رسید
اگر بیدل رخصت ہوا تو حال پہنچ گیا ، اور بیدلین میں حال کی حد
سدا ہوئی ۔

ہیکلی گشت از سخنگوئی بہا
گفت کل الصيد فی جوف الفرا
ہاں ہیکل کی شکل اختیار کرلی اور کہا وہ تمام شکار کورخز
کے ساتھ ہے ، جس سے ہیکل کی تمام تر باتیں پتہ چلیں ۔

عصر حاضر خاصہ اقبال گشت
واحدی کڑ صد ہزاران پر گذشت

عصر حاضر خاص طور پر اقبال کا زمانہ ہے، وہ فرد جو لاکھوں سے
بازی لے گیا۔

شاعران گشتند جیشی تار و مار
وین مبارز کرد کار صد سوار
ساعر ایک شکست خوردہ فوج کی طرح تھے، مگر اس مبارزہ کرنیوالے نے
سینکڑوں سواروں کا کام کیا۔

عالم از حجت نمی ماند تہی
فرق باشد از ورم تا فرہی
دنیا کبھی حجب سے خالی نہیں رہتی، (قدرتی) موٹاپے اور ورم میں
فرق ہوتا ہے۔

تین ہمت را کن ای ہند عزیز
با فسان جرات و امید تیز
اے عزیز ہمت، اپنی تین ہمت کو جرات اور امید کی فسان پر تیز کر

صنعت و علم و امید و اتحاد
کسب کن پیرا رہی زین انفراد
صنعت و علم و امید اور اتحاد کو حاصل کر تاکہ اس اترای و نای
سے نجات پائے۔

• • •

•

•

بار دیگر چوں ملک پران شوی
آنچه اندر و ہم ناید آن شوی

ناکہ دوبارہ نو فرشتوں کی طرح پروز میں آئے اور نو اس مقام پر پہنچ
جائے جو وہم و گمان سے بھی باہر ہے۔

نکتہ ای گویم سخن کوتہ کم
خاطر پاک ترا آگہ کم

ایک نکتہ کی بات کہہ کر بات کو مختصر کرتا ہوں اور تیرے پاک دل
کو اس حقیقت سے آگاہ کرتا ہوں۔

شمہ ای در حال و استقبال تو
ہن نہ من گویم کہ گفت اقبال تو

تیرے حال اور مستقبل کے متعلق چند الفاظ کہتا ہوں، لیکن میں نے
نہیں، تیرے اپنے اقبال نے کہا ہے۔

زندگی جہد است و استحقاق نیست
جز بعلم و انفس و آفاق نیست

زندگی جہد و کوشش ہے، محسوس زندہ رہنے کا ہی ہے معنی ہے۔
اور حیات بجائے انفس و آفاق کے علم ہے اور کج ہے۔

گفت حکمت را خدا خیر کثیر
ہر کجا این خیر را بینی بگیر

مدا۔ حکمت کو خیر کثیر کہا ہے، جہاں سے سچے میں حکمت
اتے شامل کرے۔

غافل از اندیشه اغیار شو

قوت خوابیده ای بیدار شو

دوسروں کا خیال اسے دے سے نکال دے تو سوئی ہوئی قوت ہے، بیدار ہو جا۔

نامیدی حربہ احریمن است

پیشش آفت و آسمانی جوشن است

نامیدی حیل کا حربہ ہے، گر تو ایگے بڑھے تو اسے دسرا جوشن

بن جائیگا۔

جوشن امید را برخود پیوش

روز و شب تاجان بتن داری بکوش

امید کا جوشن میں لے جب تک سرے جسم میں حال ہے روز و شب

کوشش کر۔

خویشی را خوار و زیون کسی بدان

در نرد زندگی واپس بدان

اپنے آپ کو کسی کا خوار و زیون مت سمجھ، زندگی کی جنگ میں

کمزور تصور مت کر۔

زین قناعت پیشگی پرهیز کن

مرکب ہمت بجولان تیز کن

قناعت پیشہ بننے سے پرهیز کر، اپنے مرکب ہمت کو حوالی میں

بر کر۔

ہمت از آمال کوچک باز گیر
تا فراز کہکشان پرواز گیر
چھوٹی چھوٹی امدادوں پر ہمت سے لگا کہکشان کی بندوبستوں پر پرواز
شروع کر۔

این کسالات و تن آسانی پس است
تربیت آموز ، نادانی پس است
یہ تن آسانی اور بے ہمتی حتم کر، نعمت حاصل کر، نادانی ختم کر۔
زندگی جنگست و تدبیر معاش
زندگی خواہی چو مردان کنی تلاش
زندگی جنگ ہے اور تدبیر معاش ہے، اگر بے زندگی رہا جائے گا تو
مردوں کی طرح جستجو کر۔

فقر و درویشی در استغنا نکوست
با غنا شوم صوفی و درویش دوست
استغنا کے ساتھ فقر و درویشی اچھی ہے، غنا کے بغیر فقر سے دوست
چھوڑ اور صوفی اور درویش کا دوست بن۔

فقر و درویشی تباہت میکند
در دو عالم روسیاست میکند
فقر و درویشی تمہیں سہا کر دیگی اور دونوں عالموں میں روسیاست کر دیگی۔

۱۔ اشارہ بحديث شریف امیر سوادالوہ فی الدارین و مراد فقر و تنگدستی اس
لہ مرد برای معیشت روزانہ تہذیب بیچارہ باشد و کارش بسوال بکشد۔

گر بترسی درد و رنجت در قفاست
خیز و جنبش کن کہ گنجت زیر پاست

اگر تو درنا ہے تو درد و رنج میرا بیدیا نہیں چھوڑینگے، اسے اور حرکت
کر کہ خزانہ تیرے پاؤں کے نیچے ہے۔

جڑبکی نبود سراپای و جود
قطرہ قطرہ بحر دریای وجود
سوائے وجود سوائے (ایک) کے اور کچھ نہیں، قطرہ نثر وجود کے
سمندر میں بحر ہو جاتا ہے۔

از جدائی بگذر و مانوس باش
قتلرگی بگذار و افیانوس باش
حق و نفاق چھوڑ دے انس پیدا کر، قطرے کے وجود میں علیحدہ
ہو جا اور سمندر بن جا۔

جز براہ یکدلی سالک مباش
بحر یکنانی شو و مشرک مباش
سوائے مکرو کے دوسرے کے ہمہ سب رنید (ایک) میں بحر ہو جا اور
مشرک مت بن۔

کثر دانی چیست ؟ کثرت باختن
از یکی سوی دو تائی باختن
جانتے ہو کثر کیا ہے ؟ کثرت کو وجود میں لاں اور وحدت سے دو س
نی صرف جانا۔

ہوی وحدت ہوی و دست از شرک شوی
متحد باش و بترک کفر گوی

وحدت کی طرف سے اور شرک کو ترک کر دے ، متحد غریب اور گس
تہ ترک کر دے ۔

ای بہار از ہند دم بامن مزن
پیش از این پر آتش دامن مزن

ی بہار اب ہند کی بات سمجھتے کہ کر ، میری آگ کو اس سے دلاؤ
نہ بیڑکا ۔

کز فراق ہند بس دلخستہ ام
نام ہند است این کہ پر خود بستہ ام

میں ہند کی جدائی سے بہت دلخستہ ہوں ، میں نے ہند کے نام سے
اپنے اختیار سے ۔

نام اصل ہند باشد بہ بہار
جذب گردد کہ بہ بہ بھی اختیار

ہند کا اصل نام بہار ہے (اسد) ، بہار چاروں طرف سے بہت
جذب (پڑی چیز) میں جذب ہو جاتی ہے ۔

میں بہار سے جدا ہو رہی ہوں

دل لہانی رہ رہ رہ رہ رہ رہ

میں بہت ہی بہار ہوں اور میں رہی ، میں ظہور میں نہ آ رہی ہوں

ظہور (بہار) کی بہار میں بہار میں بہار ہے

بہار

طوطی بازار گانم من مدام ۱
 طوطیان ہند را گویم سلام
 میں ہمیشہ سوداگر کے طوطے کی مانند ہوں اور طوطان ہند کو سلام
 بھیجتا ہوں ۔

ز آرزوی دیدن یاران ہند
 میچکد از دیدہ ام یاران ہند
 ہند کے دوستوں کو دیکھنے کی آرزو میں میری آنکھوں سے ہند کی
 بارش جاری ہے۔
 آرزو ہر نوجوانان عیب نیست

لیک ہر پیران فزون زہن عیب چیست
 نوجوانوں کے لئے آرزو کرنا بری بات نہیں ، لیکن میرے لئے اس سے بڑھ کر
 عیب نہیں ۔

عمر من در زحمت و محنت گذشت
 میروم اکنون سوی پنجاہ و ہشت
 میری عمر تکلیف اور رنج میں گزر گئی ، اب میری عمر اٹھاون سال
 کی ہو گئی ہے ۔

در همین ہنگامہ چالاکی سزا است
 من نیم چالاک و دوران بیوفاست
 موجودہ وقت میں چالاکی کی ضرورت ہے ، میں چالاک نہیں ہوں اور
 زمانہ بے وفا ہے ۔

۱۔ اب رہ ہے مشوی معنوی کے قصہ کی طرف تک ابراہی ساحر کے پاس
 ایک طوطا سوداگر کو ہندوستان کا سفر درپیش تھا۔ طوطے نے سوداگر کے
 ہاتھ ہمدی طوطوں کے لئے پیغام بھیجا۔

لا علاج از دور موسم روی ہند روی گبر و مسلم و ہندوی ہند

مجبوراً میں دور سے ہند کے چہرے پر موسم دیا ہوں۔ آئیں پرسہ،
مسلمان، عیسوی، تمام لوگ جو ہند میں رہتے ہیں سب کو موسم دیا ہوں۔

پس پیامی میفرستم سوی یار در لطافت چون نسیم جوہار

میں دوست کی طرف ایک موسم بھیجتا ہوں جو لطافت میں سے موسم بہار
کی مانند ہے۔

گوہم ای ہند گرامی شاد باشی سال و ماہ از بند عم آزاد باشی

میں تمہیں ہوں کہ ای ہند گرامی خوش رہو، سال و ماہ بند کے
سے آزاد ہو۔

از سر اخلاص دادم این پیاء ہان سخن کوتاہ کردم والسلام

میں نے یہ پیغام خلوص دل سے دیا ہے، میں بات کو مختصر کرتا
ہوں اور حق کو سلام بھیجتا ہوں۔

— ۵ —

اس کے بعد اپریل ۱۹۵۰ء میں ممبئی صدر ہزار — ۳۰
اول ۱۰ حدیث کے دورے کے لیے صدارتی حکم نامہ میں فرمایا:

تاجپسٹوئی مسیحیوں نے دہلیویات کسی دوسرے ملک کے بعض
 مروجہ شے کو سب سے پہلے اس ملک کے مرقی ذخیرے اور وہ فوائد
 جو وہ ان ذخیروں سے حاصل کر سکتا ہے، اس کی جگہ کے سامنے
 مجسم ہو جاتے ہیں۔

جب کوئی تاجر اور سرمایہ دار کسی دوسرے ملک کو لے لے
 ہے تو سب سے پہلے وہ مرقی معاملات، ان دین، بارار و عمرہ کی حالت
 اور مرقی ممالک و ممالک کے خیال میں اس کو سوچے لگتا ہے کہ
 اس طرح اس ملک سے سود و زر اکٹھا کیا جاسکتا ہے۔ انکے جب
 نہیں ایک شاعر، دانشمند یا اہل دل کسی ملک کے مصلحتی سوچتا
 ہے، بلکہ ہر ایک سے پہلے اس ملک کے علماء اور غریبوں اور ان کے

تاجپسٹوئی مسیحیوں نے دہلیویات ز ملک و کشوری مادہ ملک، تاجپسٹو
 و عدالت و ذخیرہ مصلحتی آنکسور و میراں لے مسوان و آشیای مصلحت و رد،
 در برابر چشم وی جلوہ بینماید۔

۲۔ لکھنؤی مسیحیوں نے سرمایہ دار ز کشوری مادہ ملک، تاجپسٹو
 ار معاملات جاری و مذہبی و اسرار و مرقی و اباب جاری ان
 کشور باد بینماید و درابن معنی غور و تأمل میکند کہ از چہ راہ مسوان
 سیم و زور را بہ چنگ آورد۔

اما ہر وقت دانشمندی، شاعری و صاحب دلی در مورد ملک و کشوری
 فکر میکند، بیشتر از ہر چیز و قبل از علم، علماء و غریبوں آنکسور و باد،

[illegible]

میں نے اقبال کو مسلمان عظیموں، عالموں اور ادیبوں کی نو سو سالہ
توسیس اور جہاد کا خلاصہ اور رہدہ اور اس نو سو سالہ تاریخ کا بچہ ہوا
مردہ گرد نا۔ اور داستانوں اور شہرہوں اور ذکر بڑی بڑی اسلامی
بتحسینوں کا ذکر کرنے کے بعد میں نے اسے ممدوح کے معنی میں کہا :

یہ زمانہ خاص طور پر اقبال کا زمانہ ہے

اقبال جو اکیلا لاکھوں سے بازی لے گیا

شاعری نے ایک عیسہ کی شکل اختیار کر لی اور کہا :

نماہ سکار گورخر کے سٹ میں میں (یعنی شاعری کی نام نہاں میں)
(میں موجود ہیں)

شاعر ایک ہمال شدہ فوج کی مانند تھے ،

لیکن اس ایک جنگجو نے سو سواروں کا کام کیا ۔

مسمومہ بزرگ معری و سادش ملامہ ذکر محمد مال رحمتہ اللہ علیہ بود ۔
س اقبال را خلاصہ و زاوہ مجاہدات و مہاسی حاویہاں رحمتہ اللہ علیہ
سازمان و عالمان و ادبی اسلامی و مسمومہ رسدہ و ذمال مسمومہ اس عرصہ
مہمہ سالہ داستان و س از ذکر داستان و عرصہاں و رحال اسلامی
دربارہ ممدوح خود چنین گفتم :-

عصر حاضر خاصہ اقبال گشت

واحدی کز صد ہزاران پر گزشت

ہیکلی گشت از سخن کوئی پیا

گفت دکل الصيد فی جوف الفراء

شاعران گشتند جیشی تار و مار

وین مبارز کرد کار صد سوار

نہایت مہسوس اور روح کی بات ہے کہ ایک صدی سے زمانہ عرصہ
 کی غیر ملکی حکومت کے استبداد کے اثر اور تسلط کے نہیں چاہی
 وہ سے۔ ان اور یہ رہے ہندوستانی رہائشیوں کے درمیان رابطہ اور
 تعلقی قطع ہو گیا۔ یہی نہیں بلکہ وہ ہے اسی تحریکی اور
 رشتہ دوانہاں بھی ہوں جس کا مقصد یہ تھا کہ ہمارے درمیان موجودہ
 محبت، دوستی، حسن معاہدہ اور مدد کے رشتے اور مصروف رہے۔
 کہہ سکتی ہوں کہ یہاں اس کی دلیل ہے۔ لیکن ان قسمہ انگیزوں اور
 تحریکوں کے اثرات وہ سچے نہ نکلا۔ حیران کے تحریکوں کے جس نظر
 تھا، بلکہ وہ انکروں پر اس کی اثرات بڑا، اور اس کی حالت کو
 پاکستان کے بننے کے بعد حقیقت کی صورت میں رونما ہوئی۔ اس
 بڑی اسلامی حکومت کے وجود میں آسکے بعد، ڈیڑھ سو سالہ
 وزی اور متحدہ برصغیر اور ہمارے رہائشیوں کے درمیان حائل

بہت سے ایسے و ذریعے ہیں۔ یہ سب سب ہی استعماری ملکوں اوروں کے
 یہ راستہ و حصہ، جسے یہاں براں و برادراں ہندوستانی وی مخصوص کر دیا
 ہوا ہے۔ یہ سب تحریکی و مقصدی اثرات ہیں کہ وہ یہاں تک کہ وہ
 رہائشی موجودہ ہستی و زندگی و حسن معاہدہ، اتحاد برمی میں ہا
 برادراں ہا را مخصوص و سادہ بدل ساز ہے۔ اسکی شجوبہ اس نہیں ہے
 راجہ اس کے بعد ہی پختہ و سہ و سہ و سہ و سہ و سہ و سہ و سہ و سہ
 اصلی باز میگشتہ است۔

بشمعی مخصوصاً پس از بوجود آمدن پاکستان تحقق ہوا۔ اسی
 از ایجاد این دولت بزرگ اسلامی یکبارہ پردہ ضخیم و سنگین ہوا و

اب مجھے اسد ہے کہ ہمارے تاریخی ارباط اور ہمارے
 بزرگوں کے سعی اور شہرتی ہمیں وحدت و حرک کا نخل ہمیں
 مسر شونہ - سری آرو ہے کہ یہ دو مدیج اور ہر طراوت گسین اور نعمت
 سے ہلا مال دو بوستان (ایران اور پاکستان) ، پاکستان کے دو
 حقیقہ العرب بانیوں کی روحوں کی مدد اور دونوں ملکوں کے علماء اور ادباء کی
 سعی و کوشش سے آس میں اسے گھل میں جائیں کہ تمام ظاہری خطوط
 حاصل اور سعی رکھیں ان کے درمیان سے اٹھ جائیں اور اس سحر
 اور مصحح اقصیٰ کی آرو اور مقصود کا ایک اہم حصہ یعنی وحدت
 شریقیہ اور یہ حبشک ایران و پاکستان (جو ایسا کے
 دو بہہ دروازے ہیں) کا سعی ہے، پورا ہو اور ایک صحیح شکل
 میں ظاہر ہو جائے۔

اسوں ابدوارم مہوش و محصولات گرانہائی کہ نتیجہٴ سوانح تاریخی
 و سعی برزوں و وحدت و ہلاکتی ہزاراں سے اسے ہی شمع سائے و راہنہ ہر شہ
 آمد و اس دو گسین مدیج و طراوت و دو بوستان سری و ہر نعمت ہمد شہ
 روح ہر قیوم ہائے اقصیٰ جہاں ہر اقلہ و روانہ ایک غارتہ ذکر
 محمد امین طاب ثراہ دو موجد بزرگ پاکستان و عرب و سعی روز ادروں
 دانشمندان و علماء و ادباء دو کشور حیاں یہ نکر مشکل کردہ کہ حد
 حاصل موری و وحدت حاصل ہر سبب ہمد از میان ہر خیزد و قسم اقصیٰ
 آرو ہ امال آل ہاسر و مصحح بزرگ (یعنی وحدت سری) لا اول در مورد
 ایران و پاکستان، دو دروازہ بزرگ ایسا صورت واقعی وجود گیرد و ہر راست
 ہمد

یہ ایک حرب المثل ہے کہ شاعر کی فال اثر رکھتی ہے ہم ایران میں دیکھتے ہیں ایران کے نامدار شاعر اور حکیم اور الفیہ فردوسی طوسی رضوان اللہ علیہ کی نیک نال جو منزلہ خدائی الہام کے تھی، کس قدر مؤثر واقع ہوئی، اور اس نے کس طرح ایک کٹھری ہوئی قوم پر ایک عکس حورده ملک ڈال دئے الہامی اور آسمانی کلام سے زندہ کیا! بلکہ یہ کہہنا بہتر ہوگا کہ تفسی سے وجود میں لایا۔ بالکل ایسے ہی پاکستان کے وجود میں آنے کا واقعہ ظہور بدر ہوا ہے۔ ان تمام مخالفتوں اور عہدوں کے وجود میں آنے کی راہ میں حائل تھے، ہم نے دیکھا کہ کس طرح وہاں لاکھوری راجو حاکم کی طرف سے مذہب نہیں کا جہاں جس اور دل انگیز عرصہ اور اس کی ساری نال اور اس کی حاویان سمیت نے اپنا اثر دکھایا اور ایک زندہ اور حورداں ملت اور عظم النبال اور مصر ملک وجود میں آئے۔ لہذا یہ

حرب المشی اس کہ فال شاعر کا رگر اسب . عاصمہ و سرور
ایران دردم سخندان شاعر و حکیم نامدار ایرانی اندام فردوسی موسی
رضوان اللہ علیہ و فالہای جوسی کہ ار اہمات بردای بودہ حکوہ و سار
انباد . ملتی سرخس شدہ و کسوری سار و سار و سار و سار و سار و سار
کیماب تہدای خود زندہ کرد . دل ار جز عدم و وجود آورد . عدا و عود
و لسان و انہم مخالفیہا و مذہب شائکہ درمیان بودہ و سار و سار و سار
جہاں جس و سار دل انگیز ابال لاکھوری کہ مذہب میں عہد شدہ و سار و سار
فرحی کہ زد و آثار حاویان و باشندہ انکہ منتشر نمود سار و سار و سار
و حاوند و مملکتی عظم و معید بوجود آورد . جس میں سب نسبت ڈال دئے
سر مانند برادران پاکستانی خود قدر چین ناعدای را دالہ و سار و سار

تس وجہ سے کہ شہ نے بھی اپنے ہا کستانی یہاںوں کی طرح اس نے وہ
 روکار کی ویر پہچانی اور اس کی سبب سے ویر حاوران سبب کے بہتر
 ہے۔ تاکہ انوں کو حق ہے کہ جس طرح شہ حکم اور انی ویر فردوسی
 سے اس کو اسلامی اور انی اور ہفوس گودانی سے وہ اس حال لاہوری
 و جس کی یاد میں آج تک جسے رہا ہے ہا کستان کے موجد اور انی ویر
 مشرق میں صلح و امن کا بہت بڑا سہارا سمجھیں۔

جس نے اس کہہ دیا کہ انوں کو بھی اسد ہے ایران اور ہا کستان سے بھی
 ہمدردی، جس سبب سے اس دوستی اور مفسوس اور محکمہ اسان کے رہا اور
 وین اس کی صلح اور اس نے ایک ہمدار اصول رہا ہے کہ کہہ سکتے۔
 بھی سبب ہے کہ انوں کی بہت حرکت اور ان کی آرزوں کے سبب (خصوصاً
 جب اس حرکت اور آرزو کی بنیاد سے اور عالم انسانیت کی بہبودی ویر اس
 کی ترقی پر رکھی گئی ہو) کوئی طاقت نہیں ٹھہر سکیگی۔

و ویر سبب و سبب ہمدردی صلح ہمدردی ویر ہمدردی ہمدردی ہمدردی
 و آواز ہمدردی او اعتراف دارم و جس ہمدردی ہمدردی کہ ہا کستان حکم و
 بعد اسد فردوسی سے ویر ہمدردی و ہا کستان اسلامی میں ہمدردی ہمدردی
 اس لاہوری را ہمدردی کی از حدت ہمدردی او را رحمہ اللہ ہمدردی
 ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی

امیر ویر ہمدردی کہ ہا کستان ہمدردی ہمدردی و جس ہمدردی ہمدردی
 و روانہ ہمدردی و ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی
 را ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی
 ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی ہمدردی

یہاں مناسب ہے اقبال کا ایک شعر تبرکاً پیش کیا جائے۔

فارغ از اندیشہ اغیار شو
نوت خوابیدہ ای بیدار شو

تو دوسروں کے خیالات اپنے دل سے نکال دے
تو سوئی ہوئی قوت ہے بیدار ہو جا

اقبال اور محیط طباطبائی

..... مجسمہ طباطبائی سب سے پہلے اسرائیلیوں میں سے ہیں جو گہرے سوز و
صال کے دلام اور اس کی شخصیت سے متاثر ہوئے اور جنہوں نے اسرائیل میں
محاورہ دو سال سے روسس کرائے کی کوسس کی۔ اقبال سے ان کی مثل سال
یک خط و کہیں رہی اور حب ہم ارن کے اس سناں اور ادبی ماحول میں
نکدے میں جس میں محبت وصال کے دلام کو راج دے کی توسس پر ہے
پہلے تو بعد سے ہو ہے۔ لکن آج اسرائیلیوں میں اقبال کی مہربان شہادت اور
ہم امدادہ شریکیتیں ہیں کہ محبت کی کد لسی اور رسی اور رسی اور
محبت سناں میں۔ وحید دہسگر دی اور ہمارا اسی سناں میں ہے۔
..... جنہوں نے اقبال میں اقبال کے دلام کو سناں امدادہ۔ مہربان۔ مہربان
و ہر جہی دارشہ اور اس ہضم تک ہے اور رسی اور رسی اور رسی
کہ مہربانید :-

فارغ از اندیشہ اغیار شو
نوت خوابیدہ ای بیدار شو

نمبر میں سدا ہی سے اقبال آسمانِ شعر فارسی کا ایک نہایت درخشاں ستارہ تھا۔
محیط کو اقبال کے کلام میں فارسی شاعری کی نئی زندگی دکھائی دے
رہی تھی اور اس کا دل اور اس کی آنکھیں اقبال کی ملاحات کے نئے ہمیشہ پیدار
تھیں۔ مگر خدا کو متصور نہ تھا۔ اور محیط کی آرزو دل ہی میں رہ گئی۔

جب تک پہلے جس شخص نے اقبال کو صحیح طور پر افسانوں کے سامنے
پیش کر سکی عرصے سے مقالات لکھتے اور اسے پہلے کا ایک خاص نمبر
اقبال کے لئے وقف کیا، محیط ہیں۔ آج اس خاص نمبر کو جو
گزارہ سال پہلے پھران میں چھپا مطالعہ کریں تو ایک عجیب دور و گراز
سے دوچار ہوتے ہیں۔ حالانکہ محیط اور سعد نفیسی کے مجموعہ پہلے جن
سے متاثر ہو کر اقبال نے کہا :-

نواہی من بہ عجم آتش کہن افروخت

عرب ز نغمہ شوقم هنوز ہی خبر است

محیط نے اردی بہشت ۱۳۲۳ (مطابق ۲۵ اپریل ۱۹۳۴ ع) کو
جو خاص نمبر شائع کیا شاعر نے تاریخی اہمیت رکھتا ہے۔ اس میں
جن کے مقالات اس سب کے سب محیط کے اسے دور تک اور ان کو مزید
مستور رکھتا ہے کہ اس وقت تک اقبال کے شعری اثرات میں نہایت کم
معمولیات پہنچی تھیں، محیط نے اس دور کی باتوں کے لئے کس قدر کوشش کی
ہوگی۔ محیط کے اس شمارے میں سے اقتباسات درج کئے جاتے ہیں
جن سے محیط کی اقبال سے عقیدت اور محبت اور اس کی وسعت و عموماً کا
چلتا ہے۔

”محیط کی آرزو“ کے زیر عنوان آوی محیط لکھتے ہیں :-

”غیر پرس گزریے مجھے امید تھی کہ افغانستان کے مہیبت میں
ہندوستان کے معروف فلاسفر اور شاعر ڈاکٹر اقبال سے ملاقات ہوگی۔
مگر خدا کو منظور نہ تھا !

اس کے ایک سال بعد میری آرزو یہی کہ فرخوسی کے عرار ساتھ جس
میں ہندوستان کے سب سے بڑے ”فارسی زبان کے شاعر“ کو ملوں اور
عرب کے ادب و فضائل کے حیرت انگیز کی حد تک سے دیکھوں۔
خدا کو یہ بھی منظور نہ ہوا !

یہ سال گزریے میری رات گریبا کے سوس رہا۔ ”وفا“ کے حلقے کے موقع
پر جلسہ کی انتظامیہ کمیٹی نے ڈاکٹر اس مہادھب میں ”رشتہ کے شجرے“
دعوت بھیجوائی۔ اس طرح اقبال سے ملاقات کے لئے ایصالِ سامان ہو گیا۔
”اصل متن فارسی یہ ہے۔“

”سرد سال جس گمان بگردہ در صاحبِ رعنائی ہوں و زلف
ڈاکٹر اقبال شاعر و فیلسوف معروف ہندوستان نصیبم خواہد شد،
ولی خدا بخوابست !

سال بعد از اس آرزو داسہ در جس ہزارہ فرخوسی رشتہ میں
مہادھب فارسی زبان ہندوستان را صاحبِ سخن اچھا ادا و فضیلتی ہوں و عرب
بناکرہ،

دارم خدا بخوابست !

یہ سال میں از ان کہ از طرف ”مہادھب“ میں ”سرد سال“ میں
”مہادھب“ میں ”دارم خدا بخوابست“ کی ”کناکرہ“ ادب ہندوستان

شوگر مکس جنوب آمد جو سرح السیر د ل کے ذریعہ پہنچا کہ یہاں
 میں بھی اتنی ذر سے ملا کہ غمگینوں کے سحر د موقع مگر حد یہ۔
 اور میں اس قبض سے محروم رہا۔

میں نے گھر کے غمگینوں میں وہاں کی چھٹیوں میں گھر کے بیچ
 پر شاندار جشن منانا گیا۔

میں نے یہ شاندار جشن دو سو سال کے ملکر غمگینوں میں منایا۔
 یہ جشن جنوب پر ہونے میں اس کے سحر و سحر کی شہادت ہے۔
 نچمن قائم کریں۔ لیکن روت کے شائع نے مہلت نہ دی اور اس جشن
 کی خبر دے کے دو ماہ بعد اس کی وفات۔ اور یہاں تک کہ اس آج
 آج سے سات سال پہلے روت کی طرف سے اس کی خبر کے غمگینوں
 حرج و مرج نہ ہوئے۔ اس کے بعد اچھا حس میں اسے غم و غم کی
 سحر و سحر۔ اسے برای روت اقبال بہت یاد ہے۔

وہ باندازہ ای این دعوت نامہ کہ با پست سرح السیر فرستادہ شدہ
 یہ ذر بہرہ میں رہا کہ ذکر بھالی برای مسافر شدہ
 نمائندہ بود و از آن قبض محروم ماندہ۔

شنت سال جشن کہ در خندوستان مال شنت و ششم عمر اقبال را جشن
 کہ شہر آفرینہ، برجی ا دوستوں دوستوں میں سادی و برادران دوستوں
 سرکت کشید و در تہران پیاس مقام شعر و دب او انجمنی فراہم آورید۔
 ولی دست اجل مہلت نداد و دو ماہ پس از وصول خبر نمائندہ
 واقعہ نا گوار رحمت او روداد۔

شنت سال پیش از این تہ باد احسار دروہاں سر او را۔

و امدودی و ارجسی و مدح الزمان ہمدانی و رشید و طوائف کو اسی طریق سے
 دکھائے ہیں جس سے حادثہ و احوالہلا و بہا الدین زہیر اور دوسرے عربی
 زبان کے ادیبوں کو اور وہ اس باب کا کوئی فرق محسوس نہیں کرتے کہ معری
 سے ہیں ارجسی حوزستان میں اور بہا الدین ضمیر مصر میں اور صواع خوارزم
 میں رہتے تھے ۔ یہاں معیار وہ خدمت ہے جو ان میں سے ہر ایک نے
 عربی ادب کی خدمت دی ہے اسی طرح ہم اسر خسرو اور حسن دہلوی اور
 دکنی کا نام بھی ادرام کرتے ہیں جنہاں نہ جاسی ، خواجو اور
 صائب کا۔

حاجس مانا کرتے ہندوستان میں راسخ و سنجو نگور سے اپنی مادری
 زبان یعنی بنگالی کے علاوہ اسے مقصود کے مان و ترویج کے لئے بکری
 سے قائم اٹھانا اور اس کی ادوات جہاں ہیں شہرت حاصل کی۔

بہا الدین زہیر و سائر بزرگان ادب زبان عربی را می بیند و برای انسان
 مدونی سار نہ معری در سہ و ارجسی در حوزستان و بہا الدین زہیر در
 مصر و وطواط در خوارزم میزیستہ است ۔

میراں در نوحہ بہان حبیبی سب نہ ہر یک از آں سبب ہاد
 زبان عرب شدہ اند ۔ ہمہ طور نہ ما سزا میر خسرو و حسن دہلوی و مصبی
 دکنی را بہاں رجبہ حیراء ہندوستان نہ حبیبی و خواجو و صائب در ہند
 ما منزلت دارند ۔

چہل سال پیش کہ را بیندونات تاگور در ہندوستان علاوہ زبان
 مادری خود (بنگالی) از زبان انگریسی برای بیان مقصود ، و معرفی افکار خود
 استفادہ کردہ از اس را بہرہ جہانی حبیبی نمود کہ سار دیگر ہندوستان

دنائے حاویہ کی طرف روانہ ہو چکا ہے۔ اور اس مہذب میں منہم ہے جہاں مولوی کی راہنمائی میں ایسی زندگی میں سفر کر چکا ہے اور سید جمال الدین و مادر اور دیگر بڑی بڑی شخصیتوں سے ملاقات کر چکا ہے۔ آج اس کی روح مولوی و سعدی و امیر خسرو و مسعود سعد و فیضی و صائب و بدای کی ہمنشین ہے۔

ایران کے روشن فکر لوگ اب شمسہ کے بنے املا کے مہم دور مرسہ کو جان چکے ہیں۔ اور اس کا حق پہچانتے ہیں اور آج اس مجلس کے انعقاد سے بے دیریں اور مصروف معنی کو جو ان کو اقبال کی دہائی سے ہے اب کو آگاہ کر رہے ہیں۔

اختر محیط اپنے انڈیٹر کی مرحوم ساعر سے دوستی کی مادر میں اور اس حق سماند از دعوت اقبال خود داری بردتہ۔ ولی حای اوموس اس امر پر کہ اچمن روابط ادبی ایران و ہند در حدود تحلیل مقام اقبال پر آئندہ اس ساعر سال خاص از ان جہاں حق نہ برای حق رحمت در ہند و در شمال ہند کہ خود پر شری مولوی در حساب خوشن شر نمونہ ازواج سیر جمال الدین و مادر و بررکان دیگر را ملاقات کردہ بود امروز مصروف روح بخودی شمسین مولوی و سعدی و امیر خسرو و مسعود سعد و فیضی و صائب و بدای اس۔

روشن فکر ن ایران در سانس و لاحق ہمسہ مقام سزلب ادبی اقبال را ساختہ و نسبت با و حق سانس بودہ اند چنانکہ امروز ہم با امام اس خمس باد بود نمونہ ای از علاوہ دیریں و اسوار خود را شخص سخیس و سال ہمنہاں نشان میدہند۔

روز نامہ محیط ہم شری دوس جوی دوسہ ایران با ساعر سعد و ہمام

امر کے پس منظر کہ وہ ادبیات فارسی میں اقبال کے لئے بہت بلند مقام کا قائل ہے، ایک نمبر اس کے ذکر خیر اور حالات کے لئے مخصوص کرتا ہے۔
اسی طرح ہماری اس مختصر سی خدمت کو اقبال کی پاک روح و سول کریمگی اور اس کے اور غنہ کے درمیان حقیقی رشتہ میں جو سیاسی معرکہ سے بالآخر ہیں) استحکام کا ذریعہ بنے گی۔

ترجمان حقیقت

ترجمان حقیقت کے زیر عنوان اسی نمبر میں مختصر لکھیے ہیں :-

در جہاں نتوان اگر مردانہ زیست
همچو مردان جان سپردن زند گیسٹ
(اگر دنیا میں مردوں کی طرح زندہ نہ رہ سکیں
تو مردوں کی طرح جان دے دینا ہی زندگی ہے)

وہی ہے کہ ای اقبال در ادبیات فارسی قائل اس شمارہ ای را بہ در خبر و ترجمہ احوال آن مرحوم اختصاص میدہد۔

اسید واریم این مختصر خدمت ما مورد قبول روح پاک اقبال مر
گرمہ ، بوجہ سبب روایت حسن ادب تراں و عمدہ در خارج مرحومہ
تحولات سیاسی فراہم آید۔

ترجمان حقیقت کے زیر عنوان اگر مردانہ زیست
همچو مردان جان سپردن زند گیسٹ
(اقبال)

ابھی ہمہ و ایران کے مشہور شاعر اقبال کی عمر کے چھاسٹھویں سال کے
 جس کی وجہ سے روساں فٹس و ادب دنیا کے گوشے گوشے میں جرسی
 ہارٹ پیچے ان نگہاں میں کی ہوئی کی اسوسا ک حیرے مسرے اور بہت
 ہر اس کے دوستوں اور ارادہ مندوں کے ذریعہ نو ذہن دار اور مد گوار سادہ

میں چند سال سے اس نے اور شخص کی ادبی شہرت میں بڑی اور
 ہرے اور انہیں کے درمیان نمائندہ دوستی کا رشتہ مستحکم ہو چکا ہے۔ ایک
 ماہ پہلے جب اس نے خارجی ممالک کے اخبارات و روزنامہ ۹ جنوری ۱۹۳۸ء
 میں اقبال کے چھاسٹھویں سال کی سلسلہ میں شہرہ آفاق میں حیران کی خبر
 پڑھی تو ہماری طرف سے بھی ایک دن کی ادبی حساب کتاب کیا گیا اور ان
 اقبال کے فارسی زبانوں کے چھ سالہ مطالعہ میں ہمارے لیے منتخب ان دوستوں
 کے موقع پر ایک رسالہ سامانہ تحریر کر کے انہیں ہمہ و ان کی حساب میں
 ہنوز مژدہ جشن شخصیت و شش سالگی اقبال سخن سراۓ نامی ہمہ و
 ان سلسلہ جہان خرمندی و شاد کامی دوستان فضل و ادب اور دربار
 میں کسی ہونے کے ساتھ ساتھ حیران گوار مرگ وی سہاۓ دوستوں و
 ارادتمندان شرق و غرب را داغدار و سو گوار ساخت۔

کارندہ این مشہور مدد رحمت سال میں ہر مشہور شہرہ و ہر
 آبر دی این مرشد ہمہ و ہر میں رہ پہونہ روس سادہ ہی رہ ہر
 ہر ہر گشتہ ہونے یکماہ پیش ہوسیلہ روز نامہ ہی خارجی خبر خوش جشن
 ہی رہ ۱۳۰۶ (۹ ژانویہ ۱۹۳۸) ہندوستان را بافتخار شخصیت ششمین
 سال زندگانی او نسیہ مخراست وام ادبی را کہ نسبت بہ اقبال عہدہ داراست
 ہر اس روز ہر ادا کردہ و نتیجہ مطالعاتی را کہ دیر زمانی است در دیوان

پسند کروں اور ان سے درخواست کروں اس سب سے بڑا شاعر کے احقرام ہیں
 اس ملک کے سہرا اور صاحبان فضل و ادب کی طرف سے اسہار بشکر کریں
 لیکن اس عم انگیز واقعہ سے یہ ساری تجویزیں دھری کی دھری رہ گئیں
 اور مجھے اس قدر رنج اور غم یہ ہوا کہ نہ میرے ہاں میں ہارائے بحریر
 یہ زماں کو ہارائے بان بھا۔ میں نے خاموشی اور خاموشی کی راہ اختیار کی۔
 ایک دن میرا ایک دوست جو میرے خلاف سے آتا تھا میری ملاقات کو
 لانا اور اقبال اور اس کی مصیبت پر گفتگو کرتے ہوئے کہا کہ تم اس نامور
 شاعر کے خلاف رائے کی اور اس کے فضل و کمال پر مصیبت پر کچھ
 لکھو نہ تمہارے لئے نعت ملی ہوگی۔ اس دوست نے جب اصرار کیا اور
 بالآخر میں نے اس کی تجویز قبول کر لی۔

میں اقبال کی پاک روح اور تاباک افکار سے مدد چاہتا ہوں
 تاکہ میں اسکی زندگی کے مختصر حالات اور اسکی فضل اور ادب کے
ہای فارسی او کردہ و صورت رسالہ 'ما مقلد' زیاد ہوں اور اسکی و دشمنی
 یہ مختصر علاوہ سہاں آثار ادبی او در میہیں گرامی ندیم کند و ار اسان
 خواہد ہوں کہ پاس احقرام اس شاعر سرین زماں در این کشور نیز از
 طریف سخن سرانان و صاحبان فضل و ادب اسہار سببگذاری ہوں۔ حدیث اس
 واقعہ عم انگیز حیاں رسالہ اس اندیشہ و نظائر آرا از عم گسیخت و حذراں دل
 امردگی و برسانی دار خاطر یہ کہ دیگر خاصہ را ہواں نگارن و زماںرا
 بیوی گداری نماند، اسب خاطر را در خاموشی خود دیدن کی از
 دوسان کہ بر آن عزم وہی آگہی دانست بدنام آید و سخن از اقبال و آثار
 او در پیش آورد و دلجوئی سرا در خواہش نگارن گزارش زندگانی آن
 سخنور نامور و سر مضامین و اوسان و آثار وی جب و حذراں اصرار ورزید

متمولی نہ مختصر سرح اسکے فارسی زبان دوستوں اور ہوا خواہوں کے سامنے
بشر کر سکوں۔ لیکن میں ابھی موت بیان کی نارسائی کے لئے معذرت
چاہتا ہوں۔ لسان الغیب حافظ صحیح فرماتے ہیں :-

کی شعر تر انگیزد خاطر کہ حزیں باشد
یک حرف ازین دفتر گفتیم و ہمین باشد

اصل مطلب شروع کرنے سے پہلے شعر و ادب کے دوستوں کی طرف
سے اہل کے خاندان اور پسماندگان کی خدمت میں اظہار ہمدردی کرنا
ہوں اور خدا سے دعا کرنا ہوں کہ جس طرح غالب و سہی کی موت کے
بعد ہندوستان میں فارسی شعر کو نئی زندگی دینے کے لئے اہل کو پیدا
کنا ہر اسکے خاندان سے یا ہندوستان کے دیگر فارسی دوستوں سے
کہ انجام درخواست او راضی شدم و اکنون از روح پاک و اندیشہ بیتال
اہل علم می طلبم یا مجھے از سر گذشت دورہ زندگی و مقام وصل و ادب
وی را در این مختصرم بحفر خواخوانان و طرفداران وصل و ادب وی در
کسور غای فارسی زبان تقدیم نموده از نارسائی و کوتاہی سخن در اس مقام
بوزش میخواستہم زیرا بگفتہ 'لسان الغیب حافظ شیرازی

کی شعر تر انگیزد خاطر کہ حزیں باشد
یک حرف ازین دفتر گفتیم و ہمین باشد

جس ار آنک وارد اصل مطلب ہویم از طرف عموم دوستان شعر و ادب
سارماددن و دودمان وی تسلیت گفتہ از خداوند آرزو میکنیم چنانکہ دفتر
لطف وی پس از سرگ غالب و سہی معنوری همچون دیگر اہل را برای
احادی شعر فارسی در ہندوستان بر انگیزد تا دیگر چشم مہرمانی نگرسند از

کسی کو ۔ کرے تا کہ اس مقدس سعد کی روشنی جو مسعود سعد سلمان،
امیر خسرو، فیضی، غنی و سال کی یادگار ہے نزدیک و دور پہنچ سکے۔ اس
انہی جناب و محبت کی جس نے اقبال کو اقبال کے مشد رحہ دہل کے مدار کے ذریعہ
جو اقبال کے دس رب کی ماہ پرچمیں حسب شمس میں آریا شہوں :-

ای صبا ای بیک دور افتادگان
اشک ما پر خاک پاک او رسان
ای صبا ای رہ نورد تیز گام
بر طواف مرتدش نرمک خرام
چونکہ در خواب است یا آہستہ نہ
غنچہ را آہستہ تر بکشا گره
خوش بگو ای نکتہ منیع خاوری
ای سی زبید تیرا حرف دری
محررہ رازیم یا ما راز گوئی
آنچہ سیدانی ز ایران باز گوئی
ای بہ آغوش سحاب ما چو برق

دودستان سال و دوستان دیگر فارسی زبان در ہند دہلی را پر گزند ،
اسی شعلہ مقدس را کہ یادگار مسعود سعد سلمان و امیر خسرو و فیضی و
مسی و سال سے در دست گریہ بریو آن را دور و نزدیک شریک

رہا ہو۔ ہم سارہ کہ ہمچوں حسب ارادہ ادبی درمیان ایران و ہند دربار
نکدہ دارد و مراثیب علاقہ منادی خود را نسبت بقسمہ مریور یا اس حداد
کہ ہمچوں نام ادبی اقبال ترجمان حقیقت اسرار زبان حید او ہمہ ہمکیم۔

روشن و تابندہ از نور تو شوق
 سوختیم از گرمی آواز تو
 ای خوش آنقوسی کہ داند راز تو
 از غم تو ملت ما آشنا است
 می شناسیم این نوا ہا از کجاست *

اس سہید کے بعد مجھ سے وہاں — اہل کی زندگی کے حالات
 اور اسکی خصوصیات پر مختصر ذکر دیا ہے اور شے اسکے مکمل ترجمہ یا
 اہناس کی ضرورت نہیں سمجھوے۔ مگر اقبال کی زندگی کے حالات ہاں درجے سے
 پہلے دیے گئے جو ہم پیدی توٹ لکھا ہے اسکو یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

اقبال کی زندگی

تم گئی ز خیابان جنت کشمیر
 دل از حریم حجاز و نوا ز شیراز است
 میرا بدن ایک پھول ہے جنت کشمیر کے خیابان سے
 میرا دل حریم حجاز سے اور میری نوا شیراز سے ہے
 مرا ہنجر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی
 برہمن زادہ رمز آشنای روم و تبریز است
 مجھے دیکھو کہ کیونکہ ہندوستان میں میرے رنگہ کوئے
 کہ ایک برہمن زادہ روم و تبریز کے اسرار سے آشنا ہے
 * یہ اشعار جو حسب حال جس فاصل زمانہ کے ہیں اسرار حویلی،
 حاوید نامہ اور مسطور سے انتخاب کئے گئے ہیں۔

ز شعر دلکش اقبال میتوان دریافت
کہ درس فلسفہ میداد و عاشقی ورزید

اقبال کے دلکش اشعار سے ہم جان سکتے ہیں
کہ وہ فلسفے کا سبق دیتا ہے اور عشق بازی کرتا ہے

نہ شیخ شہر و نہ شاعر نہ خرقد پوش اقبال
فقیر راہ نشین است و دل غنی دارد

اقبال نہ شیخ شہر ہے نہ شاعر اور نہ خرقد پوش ہے
وہ فقط ایک فقیر راہ نشین ہے مگر اسکا دل غنی ہے

ان حار ہرروں کا خلاصہ مطلب جو میں نے پیام "سرو" کی جعل
"می" "می" سے انتحاب کئے ہیں در حقیقت اسکی زندگی کا خلاصہ ہے۔
تو کہ اصل ایک مدعی خاندان کا فرد ہے جس نے ہندوں کسمیر سے
زندگی بسر کی اور اسکی اجداد دو سو بیس سال قبل برہمن مذہب کے
سرو تھے۔ اس خاندان کے افراد کا شمار مشہور سنیواؤں میں ہوتا تھا اور
ان میں سے اغلب کو "نات" کا مذہبی درجہ حاصل تھا۔ پھر اصل کے
سرگرموں میں سے ایک "یاس" نے کسی مسلمان عارف کے ہاتھ پر جو کسمیر میں

مشاد ان چہار باب کہ از غزلہای بخش "می" "می" "بوان" "سام
سرو" "اقبال" برگزیدہ ہیں در حقیقت خلاصہ تاریخ زندگی اوست۔ یہ
اصل از ایک خاندان مدعی است کہ در کسمیر سالانہ درار میزیستہ اند و
سالانہ او یک دو سبت و سی سال پیش پیرو کیش برہمنائی بود۔ افراد ان
خاندان از سنیوان مذہبی نامی ہمار میں آمدہ و غالب درجہ روحانی "نات"
داشتہ اند۔ انکہ یکی از ہاکان او بدست حارف مسلمان کہ در کسمیر داعی

و مشنوی کی ہے جس اصرار علما کی تحریر سے گذرا ہے اور اسکے مدعی مدعیان
ان کا یہ کہہ رہا ہے کہ اقبال نے حابط کے مصوف کو ٹھیک تصور کر رہا ہے
مستحب شوق۔ اصرار غصہ و اد کے تصور میں جی نہیں آ سکتا کہ کسی
حابط سے حجاب کے تصور پر اسکا یہ خیال میں کیجیو کہہ رہا جا
سکتا ہے۔

نمبر حال محیط لکھتے ہیں :- پہلی جنگ عالمگیر کے وقت
اقبال ایک دور کے گونجے تے تھے اور اسکا میں ترکوں کی فوجی حسن
کے پروردگار سے کہہ رہا تھا کہ حب انگریزوں نے مسلمانوں (عراق)
کا علاقہ پر لٹوں سے چھین لیا ہو سکی اور اسکا ہوش گئی۔ اور اسی وقت اسکے
خیالات میں بہت بڑا انقلاب پیدا ہوا۔ وہ اہل عرب پر پروردگار کے
بیکل پیغام ہو گیا اور اس نے خود پروری اور ائمہ نسلوں کی تربیت کی
سلسلہ پر زندگی میں دیکھا جانے والے کے لئے ایک نئے فلسفے کی بنیاد
رکھنی۔

مثنوی اسرار خودی (جو ۱۹۱۶ء میں چھپی) کی اساس اسی طرز

پر دورہ جنگ ہم نے اقبال پروردگار سے کہہ دیا کہ از دور حجاب
میں مسلمانوں کو شہر آسما و زمین پر حجاب و ستر و چھپاؤ
میں سکھائیں۔ اقبال نے اس پروردگار سے کہہ دیا کہ اقبال نے اہل عرب
کو اہل عرب کے لئے ایک نئے فلسفے پر اساس رکھ دیا۔ وہ اہل عرب
نارہ خود را پر اساس خود پروری و تربیت نسل جدیدی پر ہی موقوف در
زندگانی بداع نمود۔

کتاب فارسی مثنوی اسرار خودی کہ در ۱۹۱۶ء نثار طالب

نکل دئے ہیں۔ اور انکے حوالے ابڈیشن میں جو خود اقبال سے بھیجے
 پہنچواتا ہے وہ شمار حق پر ہو گویا تو غرض یہاں موجود نہیں۔ مگر دونوں
 انگلیساں کے عارف مسرت مسخروں تکمیل سے مسرت اسرار خودی کا انگریزی
 زبان میں مہارت اچھا ترجمہ کیا۔ اور پھر اسے شمس المصطفیٰ کے جامع کیا۔
 اور اس درجہ سے اس نے یورپ اور اس کے ارد گردی ممالک کے قبال اور
 آس پاس۔ عرب کے مسند داروں سے اسے شمس المصطفیٰ کے نام سے مبادلات
 کیے اور وہاں کا بھی اسے وہ وطن تکمیل کے نام سے کہہ دیا۔ اور اس
 شمار ہونے لگا۔

دیوان (بہارِ مسرت) اس سے زبان فارسی کے ایک بڑے شاعر
 کی حسب سے پیش کیا ہے۔ اس مجموعہ اشعار میں مسرت فارسی کی
 محبت تمام معنی عربی، فارسی، رومی، مثنوی، سروش، شمس المصطفیٰ اور اس کے
 سال ۱۹۱۸ء مثنوی زمزمی خودی کے نام سے از حیث نام و کتاب و قلم سے
 سیاید ولی در حقیقت مفسر و بین همان نظریہ است بقاری انتشار داد، در
 دیبہای حسد اسرار خودی ریخی رسمہای آرا حیات پر حاکم در۔ مسرت
 سے خود نام ہندوستان مسرت و مسرت۔ ری آراں اسات مسرت۔
 در اس نام تکمیلوں خاں اس عارف مسرت انگلیسی ترجمہ دیا
 ، اسرار خودی کا مقدمہ انتہائی زبان انگلیسی انتشار داد و وہاں اس در
 مقرر دی اروپا و مسرت نامور و مسرت۔ مسرت۔ مسرت۔ مسرت۔ مسرت۔
 کی و دور نامہ ہے۔ مسرت۔ مسرت۔ مسرت۔ مسرت۔ مسرت۔ مسرت۔
 مسرت۔ خود سخنور جهانی بشمار آمد۔

اسات (پیام شرف) اقبال را یک شاعر کامل فارسی

فارسی زبان کے لوگوں کے مطالعہ کے لئے پیش کیا ہے ۔

افسوس کی سہولت آہستہ آہستہ تمام اسلامی ممالک میں پھیل گئی اور ۱۹۳۱ء میں اسے انجمن اسلامی فلسطین میں شرکت کے لئے دعوت دی گئی اور اسلامی نمائندوں نے اسکو سب سے پہلی صف میں جگہ دی کیونکہ دیوبند کی سہولت کے پہلو پہلو اسکو قومی اور سیاسی سہولت بھی حاصل تھی ۔ اور یہ امتداد دیگر اعضاء انجمن میں سے کسی کو حاصل نہ تھا ۔

اقبال و ایران

اس عنوان کے تحت محیط لکھتے ہیں :-

”اقبال سب سے پہلے ایک مسمان ہے دوسرے درجہ برہندی اور تیسرے درجہ برابری ہے ۔ اسکو ایرانی تاریخ ، زبان ، فلسفہ اور وضع زبان معرفی کردہ زیرا در این مجموعہ قسام گونا گون سخن را از غزل ، دوبیتی رباعی ، مسوی ، سرود ، قطعه بمعرفہ مطالعہ فارسی زبان قرار داد ۔

سہولت اقبال ”کم کم در سر کسور شای اسلامی گوسزد عام و خاص سده حسکہ در سال ۱۹۳۱ء برای شرکت در انجمن مسلمانان فلسطین دعوت شد و نمائندگان اسلامی اور ادر رد ف ول جای دادند زیرا افعال اہمیت ادبی و دیوبند سہولت میں و سیاسی تمام دانش ۔ این فضیلتی بود کہ او را از ہمہ اعضاء دیگر امتیازی می داد ۔

”واقبال در درجہ اول مسمان و در مرتبہ دوم ہندی و درجہ سوم ایرانی است ۔ علاوہ“ او بتاریخ زبان ، فلسفہ ، سیاست و اوضاع اجتماعی ایران

اجتماعی میں جتنی دلچسپی ہے اتنی ہی اسکو اپنی زد و بوم کے مسائل سے ہے۔
اقبال کے کلام میں ہر جگہ اسکا اسلامی ممالک سے عشق ہو رہا ہے۔
لیکن ایران اور افغانستان کے لوگوں سے وہ عبر معمولی دلچسپی کا اظہار
کرتا ہے۔

اقبال نے سیاہ مسروں میں اتنی اس مطنی محبت کے چہرہ سے
پردہ ٹیلا ہے۔ اور حاوید نامہ میں بھی اس نے اپنے آپ کو ایران اور
افغانستان کا حقیقی دوست ظاہر کیا ہے لیکن اسوں و اہل ممالک سے
طرفداری اسکے سلی معصب کی وجہ سے نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ ان دو
ممالک قوموں کو ہمسایگی و فرشتک و زبان کی رشتگی کے تحت
اپنے نزدیک تو گردا رہے اور ان سے کسی کا اظہار کرنے سے۔

اقبال افغانستان، ایران اور هندوستان کے لوگوں کو ان رشتہ دونوں کے

کثر از علاقہ ای نیست کہ نسبت بزاد و بوم اصلی خود دارد۔

در شعر غالب آثار ہمیں ہمہ و نسبت بکنہ مسائلک و ملی مسائل
جہاں ہمہ جا نمودار ولی آنچه بپسیر ہندو رشت محبت راہ ہوجہی نسبت کہ
ہندوستان افغان و ایران اظہار میکند۔

اقبال در دیوان تمام مسروں پردہ از این مہر ڈرہی بر رشتہ و ر
سات حاوید نامہ خود را تک ایران پرست و اہل دوست حبس و ہرقی میکند۔
وہ اس متاخر بطرفداری از ایران و افغانستان سر ہندو ہمسایہ معصب را ہی و
ملاحضات تاریخی نسبت ہیکہ بن دو ممالک را حوں ز برادران اسلامی بخبر ار
حبیب ممالک و فرشتک و زبان بخود نزدیکتر میگرد یا آہہا بیشتر برد محبت
مسازد و خود میگوید :-

خُطروہ سے آ رہا تو بایں حکمی اسکر میں جامع سلاسی کو درخبر برہم کرنے کے
غرض سے یورپ میں پٹائی جاتی عین —

اگرچہ پہلوی کے زمانے کی سوشل سائنسوں میں اس کے عرفی ہڈائی کے
سواقی ہیں مگر اور ایران کے حالات کو سمجھنے اور ماحولی کی مدد سے

تو ای کوہک متش خود را ادب کن
سلمان زادہ ای ترک نسب کن
برنگ احمر و خون و رگ و پوست
گر نازد عرب ترک عرب کن
نہ افغانیم و نی ترک و تزاریہ
چمن زادیم و از یک شاخساریم
تمز رنگ و بو ہر ما حرام است
کہ ما پروردہ یک تو بہاریم
هنوز از بند آب و گل نہ رستی
تو گوئی روسی و افغانیم من
من اول آدم بی رنگ و بویم
از آن پس ہندی و تورا نیم من

از سبگوید :

اگرچہ زادہ شدہ فروغ چشم من است
ز خاک پاک بخارا و کابل تبریز
ثم گلی ز خیابان جنت کشمیر
دل از حریم حجاز و نوا ز سباز است

فہاں سے مراد افغان و ہندوستان کے ایرانی باشندے ہیں جن کی زبانیں فارسی و دری
ہیں۔ یہاں سے مراد ایرانی باشندے ہیں جن کی زبانیں فارسی و دری ہیں۔



پروفیسر ڈی۔ بی۔



پروفیسر ڈی۔ بی۔



پروفیسر ڈی۔ بی۔



پروفیسر ڈی۔ بی۔

دیکھتا ہے لیکن رومی کی راہنمائی کے سبب اسکو ایرانی روحانیت سے
 سب سے معنوی سہا پہا آتے جو ایران میں کسی روشن فکر ایرانی کو
 بھی نہ ہوگا۔

اقبال ہندوستان کی سر زمین سے پیدا ہوا سکن سکی ذہنی برومی و
 پرورسی ایرانی زبان اور انکار کی آغوش میں ہوئی۔ اگرچہ وہ لاهور کی
 خاک میں مدھنوں سے اسکا اصلی برار سے دل کے سنڑوں میں سے ہے
 اسکے ساتھ فارسی ذہناتوں میں سکی سہی دی رہا کی پرستاشدہ قربت سے

شدہ نہیں میشود جذر سے۔ (و در جاودہ زندگانی، ر ہیری حلال این رومی
 و بہشت و دوزخ و شیرکرد و در پردوس اعلیٰ مادر ساد و سہر حلال میں
 وسعہ جسمہ سہا را دہد، زبان آہہ ہا میگردد و براس حسن و شہری
 کہ سبب وقوع اجتماعی ذہن سہر ہا در ان سر زہمہ و جہرہ سہر
 توحید و سہرہ سہرہ)۔ شہر حہرہ زہدات اجتماعی دہرہ سہرہوی حہرہ ان سہرہوی
 عرفانی و حہرہ سہی آمد و وساعہ بران رار سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ
 سہرہ سہرہ روح بر سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ
 سہرہ از انجندی ہوں نہ حتی در کمر ایرانی رہی فکر وجود دانہ۔

اقبال در سر زمین ہندوستان پیدا آہہ در سر غوشی و زبان و سہرہ
 ایرن زندہ حہرہ کرد و سہرہ از آہہ بڑوں ارہو سہرہ وطن حہرہ سہرہ
 سہرہ سہرہ سہرہ زبان و ادب فارسی و سہرہ ر ایرن و ایرن محسوب سہرہ
 دہرہ شاہرہ امروز در لاهور سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ
 سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ سہرہ
 ادبی و ادبی او را مشاہدہ میکند :

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
 ثبت است بر جہرہ عالم دوام ما

شعر اقبال

اس عنوان کے تحت میں بحیث فارسی ساعی پر - حاصل تبصرہ کرتے ہیں اور فرماتے ہیں :-

✽ اقبال نے اردو و فارسی دو زبانوں میں شعر کہے ہیں ۔ اسوقت اسکے سات فارسی کے اور دو اردو کے دیوان ہمارے پاس موجود ہیں جنہیں سے حسب نثی - در حقیقت چکے ہیں ۔ چونکہ ہم زبان اردو کے اصول فصاحت سے آشنا نہیں اسلئے اس کے اردو شعر کے معنی کچھ نہیں کہہ سکے لیکن فارسی زبان کے معنی اسکی بقلم و معالعد پر اظہار نظر کرنا آسان ہے ۔ اقبال نے ان سات فارسی دیوانوں میں شعر فارسی کے مختلف اقسام مثلاً مشوی ، ذویتی ، غزل ، قطعه ، سرود اور رباعی پر طبع آزمائی کی ہے اور معنی و مضمون کے لحاظ سے ہر ایک میں دلکشی اور لطیف تعبیرات کے ساتھ استعاروں بیان کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں ۔

✽ اقبال بدو زبان فارسی و اردو شعر سرودہ چنانکہ امرور ہفت دیوان فارسی و دو دیوان اردو ز و در دست داریم کہ برخی از آنها ناکنون چند مرتبہ بچاپ رسیدہ است ۔

سری ما وقوف بر کتبستان سخن اردوی او غیر ممکن است زیرا ار اصول فصاحت اردو اطلاعی نداریم۔

اب در زبان فارسی او برای ما بحال نفع و اصرار بقدر بیشتر است اقبال در اس ہفت دیوان خود باقسام سخن فارسی از مشوی و دو بینی و غزل و قطعه و سرود و رباعی طبع آزمائی کردہ و از حیث معنی و مضمون در ہر نوبتی بخوبی از عمدہ بیان معصود با تعبیرات دلکش و لطیف پر آمده است ۔

و اگر کوئی شخص آج کی فارسی نظم و نثر سے مانوس ہو اور اس کے
نظم و نثر کے بپادی قواعد حافظ اور سعدی کے کلام سے احد کئے ہوں
اور شر کا اسٹائن قائم مقام اور اس کے سروؤں سے سبکھا ہو تو جب وہ اقبال
کے کلام کو مطالعہ اور تنقید کی نگاہ سے دیکھے گا تو اسکو اس میں ایسی حد تک
غیر مانوس تعبیرات اور بہیم منہجوں اور بعض نشانی و معنی نظر آئیں گی
اور وہ سمجھے گا کہ شعر کہنے کا یہ اسلوب سن سحر کے زبان
فارسی پر پورا پورا تسلط نہ ہو سکا۔ سچہ ہے اور وہ حاصل کرے گا کہ اگر
سال چند سال ایران کے ماحول میں رہے اور آج کل کی عیسوی زبان سے
مانوس ہو جائے تو یہ پیدائی اور عتہ سال اس کے کلام سے جانی رسانی -
لیکن میں عرض کروں گا کہ یہی شعر جو یک ایرانی سید بزرگ کی مدح میں
تغیید سے خالی نہیں اسی موجودہ زمانے میں بھی دریائی سیحون کے ساحل

کسی کہ انہر دائمی و شعر و نثر فارسی امروز دانستہ و قواعد
اسی نظم و نثر را از کلام حافظ و سعدی فرا گرفته و روس نثر را از قائم
مقام و پروان سک او آموخته۔ سید دہلی سخن اقبال را از سحر سع و انس
بنکرد آثار غرائب مصر و ابہام و محمول و بعضہ لثلی و معوی و در آہ
نروان می بند و حیاں مسندارد کہ ابن اختلاف اسلوب محسرتی در ترجمہ
سید سید شاعر پر زبان فارسی وودہ و گمان نہ کرد کہ فکر اقبال حد
سالی را در محض ایران زندگی نکرد و با زبان و کلمہ امروز سید سحر و
س می یافت پسک اس آثار غرائب و بعضہ از زبان او را سید سحر۔

اما ہمیں سمجھیں کہ سطر نافہ ایرانی حلی از معنی سید سحر در حد
محسرتی در خاور و لات ایران از کنار سیحون و ساحل گنگ سید حیا و معویہ طبع

بلاغت کے ان اصولوں پر مبنی جس جو فیضی، قدسی، صائب، عدل، شوکت، غنی اور غالب کے کلام میں محفوظ ہیں۔

ہندوستان کے فارسی سخن سبوں نے ان خاص مقام اور اجتلاجات کو خوب ابرن میں سروکھ ہو گئی نہیں لیکن ہندوستان، افسانہ، نادرکس، بخارا اور سرہند میں گدستہ حسوں سے بانی اور رُخ جس (انہی لغات کی کتابوں میں جمع کیا ہے اور ضرورت کے وقت سبک بندی کے نامہ کے کلام سے بطور سند کے پیش کرتے ہیں۔ لٹری مار میں ملک کی ادبی محافل میں اس قسم کی عبارت پر اعتراض کیا گیا لیکن ساعر، ادیب نے صائب، کلیم، نظیری اور عری، کے کلام سے ساتھ استعمال ثابت کر کے اپنے آپ کو اعتراض سے بری کیا ہے۔

بر اول بلاغت دیرنہ ایسب کہ در سخن شعی و قدسی و صائب و عدل و شوکت و غنی و غالب محفوظ مانده است۔

سخن شاساں فارسی زبان ہندوستان اس عبارت مختصر سی را کہ امروز در ابرن سمجور سروک کُشتہ وی در ہندوستان و افسانہ ہندوستان و بخارا و سرہند از قرون گدستہ بانی و ستاروی نامہ در سبک نریمان خراسانی جمع اوری کردہ در شہنام سروک سمجور نریمان ہندوستان غالباً استشہاد میجویند۔

سہ اشاق افتادہ کہ در مجالس ادبی آنکشور بر اسلوبہ معرب ابرادین وارد شدہ ولی کوسہ ادیب باتکا سابقہ استعمال صائب و کلیم و نظیری عری خود را از وریدہ انتقاد تعجب پخشیدہ اسب۔

علام علی بلگرامی اور سراج الدین آرزو نے اپنی تصنیفات میں اس قسم کے مباحثوں اور جھگڑوں کی طرف اکثر اشارہ کیا ہے۔

ایران کے مشرق اور مغربی علاقوں میں ان الفاظ و لغات کے استعمال میں اختلاف کی کیا وجہ ہے؟ عصر حاضر کے نکتہ سنجوں کا خیال ہے کہ چونکہ ہند اور ایران کے فارسی زبانوں کے درمیان براہ راست ارتباط منقطع ہو گیا اور اس سر زمین کے شعر نے زبان کو محض کتابوں سے سیکھا ہے، بعض اوقات فارسی زبان کے الفاظ استعمال کرتے ہوئے اردو زبان کے مناسب و معنی انکے میں نظر پڑے تو اس لئے ایران اور ہند کے مقرر سال میں یہ فرق وجود میں آگیا۔ لیکن حتمی یہ ہے کہ دو سو سال سے صرف زبان فارسی میں بے پناہ تبدیلیاں وجود میں آئی ہیں۔

صدر سہ کی موت کے بعد ہند کے اوصاف میں گڑبڑ پیدا ہو گئی

علام علی آرد بلگرامی و سراج الدین آرزو در آثار ادبی خود مکتوبہ مباحثات و مناقشات ادبی غالباً اشارہ کردہ اند

حسب ابن اختلاف تعبیر و تفاوت استعمال لغت در خاور و سحر فلات ایران حسہ برخی از نکتہ سنجوں حاضر چنین تصور میکنند کہ چون رسد مستقیم میں فارسی زبان و ہند و ایران بصر ہند و گوشتگان آن سر زمین زبان فارسی را از روی شب آموختہ و در استعمال لغت فارسی، شبہ معانی ممالی از زبان اردو بندرسی توجہ میکنند بدین سبب چنین تفاوت در سادہ گفتار فارسی ایران و ہند تولید شدہ است۔

اب، حسب امر ایست کہ زبان فارسی در ایران از دو سبک سال سنی در مشرق و حجاز دو بحوالہ اساسی شدہ است۔ نخست سبک از سرک صدر و برور شہر و سبک در ہند و ایران رشتہ ارتباط ادبی در پردہ میں دو

اور اب دو ملکوں کا دیرینہ ادبی رشتہ قطع ہو گیا۔ اور وہ لوگ جو آزادی سے
 ہندوستان یا ایران کے درباروں میں آتے جاتے تھے اور وہاں شہرت اور جہ
 جلال حاصل کر سکتے تھے مجبور ہو گئے کہ دو ملکوں میں سے ایک کو
 اپنے دائمی گھر کے طور پر انتخاب کریں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
 شعر و سخن گوئی کا رشتہ ہمہ کئی صدیوں سے دونوں ملکوں کو آپس میں
 ملائے ہوئے رہا۔ وٹ گیا۔ ہندوستانی شعرا عہد صفوی کے شعرا کی طرح
 اور ادب بیان کی پیروی میں صائب، بدلی، فیضی، کیم اور قسی کے
 متبع اور تقلید کرتے رہے۔ لیکن ان کے برعکس گزشتہ دو سو سال میں
 کنہر قطع ہوا۔ کسی کہ آزادانہ میوا نسیں در دربار ہند و دربار ایران
 دو از راہ سخنوری کسب شہرت و جہ و جلال کنند، گزیر ہند کہ در
 یکی و دو کنہر رخت اوست دائمی نمانند۔ و در نتیجہ اس اتصال رسد
 اربابلی کہ سیاہ سخنگوئی سخنوران ہند و ایران را در مدت حد صد ہجری
 مویسہ بود از ہم گسب۔ دین طریق کہ سخنورں ہند دسال عمان روس و
 سرب عہد صفوی را گرفتہ و صائب و بدلی و فیضی و کیم و قسی را
 متبع و تقلید کردند در صورتی کہ شعرای دوسب سال خبر ایران دگر در
 نہ مدللہ اسوق لکھا گب جب ابھی تک اقبال کے اسٹار اور
 اسکے متبع کا ایرانیوں نے دقیق مطالعہ نہیں کیا اس تناسب سے ہندو
 ہے کہ بہت سے ایرانی اقبال کے کلام کو نا مانوس سمجھتے ہیں۔ محض
 یہاں اقبال کے اسٹائل کو سبک ہندی سے مزاح قرار دے رہے ہیں۔ ہندو
 نسیں اور ڈاکٹر خٹیبی کے مقالات ملاحظہ ہوں جس میں انہوں نے ہند کے
 متبعین عہد نرسن نظریات بیان کئے ہیں۔ محض کی اصل سے ادب اور
 اور اسکا دفاع ٹابل تعریف ہے۔

صحت کلام کی طرف بے توجہی یا بے خبری کا نتیجہ ہیں۔ اور انکو بالکل غلط تصور کرنا چاہئے۔

دوسری طرف مرحوم دستگردی جب اسی قسم کی تعسرات اور مبہم معانی کو نظامی، خانی، یا اسیر خسرو یا حسن کے کلام میں دیکھ پاتے تو ان شعرا کی سبب اسنادی اور حد ادب کا لحاظ کرتے ہوئے کوہنسی کرتے تھے کہ انکا ابہام و غموض سرسبز کر کے دور کر دیں۔

حب کوئی جن مصالحہ شخص فارسی کلام کے رسد کو حکیم نظامی اور حادی کے رسے سے میر خسرو اور حسن دہلوی سے ملائے اور پھر جامی اور ضادر دکنی سے ملا کر سی رشتہ کو طالب، کلیہ، مسیح، قدسی، صائب اور ہمتی کی طرف کھینچ لائے اور پھر حزین، بیدل و غنی و غالب سے ملا کر فصاحت و بلاغت اور کیفیت انشائے اور معنوں بیان کرنے کے منجہٴ عدم اس و توحہ صاحب کلام فارسی و عبارت دیگر حادی و نظامی گویندگان ہند است و مراسر غلط بشمار میآید۔

در صورتی کہ ہمارے مرحوم وفی در گفتار نظامی و خانی یا میر خسرو و حسن بن تعسرات یا بیوس و معنی مبہم و بیافان باغشاد اسنادی و حد ادب از حد عدم تمیز و رفع ابہام انہا تمت مسکانت۔

اب وفی شخص مستح رسد کلام فارسی را از زوردار حکیم قدسی و حادی و بہار اسیر خسرو و حسن دہلوی اتصال عدم و سبب یا گفتار حادی و ضادر دکنی مرطوب سازد و ہمین رسد را با طالب و کلیہ و مسیح و قدسی و صائب و ہمتی رسد آثار حزین و بیدل و غنی و صائب و بیدل و در بیان فصاحت و بلاغت و تمیز اعمال لغات و بکار بردن مقامات انہا استعمال

طریقہ کا مطالعہ کرے، تو وہ دیکھے گا کہ اقبال کا شعر اسی دلکش، ادبی ہوسٹن سے مربوط ہے جسکا ہمارے دل اور ہماری زبان سے پیوند اس غدار زمانے نے کاٹ دیا ہے۔

جب انسان بیدل اور حائب کے دیوان کے مطالعہ کے بعد اقبال کے کلام کو پڑھے تو اس کے اشعار میں کسی قسم کی بے لگائی اور اسہام احساس نہیں کریں۔ ایک بڑی حوی جو اقبال کو اس ملک کے بیسیں دم شعرا سے ممتاز کرتی ہے مضمون کی تاریکی، سکی معنویت کی وسعت اور بلند حیائی کا ادراک ہے جو زمانے کی عمومی تعلیمی ترقی سے مربوط ہے۔

اقبال چاہتا ہے کہ عصر حاضر کے متعلقی اپنی اجتماعی اور فلسفی معلومات زبان فارسی کے اسی برائے اسلوب بیان کے ذریعے ایران اور جریرہ زمانے ہندوستان کے لوگوں تک پہنچائے۔

ورژد، معلوم میسود سخن اقبال از شمع ہوسٹن دلکش ادبی سبب ۵۔
متاثرانہ دسب روزگار عدار پیوند اثب انرا ما دل و زبان و ما برسدہ اسب۔
نسان وقتی از مطالعہ دیوان بیدل و حائب بمشاعرہ ادب منشور
دکتر محمد اقبال بگراہد در سخن این ساعر شجاکوہ عرب لغت و ابہام
معنی نمی بند و منها صفت بارزی کہ اقبال را از پیوندہ دل اس ملک سبب
میسازد دلت مضمون و وسعت اطلاع و ادراک معنی بلند مشابہت ب۔ عرب
فرشک عمومی عصر او میباشد۔

بسال میخواندہ حاصل معلومات اجتماعی و فلسفی عصر حاضر را
ب۔ شمع اسلوب معهود از راہ زبان فارسی بمردم فلان اراں شہرہ جریرہ
ہندوستان انتقال دہد۔

میں گھسٹہ۔ جس سال کے عرصہ میں اقبال کے وہم سے آستانِ قی کے بعد بدروح اس مسجد پر چڑھا ہوں۔ سالہا اس طور بیان کے محاسن سے سرا جھ و بہ جھ رشتہ لیکن آج میں دیکھتا ہوں کہ ہرچندہ مسدس اور دہی محل کی وحیدہ سے سرے شرب و نرگوں نے ہوں کر گئے ہیں جو پانچ سال پہلے ان کو ستا بھی گوارا نہ کرتے تھے۔

اہل ایران کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے دلوں میں محمدؐ کے ساتھ کو شہری رن اور شہنشاہِ عمن اثر بہت ہے۔ مرثیہ حاصل ہے۔ سب ایران نے یہی اس کی مکرم اور حسن کے ہندوستان کے وٹوں پر باب کر دنا ہے کہ شری ری شری سر شہر ادبی ریشہ دوانیاں منحرف نہیں کر سکتیں۔

**

*

ان مٹری است کہ نہارہ بطور از پست سال میں کہ در بحر اقبال
 اس سے بدروح دور رہے و اس ار ایک سالہا ہندوستان و عرصہ میں اس
 اسلوب در تہران مواجہہ می شد۔ امروز می نکرد در نتیجہ ترکیب عوامل
 سیاسی و ادبی مورد قبول کسانی قرار گرفته کہ ہندوستان میں ادبی
 ان حسن ہندوستان کوئی بدعادت نہایتند۔

A black and white photograph showing a large, dark, irregularly shaped object, possibly a piece of machinery or a large container, with a rectangular opening on its side. A small, square, textured object is visible in the upper right corner.

اہل کے شعار کی ایک حد خاص ہے کہ اس کو مغرب کے
 سلسلے پر بہت اعتماد ہے اور نہایت صریح طور پر اس نے اس خیال کا اظہار
 کیا ہے کہ مغرب کی برتری اور مسیح کا دور دورہ حبیب ثروت سے ہے اور اس
 کے بعد مغرب کے عروج اور مسیح کی برتری ہے۔ مسیحوساں اور ماسکین کی
 آزادی اور برتری جی جی حد تک سر اڑے ہیں اس کی پسنگونی کی
 تائید کرتے ہیں، اقبال نے ایک جگہ صاف طور پر لکھا ہے :-

ہے نہ سار فرنگ از تو را فدائے

درون پردہ او نغمہ نیست فریاد است

اس کے بعد دور حرمین سے اس کے دلوں مغرب کے مغرب میں ہے
 مغرب کی تکیہ ہے۔ اس کے چہرہ سی جسے نہاد نفس فرنگ رہا ہے اس کے
 حسب سار ہمہ ہی کہ در ہر وصال نیست اسب نہ اعتدال جسی
 بآئندہ مشرق میں دارد و با کمال صراحت معتقد است کہ دورہ برتری
 و اسلامی بعد سے مسیح و از ان اس سبب شعاری بر صحت و برادہ
 این رویہ سے دارد و مکتبی و را مسلم می کشد، مسلمان غلاموں و
 یا کسب و انجہ در سرفہ انسی در سرفہ و نوع است آما، سارہ ای مشاہیر
 ہا ہی او را مسلم نمیکند؟ اقبال جی دیگر صریحا میگوید :

یا کہ ساز فرہنگ از تو را در افتاد است

درون پردہ او نغمہ نیست فریاد است

اس کے بعد در دانشکہ ہندی اکیستان و آلمان تحصیل عالی کردہ و
 درجہ دکترا در فلسفہ را دستہ و چار انگلیسی و آلمانی را سار خوب
 مدانستہ و در مسائل دیوان شرقی و مغربی گوہ شاعر معروف المانی کتاب
 پیام مشرق را نوشتہ است، قسمت چہارم ابن کتاب را وہ نفس فرنگ کہ نہ

اس جہاں میں روشنی اور نور پھیلانے والا خورشید پاکستان کا عظیم استاد
 شاعر محمد نبیال ہے جو نوسو سال کے ہند و اعراب کے فارسی روایات کا ورت
 ہے۔ اس کے پہلے سینکڑوں شعراء اور مصنفین اپنی جہوداں تصنیفات چھوڑ گئے
 ہیں اور ان کے یہ ادبیات فارسی میں خاص آب و تاب رکھتے ہیں۔ لیکن
 محمد نبیال نے پہلے گدھے سے سوار کا مطالعہ کیا اور سپریشن ازم کی
 طرز شاعری (جو محمد نبیال میں برائی اور فرسودہ ہموحکی تھی) کا رخ
 سمولسم کی رہا تر اور روشن تر روشنی کی طرف (جو کہ صوفیا یعنی سنائی،
 فردوسی، عارفی، محمود مسیری وغیرہ کی سرز ہے) پھرنے لگا۔ اس
 روشنی کی سبب معمولی مشکلات کے سبب صدوں بے تمام لڑکے اس سرور سحر
 کوئی گڑبگڑ چکے تھے۔ انکی مشکلات نے لوگوں کو ڈرا دیا تھا اور
 لڑائی جرات نہیں کرنا سہا کہ حدیثہ الحقیقہ اور مشویات عطار، شیری
 مولانا و لسن راز کے بیویہ ملو اور ان کے برابر اپنی تصنیف پیش کرے۔
 پاکستان کے اس دہے و صاع شاعر نے یہ جرات کی اور اس کام

کے واسطے سو سو سال ڈراڈ فارسی پروردگی حاصلی دارد۔ اب محمد نبیال
 از آن کسی ہے کہ مناسب دفتر چسپان را در نوردد سنگ معروف
 امیر سیم شعر فارسی را کہ در حد کہ کم فرمودہ و ہر وس شدہ بود
 روشن رہے ہو و سوا ہر یعنی سمولسم مسایخ ہر گ صوف ایران ہند
 سنائی و مرید الدین عطار و بخر دین عری و جلال الدین بلخی و محمود
 شمسیری باز گردانے۔ قرینہ ہد کہ دیواری قوی العبدہ این روشی ہند را
 از ان دور کردہ احسانا رسانیدہ بود و کسی جرات نیکرد دوش بدوی و
 سر سر حد تہ الحقیقہ و مشویات عطار و مثنوی مولانا و گشتن راز بگمارد۔

ابن سعد پاکستانی این دلاوری را کرد و از عہدہ عم بر آمد۔ کہ

پختہ انجام دیہ اس کی تصنیف برہان فاع و دفع برہان کی طرح ہمارے
سارے موجود ہیں اہل ابراہیہ، مانع کی سند، اور محبوب روں کا سرو ہے
مگر اس کا تصوف جدید معارف و فلسفہ اور مشرق اور مغرب کے نئے علوم
سے گہرے گہرے اور اسسوس ہدیہ رکھتا ہے یہ ہے۔ اس
کا تصوف جس قدر سنائی اور مولانا سے ملتا ہے اسی قدر دلکش، دلکش،
شوینہ اور، نطشے و بودا کونفوسیوس وغیرہ سے آشنا ہے۔

جس طرح پہلے بزرگوں نے مشرقی برہان، دوفوں ہدیہ نامہ ہے
اسی طرح اگر ہم اہل کی مشنوی اور، ہدیہ دین حاضر سمجھیں تو مناسب
ہوگا۔ اس میں ایسی بحث کی گنجائش نہیں کہ اہل بد صرف، کستان و
ایران کے زمانہ حاضر کی سطح المریض سمجھوں جس سے یہ ہے بلکہ وہ ان برسوں

مکتب: (میگزین و می آئینش از سہ ہدیہ بروں) ایک آثار او حوں برہان
دفع و قاطع برہان در بیس مناسب۔ وی سرو شہاں روشن ما، لوف و مناسب۔
اس مسابح تصوف ایران در رہاں داری بودہ است مشنوی کہ زمانہ
ب مدرف جدید و فلسفہ ہا و حکمتہای نوین از شرق و غرب آمیختہ شدہ و
مبعہ، فن نوزدہم و سیم، ملائی را بخود گرفتہ است، مشنوی کہ
مہاں اندازہ کہ از سانی و مولانا باہر است بہاں اندازہ کہ از شکل
ب و سرو سم اور نیتچہ و بودا و کونفوسیوس و جینا آگاہی دارد۔

شعبدی کہ سہاں مشنوی مولانا را (آل سم وی) مبالغہ ہے۔
کہ آثار اہل راہہ نامہ (مشنوی دین حاضر) را بہ ہدیہ مناسب
بود (زبور حجہ) را در سہمہ یکی از نامہای خود ہدیہ کردہ است

میں سے ہے جن کا نام شمسہ ادیب کی تاریخ میں ثبت رہا اور جن کو مجدد ادبیات کا نام دیا جاسکتا ہے

اقبال کے دو خط استاد سعید نفیسی کے نام

اقبالؔ کو ایران اور ایران کے ادب اور فضلا میں سرب سنجسی تھی اور اس کو اسحاق سماعتیؔ کے فارسی کلام کے متعلق ان کی رائے معلوم کرنے کے لئے دو خطوں کے ذریعہ لکھی تھیں۔ پہلا خط ۱۹۱۷ء میں سعید نفیسی اس زمانے میں لکھی ایران اور ایران سے شعر کے حسی، ادبی حصوں میں سمیرا و شمع ہے۔ اقبالؔ نے پروفیسر اقبالؔ کے شعر و شاعری اور زبور عظیم سعید نفیسی کو بیچوائس اور حب انہیں معلوم ہوا کہ ان کا پہلا مجموعہ کلام ”سہ مشرق“، پروفیسر مذکور کو نہیں پہنچا ہے انہوں نے کسی اور ایران جاننے والے سے اس کے سبب سے اس کتاب کا ایک نسخہ بھی لے کر بیچوا دیا۔ پروفیسر سعید نفیسی کے نام جو اس کے دو خط لکھے اس سے قبل ”داواں نامہ“ میں شائع ہو چکے ہیں۔ دہلی میں پروفیسر نفیسی کے تمہیلہ نوٹ کے ساتھ درج کئے جاتے ہیں۔

بدین گوئی هیچ جای سخن نیست کہ اقبالؔ نہ تنها از برزگان
ماستان و از بزرگان عصر است بلکه از کسانیکہ در نشان از روح
ادب بیرون نہ خواهد رفت و ایشانرا بھی (مجدد ادبیات) نام نهاد۔

۱۹۳۲ء (سالادی) میں میرا ایک دوست زبور عجمی کا نسخہ
 شہدوساں سے میرے لئے بطور ارمغان لایا۔ اس کتاب کے مطالعہ سے مجھے
 میں عجیب احساسات پیدا ہوئے۔ اور میں نے ایک سوق و شعب سے
 لبریر خط اقبال مرحومہ کو لکھا۔ خط پڑھنے کے سبب سے قابل افساد
 ذریعہ ڈاکٹر محمد علی برہمسراہ بیابان فارسی پشاور یونیورسٹی تھے، کو کہ
 ان سے میری کئی سال سے خط و کتابت تھی۔ یہ خط میں نے انہیں کے ذریعہ
 سے بھیجا۔ دو ماہ بعد اقبال مرحومہ کا جواب آیا۔ شہدوساں سے ایک
 مسافر بغداد بغداد کی ربارت کر آیا اور یہ خط لاہور سے میرے لئے لایا اور
 خط کے شعراء بہاد مسرور کا ایک نسخہ بھی حرا اقبال سے میرے لئے بھیجا۔

تیسرا چھوٹا مہینہ دیا۔ اس دوسری کتاب کو پڑھنے کے بعد میں نے دوسرے خط
 اقبال کو لکھا اور اپنے شوہ اور شعب کی حالت کا اس میں بھی لکھا اس کے

شہدوساں سال ۱۹۳۲ء سالادی ایک نسخہ زبور عجمی را برہمسراہ
 از شہدوساں برای من ارمغان آورد۔ رحمت اللہ علیہ صاحب شہدوساں
 انجمنہ شد۔ نامہ ای سر زبور و شعب بہرحوم علامہ اقبال فرستاد
 حوں مطمئن ترین و سبیلہ برای رساندن آن نامہ بہرحوم برہمسراہ ڈاکٹر محمد اقبال
 سناد ادبیات فارسی در دانشکدہ پنجاب بود کہ از سبیلہ زبور و شعب
 و رستمہ داسم آن نامہ را سبیلہ او فرستادم۔ دو ماہ پس از ان برای
 مرحومہ علامہ اقبال رسید و مسافری کہ از شہدوساں بزبارت شعب
 می رفت آنرا از لاہور برای من آوردہ بود و نسخہ ای از کتاب بہاد مسرور را
 ہم نہ مرحوم علامہ اقبال برای من فرستادہ بود، رساند۔ حواشی این
 کتاب دوم قاءت شد کہ باز نامہ دیگر بہرحوم اقبال نوشتیم و بہاد
 شوہ و شعب خود را در آن نامہ بیان کردیم و بارہا پس از دو ماہ دیگر نامہ

دو ماہ بعد اقبال ۵ دوسرا خط ایک اور مسافر کے ذریعہ جو ایران آیا مجھے تک
 پہنچا۔

۸۔ خط

۶۔ اگست ۱۹۳۲ ع

مخدوم دانشمند

میں نے جو خط بروز پیر محمد اقبال کے شاگرد پروفیسر صاحب کو بھیجا تھا۔
 سی ماہوں سے مکتب کے ایران سے دیکھنے کی ضرورت میں رہتا ہوں اور
 جی رہا تھا کہ وہ حال حال میں دیکھ سکے ہوں اور یہ امر کہ اب
 میں پھر وہاں (جو مکتب کے دورانی کے بعد کی حالت میں تھا)
 میں کلام سندھ فرماتا ہے ہر مکتب کے شعر اور شمع اور شمع کے پائے
 میں ختم ہے کہ سوئے زبور عجب کے مری اور کوئی کتاب اب کی خدمت
 میں مرخص ہوا تھا ہوسکتا ہے سفر دیکھ کر کہ اوہ ہر ماہ ہوا ہوا
 ہوگا۔

خرداد ماہ ۱۳۳۲

سعید نفیسی

۲۶ اوت ۱۹۳۲

مخدوم دانشمند

خط دست آوی ہوئے سردار پروفیسر محمد اقبال صاحب راہی کردہ
 ہوا۔ جس میں سندھ سائنس ڈیپارٹمنٹ کے سب آرڈر ایران کے سائنس دانوں میں
 سرور و خدمت حصول ذرا سبای وجود را سخن فارسی میراثہ، اسکندریہ
 پارسیم مطلوب و مقبول همچون آقای دانشمند بنامی کہ میزبان ہوں ادب
 ایرانست باشد مایہ فخر و دلداری این نیاز مند است۔ سن دارہ کہ ہر از

میں نہیں پہنچی اس لئے پیام منورق اسی ششہ آب کی خدمت میں پہنچ رہا ہوں ۔

والسلام باعزاز احترام ،

نیاز کیش ،

محمد اقبال

۴ نومبر ۱۹۳۲ء

مخدوم مکرم دانشمند ،

اب ۵ دورا حہ جو نیاز سے کی سرب برائی اور افتخار کے لئے آب —
لکھا ہے کوئی سات آٹھ روز پہلے ملا ۔

یہ سکر کہ زور عجم کی طرح پیام سرف ، بھی آب جسے شام سے
پستیدگی کی نداء سے دیکھ ہے اور اس کے مری اسعار کو سراغاث ، سر سے
لئے سر بلندی کا موجب ہے ۔ جس طرح فصلا و ادبا ایران کو نجد سے
زور عجم مرا بخدش شما راہ نبوده است و پیام سرف را ہمیں ششہ خدمت
مرتبہ میکنم ، والسلام الف احترام نیاز کیش محمد اقبال

۴ نوامبر ۱۹۳۲ء

مخدوم مکرم دانشمند :

خط دست دیگر کہ بخرو و شرف این نیاز مند رقم رده نوده ہوش ہمیں
ششہ شست روز سرف وصول داد ، از اینکه پیام سرف عمچنان زور عجم
پستیدہ خدمت مخدوم دانشوری تقوی بودہ است و سخن پارسی انرا ہم سند
داشہ اند این ساز مند را سر بلند مگرداند و ہم چندان کہ دانشوران ایران

و زبان کی خوشی سے ہی طرح بد سامند بنی لے سے پہننے اور ابراہ کو
 - لکھنے کی آرزو رکھتا ہے۔ جس ممکن ہے کہ میری کہہ رہی اور غلام
 میں رہا ہوں رکاوٹ سے ڈرتے - لیکن حریف بعد وہ سبب کا سفر در میں
 ہے - اور میری رُو ہے کہ کسی دن نئی لکھنوں سے ابراہ کو نہ کھریں -
 اور شوری خراشیں خرابی سے خراب ہوں آج سے میں اور
 سپرمان دوست کی ملاقات ہے -

و السلام مع الاخیرہ

میر کبھی

محمد جمال

فروری ۱۹۲۵ء میں سجاد نسیمی اس اکیڈمی کی دعوت پر پاکستان
 سٹارٹ لائے اور مختلف حصوں میں فن اور آئینے سے کے یہاں
 شریک بن گئے۔ ذیل میں انکی بعض تقریر سے احساس طرح لیا جائے :-

میں خوش قسمت ہوں کہ اس بے شمار ذریعہ میں نماز میں روزی ایسا و حاکم ابراہ
 سجادہ و سجادہ و فروری سے حصہ ہوا۔ دہلی دار رہا گزشتہ حصہ دیکر
 میری احساسات در میں اس و روزی آن دار کہ میری حصہ سارا
 : سجادہ و روزی دیکر دہلی میں محدود ہے کہ راسخ و عالی
 میں خراشیں -

و السلام مع الاخیرہ

ساز کشیں

محمد جمال

اقتباس از سخنرانی استاد ذہبی بتاريخ ۲۶ فروردی ۱۳۵۰ کراچی۔

میرے پاکستانی حساب ہر بار مجھے وحشے میں لے آئے ال کے معنی
 دن میں لوگوں کا کیا خیال ہے۔ رتیوں کی رائے سے سوائے اور ٹی
 ہو سکتی ہے۔ اسپتال کو وہ اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح وہی اور حافظ کو
 اسدائی سخن گوئی سے اراہوں اور یا لہساجوں کے دل میں ایک
 مسرور خیال اور ایک آرزو ہے۔ اس خیال اور آرزو پر
 ایک زمانے میں مولانا جلال الدین سیوطی نے سیرار میں یہ حصہ
 شہ سر میں ہاں کرتے رہے۔ اسی خط اور آرزو کے باعث نے شہی سر
 اور ملک کے لہور میں مریضی کی ہے۔ سرے رائے ذہبی صاحب
 سے احمد غریبی نے مہراں میں ایک خط لکھا ہے۔ یہی غریبی
 کے نام سے صاحب کی ہے۔ اس خط سے سورتہ میں کتاب کے منے ہو کر
 یہ کڑوا کہ بہت انسان کو یہ خط میں سال پہلے شہری ۱۰۰۰ میں
 تذکرہ میں۔ کسی من مکرور میں سرحد، ڈر راہ و راہ اس
 حصہ سے دارندہ، عندہ بہت سے نسخہ پاسداری کے لئے محفوظ ہیں۔
 مردوسی و حافظ دارندہ۔

ایرانی و پاکستانی از روزی کہ در جہاں سخن گفتن آسان نہ
 ہمسہ، ک فکر و یک آرزو و یک امید شامہ۔ اس فکر و آرزو و امید
 را وہی مولانا جلال الدین در فونہ، سعدی در سیرار و سہر ختم در بیست و
 ادا کردہ اند و همان فکر را غالب در دہلی و ہمالیہ ر لاہور رہی آورہ
 امی۔ دوسر چندین سالہ من خواجہ عبدالحمید غریبی در مہراں کتاب سہر
 در معری بعنوان روسی عشر انتشار دادہ است۔ بہر اربن ممکن ہوں کسی
 سنوی بر ای ابن کتاب پیدا کنند زیرا کہ فونہ نبال روسی بیست سال بینس

اولیوں سے سلام میں ابن سنا اور مولانا جلال سے نے اور آخری
مجتہد جس نے وہ کام انجام دیا محمد اقبال ہے

اقبال خود بھی اس اعلیٰ مقام اور کام کو نہیں کر سکتا تھا۔
مسلمان حضرت خاتم النبیین کے بعد کسی مختصر کو سہمہ نہیں کر سکتے
لیکن اقبال کراہ اور ارشد کے مقام سے بہرہ مند ہے اور اس منصب سے
انکار نہیں کیا جاسکتا۔

آج آٹھ کروڑ افراد پر مشتمل ایک قوم نہایت تیزی سے دنیا میں
اٹھ رہی ہے۔ یہ کھڑی ہے اور رڑ، رڑ، رڑ اور یہ کی ٹریفک بڑھ رہی ہے۔
جیسے جیسے اس کی وسعت و وسعت آواز کے ساتھ آواز سے پہلے اس
نے اس کی فکری وسعت کے مدد سے کیا۔

خوگر من نیست چشم هست و بود

لرزه بر تن خیزم از بیم نبرد

نبرد در عالم اسلام ابن سنا سے، آں مولانا جلال اس نبرد میں
آئے۔ مدار را کرد محمد اقبال بود۔

اقبال خود بین و بینہ آسمانی خود کی نبرد خود یا مسلمانوں سے
حضرت خلیفہ مرتضیٰ رحمہ اللہ کے لیے اس دیکر فائل ہوسکتی ہے۔ اس
مقام پر ساری در اقبال سے کہہ سکتا ہوں ان دنوں و نائنیدہ گروہ۔

امروز ملت بزرگی نامی ہشتاد و چند بیوں مسلمانوں نے جہان سے
آئے۔ سرعت حای خود را در جہان باز کردہ و با سرعت روز بروز بر مسند خود
سی اوراید۔ چھ سال پس از ان و نزدیک سی سال پس از آئندہ اس
اسلام از دست رند خود را دوبارہ بدست آورد اقبال ابن ولیفہ آسمانی خود
را بدینگونه یاد کردہ اس۔ خوگر من نیست چشم هست و بود الخ

۱۔ از خور رسد و بہ یکس
 شبیم تو بر گل عالم نشست
 نغمہ ام از زخمہ پی پرواستم
 من نوای شاعر فرداستم
 نغمہ من از جہان دیسگرامست
 این جرس را کاروان دیگر است
 ی ہسا شاعر کند بعد از مرگ زاد
 چشم خود پر بست و چشم ما کشاد
 رخت ناز : سستی بیرون کشید
 خون گل خود از مزار خود دمید
 عاشقم فریاد ایمان من است
 شور حشر از پیش خیزان من است
 جشمہ حیوان برا تم کردہ اند
 محرم راز حیاتم کردہ اند
 زہ از سوز نوایم زندہ گشت
 پر کشود کر مک تا بندہ گشت
 سر عیش جاودان خواہی بیا
 ہم زمین و آسمان خواہی بیا

ان اشعار میں اقبال اپنے ان فرائض کو جو بحیثیت ایک مسوا و
 زمین کے کسی برصائد شاعر ہیں بیان کر رہے ہیں۔ ان اشعار میں اس
 بیان کے ساتھ ہی ان کے آسمان و زمین میں ہر کریم
 دریں احوال میں جو فضا و آسمان و زمین کے درمیان
 شمس و چاند و ستاروں کے وجود اور تسکین اس

اس پیغام کو اقبال ایک اور جگہ بیان کرتا ہے۔

شعر را مقصود گر آدم گری است
شاعری ہم وارث پیغمبری است

✽ دنیائے اسلام میں اقبال کو بہت بلند روحانی مقام حاصل ہے لیکن اسکی حکمت اور شاعری کا مقام اس سے کمتر نہیں۔ ایران اور پاکستان کی مشترک ادبی تاریخ میں بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے ہیں۔ اقبال کو اکیس زمرے میں ایک اسماری مرتبہ حاصل ہے۔ دور اسکو بلند حکیمان یا حکیم بلبلان کا لقب دیا ہے۔ بڑے بڑے شعراء اس سے اکبر معنی کو لے کر قربان کر دیے ہیں اور انکی کونسی یہ رہی ہے کہ خوبصورت اور موسیقی دار الفاظ استعمال کریں۔ لیکن اقبال کی توجہ ہمیشہ بد و نیک و نیک و بد معانی کی طرف مبذول رہی ہے۔ سکے خیالات حکمت کی دنیا کی باتوں میں پرواز کرتے ہیں اور اسکی ساری توجہ معانی پر مرکوز ہے۔ شعر کی

متن فارسی :

✽ اولین مقام روحانی کہ اقبال در تمام اسلام دایمہ اہم اگر تکرر
مقام حکمت و شاعری او کسر از آن نیست۔ در فرهنگ بد و نیک ایران و
پاکستان گویں دامن بزرگ۔ سار ابد و رہ ابد۔ زمین انسان
اسرار برزخی کہ اقبال دارد اشبہ کہ او را با۔ وہ بلبل حکیمان و
و حکیم بلبلان۔ اہم داد۔ اکثریت شعراء برزخ معنی نیک و بد
آردہ ان معنی۔ بر دوستد اند الفاط سیرہ۔ ان میں مرہ می در اہم۔ بد
اگر مرہ اگر معنی حکیمانہ درس الفاظ سورا جا۔ اہم در آں
رجع شکردہ اند چنانکہ سعدی و حافظ اینکار را کردہ و اشرف شاعران
سرواں رومن ادبی ہووہ اند۔

مذکورہ بالا خاصیت خاص طور پر مصروف کے بلند مرتبہ شعرا مثلاً سائی، عتبار،
مولانا و عراقی ورائے سروں کے کلام میں سائی حاوی ہے۔ قصہ اس صنف
شعر کی مکمل کرنا ہے بلکہ سہر ہوگا اگر سکو ان معنی آفرین پیغمبر
شعرا کا خاص نام ہے۔ خود قصہ اس کی صرف تمہائیں شریف
اشارہ کیا ہے۔

ذره ام سہر منیر آن منست
صد سحر اندر گریبان منست
خاک من روشن قرا ز جام چم است
محرم نا زاء، های عالم است
فکرم آن آہو سرفتراک بست
کو هنوز از نیستی بیرون نجست
مغل راسگری برہم زدم
زخمہ بر تار رگ عالم زدم
بسکہ ساز قطرتہم نادر و نواست
ہمنشین از نغمہ ام نا آشناست
رم ندیدہ انجم از قابم هنوز
ہست نا آشفته سیمابم هنوز

ابن اقبال ہمہ جا سر بمعنی بزرگ و لطیف و دقیق دانستہ چند فکر
او در آن مجتہد حکمت و در ان ہدای اسمان سیر میگردہ کہ ہمہ توجہ خود را
صرف بمعنی آسمانی کردہ است، ابن خلدون در بحر فارسی مخصوص روڈن
بصوف مانند سائی و عتبار و مولانا و عراقی و پروان سیماب و اقبال در اس
دینہ مکمل و اگر درست بخواہیم خاتم ابن پیغمبران معنی آفرین است، اقبال
خود این مطلب را با بیان سیار لطیف بدینگونہ ادا میکند۔

ذره ام سہر منیر آن منست (الخ)

اور پھر کہا ہے :

شاعری زین مثنوی مقصود نیست
ہٹ پرستی ہٹ گری مقصود نیست
خردہ بر مینا بگیر ای ہوشمند
دل بذوق خردہ مینا بند

مثنوی مولانا روم سب سے پہلے سے تمام ذہن کے مسلمانوں میں
”میرا“ عجم کے نام سے مشہور ہے کہ کہہ دوں مجھ کے روم میں مسلمانوں
میں کسی کتاب کا مثنوی کے برابر احرام نہیں ہے اور یہ کسی اور کتاب کا
اسا منہ بند کیا گیا ہے..... مگر جس کتاب کی طرف توجہ
ضروری ہے وہ یہ ہے کہ سبکدوشوں پر اسے اور چھوٹے مسلمانوں کی
عقبہ کی ہے ابھی کسی دلی کیر بھی مثنوی سے وہ قرب و سرور نہیں بخیر

مثنوی مولانا را از دیوانہای بسیار قدیم یعنی از زمان عثمانیہ و
سجیاء سال پہلے کہ در میان مسلمانان شیعہ حجاز انصار مافکہ و قرآن مجید و
دادہ اند زیرا کہ قطعاً اس از مصحف عرب و کتاب آسمانی ہے و مسلمان
شیخ کتابی را مستحقاً بہ ہدایہ مثنوی بخوانند و تحریر مسطورہ اند و اسرار و قرآن
افعال نسبت مثنوی در شعر درسی و ردوی و ہدایہ اند بہ عربیہ
براسر آثار وی را فر گند و مکی از جنبہ شاعری بسیار تسکین دہند کہ شاعر
مداہد .

اب نیکہ ای کہ بہ بیشتر ماں بوجہ کرد از اس کہ در میان عربیہ
شاعر بزرگ و کوچک کہ سداً از مثنوی کردہ اند شیخ اس بہ ہدایہ افعال
ماں بردنک نشدہ است . نہ شہا بسیاری است از عثمانیہ و افکار مولانا را در شعر

افسار کو۔ نہ صرف افسال سے بہت سے افکار اور عقاید (اپنے اردو اور فارسی کلام میں) رومی سے اخذ کئے گئے بلکہ فارسی صنف شعر میں وہ رومی کے اسرار و اسرار پر مبنی ہے کہ اسکو ایک قسم کا معجزہ شمار کرنا چاہئے۔

سکے بعد استاد محمد مسی افسال کی مندرجہ ذیل حکایات کی طرف اشارہ کرتے ہیں :-

آن شنیدستی کہ در عہد قدیم

گوسفندان در علف زاری متیم

اور

سید ہجویر مخدوم اسم

مرقد او پیر سجزی را حرم

اور چند اشعار نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ :

”دیکھئے افسال اپنے صوفیانہ تصوف سے کتنا سدا بہہ انداز کرنا

ہے۔ افسال کے المسموع کا ایک مہم سہل یہ بھی ہے کہ زبردست فوسوں کو جانتے کہ اسے اب کو سروں کے آگے سے نجات دلائیں۔ مخصوصا

اردوی خود سان کرد، بلکہ در شعر فارسی دینی پند ازہای مولانا برداشت شدہ کہ این را نوعی از اعجاز باید دانست۔

در سان مقدمہ و سرج و مطلب و نہاد گرمین از داستان و رسیدن بحالی

بلند نیز افسال پیر روش خاص مولانا است۔

ملاحظہ فرمائیے کہ افسال ازین فکر بصوف درجہ بہ

بسیار عالیست زیرا کہ یکی از سہمترین جنبہ های حکمت افسال ازین ہے

سان زبردست و خود را از استیلائی این و آن برساند و مختصر ما اہای

اقبال کے کلام میں تصوف

۲۱ اپریل ۱۹۵۶ء کو کراچی میں یوم اشعار کے موقع پر ایسے صدیقی خطبہ میں استاد نفیسی نے فرمایا :

”اشعار کی ساعری نہ سب سے سمجھ پہنچ سکا تصوف ہے۔ شمس فی احضار اشعار کو ایک صوتی ساعر سمجھنا چاہئے اور اس لحاظ سے وہ ایران اور پاکستان کے صوتی شعر سے مختلف نہیں۔ گزشتہ ۹۰ سال کے عرصہ میں ایران اور پاکستان کے تصوف نے عام لوگوں تک ایسے خیالات پہنچائے کی طرف سے فارسی زبان اختیار کی۔ صوفیاء کی نداء میں رزمی و خیباتی، یہودی سب برابر تھے۔ وہ ہر فرد کو خدا کا سمجھنا حاصل تصور کرتے تھے۔ انسان اور اشعار کے درمیان صرف ایک امتیاز کے فاصلے تھے

”درمیان جسہ نمای مختلف آثار اقبال صفا حنیہ تصوف ان پر جنبہ های دیگر برتری دارد۔ اصلاً می توان اشعار را ساعر صوتی دانست و ازین حیثیت سریدان دیگر نصوف ایران و پاکستان نفوذ ندارد۔ بررکان مشایخ تصوف ایران و پاکستان در پانچاد سال پس عمداً زبان فارسی را برای انتشار عام خود در میان عامہ مردم اختیار کردند۔ صوفیہ پس از ہر فرقہ دیگر از فرقہ اسلامی بوجہ بعوام داشتہ و در ارساد و تدایب ایشان می گوییدند و بعین خداوندان زور و زراعتا نمی کردند و حتی بر مجالس وعظ و شماع خود تہی داستان را بلا دست توانگران می شنیدند۔ در نظر شان مسلمہ و ہندو و گجر و نرسا و یہود یکساں بودند و ہر موجودی را مشاہیر خالق می دانستند۔ تنها امتیازی کہ در میان مردم

حسے اسلام نے انا اکرم کم عند اللہ اتقا کم۔ کے مضامین میں پیش کیا یہ رسول اکرم کا قول کہ... بحث لایمہ مکرم الاخلاق۔ تصوف کا انتہائی مستند نشان کے بلند ترین مکمل کا حصول ہے۔ انکے نزدیک مادی برقی مقام یہ ہے کہ انسان خدا میں فنا ہو جائے۔ صوفیوں نے قرآن کی آیت اللہ نور لمسحوب والارض، (اللہ آسمان اور زمین کا نور ہے) کی دائرہ تعبیر کی ہیں۔

ایک سہم بڑے صوفی نے کہا ہے کہ انسان نور اس مقام پر پہنچتا ہے جہاں اسے سوائے خدا کی ذات کے کچھ نہ دیکھائی دے۔ اس طرح صوفی ایک قسم کی فنا کے قابل بھی۔ اسی فنا کو بعض نے فنا میں حب

قابل بودند همان دستوریست کہ سربعت و تہہ اسلام دادہ است کہ وہ ان اکرامکم عند اللہ اتقا کم، و این گتہ رسول اکرم است کہ فرماید و لایمہ مکرم الاخلاق، عیب خانی و تسبیح قلمی تصوف رسدں بعد کمال بریت است کہ می توان اصلاح (Perfectionism) را در بارہ ان وضع کرد۔ بزرگان صوف ایران و پاکستان بشروع دین خدا ان اتمست دادہ بد و عمدہ تعلیمات خود را صرف اصول دین کردہ اند مہینہ حہمہ وجود و وحدت وجود در نظر نہاں نہہ ترین مقصد و مقصد تصوف است و اصول فلسفہ (Monism) را بعد کمال خود رساندہ اند بخلاف سلسلہ شادی نہ خیر بری کہ ستر حشہ (Dualism) دارند بالا برس حد کمال را درں می دانند۔ کہ وجود در وجود خدا مستہک شود و این آئہ سرشدہ، تبارک و تعالیٰ را توحید و سار سیریں و سار جہات کردہ اند، یکی از بزرگان تصوف می فرماید و ساد آدمی بجائی کہ رجا خدا شدہ، مہینہ حہمہ صوفیہ را کہ

ہو جائے، سے تعبیر کیا ہے۔ یہ تصور ہمدونوں کے "تروانا"، کے نہیں سے
 کچھ زیادہ غصہ ہیں حکیم سائی نے کہا ہے کہ اگر ہمیں زندگی کی
 آرزو ہے تو مرنے سے پہلے مر جاؤ۔

صوفیاء کے نزدیک ان باب تک سوائے کشف اور شہود کی راہ
 کے رسائی ممکن نہیں اور اس سفر کا صحیح مسافر وہ ہے جو یکے بعد دیگرے
 ان مقامات سے گزر کر حقیقی روح کے آخری مقام پر پہنچا ہے۔ اس دلچسپ
 اور مجاہدہ تصویر کو جو اساتذہ کی بہترین اور اعلیٰ ترین صفات کو ظاہر
 کرتا ہے اقبال نے تصور خودی کا نام دیا ہے۔

ہم کی غمگینی، سادگی کا سب سے پہلا شاہکار اسی لطفِ حقیقی سے
 متعلق ہے۔ اقبال "وجاویہ نامہ" میں کہتے ہیں :

میں فنا معتقد ہوں کہ رحمتی از اسنان بر فنا فی اللہ نامیہ اند و
 بی سادہت باصول ترویجی ہمدان نیست، مگر می فرماید،
 "وہمیرای دوست پیش از مرگ اگر عمر ابد خواہی،"

ن مراحل سلوک در نظر صوفیہ جز کشف و شہود فراہم نمی
 شود و سادہت حقیقی ان نسبت کہ مراحل کمال را یک یک سادہ و
 بعروج نفس پرست،

اس ابن ہشامہ بسیار حالت و ہمہ را (معصود از نفس، شرح
 نفس سب، لہذا، فنا، برین ہمدان سادہ سادگی خودی نامہ است
 و سادہت حقیقی معصود نیستی، و ہمہ سادہ خودی بیان ابن کمال و سادہ
 بارہک و دقیق است در جواہر نامہ می فرماید :

من کیم تو کیستی؟ عالم کجاست

درمیان ماؤ تو دوری چراست

(میں کون ہوں سو کون ہے، اور یہ دنیا کہاں ہے، سرے اور سرے
درمیان فاصلہ کیوں ہے)

من چرا در بند تقدیرم بگو

تو تمیری من چرا میرم بگو

اے میں کیوں بندہ کی زنجیر سے بندھا ہوا ہوں تو نہیں مرنا میں کیوں
مر جانا ہوں)
اور اس کے جواب میں کہتا ہے :

زندگی خواہی خودی را پیش کن

چار سو را جذب اندر خویشی کن

(تو زندگی چاہتا ہے تو اپنی خودی کی تربیت کر اور چار سو کو اپنے اندر
جذب کرے)

باز بینی من کیم تو کیستی

در جہان چون مردی و چون زیستی

(پھر یہ دیکھئے کہ کہ میں کون اور تو کون ہے اور میرے دماغ میں کس سے
زندگی گزاری اور کیسے مرا)

من کیم؟ تو کیستی؟ عالم کجاست

و جہاں دیکر ہر مودہ است :

زندگی خواہی خودی را پیش کن

اقبال ایران اور پاکستاں کے دوسرے بڑے صوفیوں کی طرح اسات کو قبول کرتا ہے کہ "خودی" کے بعد بخودی کا مقام ہے۔ یہ وہی فلسفہ ہے جسکو صوفی حدائی اور فنا کہتے ہیں۔ پہلا درجہ خودی دوسرا بخودی ہے۔ بد خیال دنیاوی شعر میں زیبا ترین نظموں میں سے ہے اور اسکے تشبیہ کے طور پر متعدد بڑے بڑے شاعر و شاعرین آئے ہیں۔

از ہشتیوں کی مشہور منظوم کتاب "رتای ویر فامک"، میں روح سے سفر کرتی ہے اور مادیوں سے گذر کر مکمل حاصل کرتی ہے۔ ایرانی صوفیوں نے اس خیال کو ایک فلسفہ ارتقا یا معراج روح بن کر لیا ہے جس میں روح ترقی کرتے کرتے خدا کی راہ میں مدغم ہو جاتا ہے عطار اسی تصور پر اپنی مشہور مثنوی مشقی لکھ کر بیان کرتے ہیں۔ عطار نے مختلف انسانی درجہ نظر اسات ماسہ بزرگان صوفی ایران و پاکستان ہر کس کہ پاسرار خودی یا برد باد برہمور بخودی ہم آتش سود و آن همان بسندہ بجزید و نای مسودہ ہے۔ پس مرحلہ نخستین خودی است و مرحلہ نہائی بخودی۔ خروج نفس یا معراج نفس کہ همان وسیلہٴ ارباب برای رسیدن برہمور بخودی است موضوع آخرین شاعر اسات است۔۔۔۔۔

اس مضمون کی اس طرف میں مضمین شاعرانہ اسات کہ در سراپا حجاب شاعر ہای فراوان وجود آوردہ است۔ در بعدہ اب در دنیای ایران مشہور "رواقی ہم نام" ایرانی ویراں لکھتا ہے کہ روح برین سمودن مراحل اسات۔ ری ناسدن ممکنہ و مرحلہ محتاج ہستی را زیر پای گذارد۔ روح کمال رسید۔ بعدہ صوفیہ ایران اس مضمون ر در تصوف بزرگ و راں تشبیہ ری رسیدن بکمال اسباب و محرکات درالوہ۔

گرفتہ اند و سانی مطلوبہ معروف سر لعلی لعلی را در دین رسیدہ سرودہ

صفات کو مختلف برہندوں کی شکل میں پیش کیا ہے ایسے ارتقا کے سفر میں بعض برہندے مختلف منزلوں پر رہ جاتے ہیں اور آخر میں پہنچنے والوں کو تکمیل نصیب ہوتا ہے۔ منطق الطیر اسی صوفیانہ تخیل کا بیان ہے۔

پندرھویں صدی عیسوی کے مشہور ایرانی شاعر فتویٰ عدادی نے اسی خیال کو اپنی نہایت اچھی مشہور کتاب 'مسافر' روح میں بیان کیا ہے۔ ابوالعلا معری نے بے حد مختلف العثرات میں اس مضمون کو انتہائی شاعرانہ بلندیوں تک پہنچا دیا ہے۔

یورپ کی زبانوں میں اسی طرز کا بہترین نمونہ اطالوی شاعر دان۔ کی کامی الہی ہے۔ انسانی معراج کے بیان کا لطیف ترین اور زیبا درس نمونہ فرہاد میں عشار ہر یک از سرعان را مشہر یکی از صفات سری راز دہ و از سفری کہ نبی کماں میگردد یک در رہ می ماند و سر انجام بحر کمال می رسد و کتاب منصف التبر او بیان شاعرانہ بسیار سیفی از حد میں مکرست۔ فتویٰ عدادی شاعر معروف ترین انورعہم ایران ابن ہشمتوں را در رسالہ 'بہار صغی' نشر فرسی تمام 'میرنامہ' روح و ہاں لکھا ہے۔ ابوالعلا معری در رسالہ العثرات ابن ہشمتوں را جد اعلای شاعرانہ طور۔ رسالہ اسے۔

در ادبات اروپا نمونہ کامی کہ ابن ہشمتوں حکماء داریم و نجیب کمندی الہی دانستہ شاعر بزرگ ایتالیائی است۔

جاوید 'میل' کہ آخرین شہکار اوست نصیب ترین معراج شاعرانہ را درس زمینہ دارد۔ روح وی در عروج با آسمان با ارواح بزرگان جہان مانند

صوفیوں کی تصنیفات خصوصاً مثنوی مولانا روم، گلشن راز ار سیخ محمود نسیمی اور آثار سید علی ہمدانی اور عراقی کا نہایت غور سے مطالعہ کیا ہے۔ اسرار خودی، رموز بیخودی، جاوید نامہ اور اس کی آخری مثنوی بس چہ باید کرد ای اقوام شرف، کبر سموس صدی کی مثنوی کا درجہ حاصل ہے۔ جیسے کہ ان چار مثنویوں کے مطالعہ سے ظاہر ہے فلسفہ خودی کو قدیم صوفیاء کی طرح صرف فرد تک ہی محدود نہیں کرتا بلکہ تمام اقوام اور ملل مشرق کو اس کے دائرہ میں لے آتا ہے۔ ان طرح اس نے قدیم صوفیوں کے روایتی "انفرادیت" کے تصور کو ایک زندہ ایجابیت میں بدل دیا ہے اور اس کا بہت نتیجہ نکلا ہے۔ مثنوی کے لوگوں کے دلوں میں خود اعتمادی پیدا ہو رہی ہے۔

مملکت آزاد پاکستان کا وجود میں آنا بہت حد تک ہمال کی معسم کا بدل ہے۔ سرمے خیال میں پاکستان اقبال کے صوفیانہ خیال کا ایک زندہ معجزہ ہے۔

یومہ خصوصاً مثنوی مولانا و گلشن راز سبب خود سبسی و آثار سید علی ہمدانی و عراقی نامہ اسرار خودی و رموز بیخودی و جاوید نامہ و حنی آخرین اقوام "بس چہ باید کرد ای اقوام شرف" ر مثنوی قرن ہجرت و گلشن راز قرن ہجرت سبب، عربی مہار نامہ در خود اسرار خودی و فلسفہ کمال رسمی (Perfectionism) ر متحیر افراد نکرده بلکہ در اقوام و ایجابات سری نیز وارد کردہ و نتیجہ ہمارہ بھی کہ از ن کوفہ استقلال و اسناد بخیر میں سری اسب و جای نمک سبب کہ حسن تعلیمات اقبال پاکستان مسئلہ ر یومہ آورد و استقلال پاکستان را میتوان از معجزات مثنوی و فلسفہ اقبال دانست۔

خائن ادبی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بھی قبل کا شمار بزرگ میں
 صوفی شعرا میں ہوتا ہے اس خیال کے مد نظر کہ ان کے خیالات عام لوگوں کو
 آسانی سے سمجھ آجائیں صوفی شعرا عموماً سہل (نہ سرحی اشارات) کا
 استعمال کرتے رہے ہیں۔ یہ طرز شعر گوئی گیارہویں صدی میں پہلے صوفی
 شاعر ابو سعد ابوالخیر سے شروع ہو کر سولہویں صدی کے اواخر
 تک عراق پر رہا اور جامی اس مکتب کا آخری بڑا شاعر ہوا ہے۔ اسی مکتب
 کے کہ وہ بڑے شاعر ہیں جن حقائق نے اسے کلام میں محض مسائل پر
 مشتمل کیے ہیں میں شعر کہتے ہیں اور اس طرز فکر کو بے جا کہتے
 ہیں وہ پاکستان کے شعرا میں مقبول خاص شگفتگی اور ایران میں یہ طرز
 شعر سنی مکتب کے نام سے مشہور ہے۔ برصغیر ہند و پاکستان میں
 لغانی، عذقی، فیضی، ظہیری، شیری، طالب، امینی، عذقی، صائب،

در شعر ادب معروف قبل را باید بکی از بزرگترین مراعاتی است
 در ادب، خصوصاً در آثار کہ شعر گیس در زبان فارسی آثار کردہ برای
 رنگہ متعلق بہ آثار و اشعار خود و در ادب مرید بہتر و آثار وارد
 بہ ایک سبک سمبولزم (Symbolism) را در شعر حصار کردند و اس روش کہ
 در زمانہ ہندو بہ چہرہ بہ ہر سبک معروف بہ زبان ادبی از طرف ہندو
 وارد ادب ہندو بہ نام زبان دین ہندویم در اوج بری ہو و عبدالرحمن جامی
 را باید آخرین شعر بزرگ این سبک دانست۔

بکی از بزرگترین سادہاں معروف ہمسالہ ہندو سیرازی کہ تہی
 اصول اسیمپرسیو (Impressionism) را در اشعار خود نگاہ کردہ ہوں
 بعد از ہندو شعرا بزرگ فارسی زبان ہند و پاکستان روح ہندو باقیہ
 در میان ایرانی بہ یک ہندی، ہندوستانی معروف نہ است۔ در ہند و پاکستان

بدل، غالب، وغیرہ نے اِپریسنزم (Impressionism) طرز کی شاعری کی ترقی میں حصہ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شعر سے وہ روای اور سادگی جو صوفیانہ خیالات کے بیان کے لئے لازم ہے رخصت ہو گئی۔ بدل کا کلام نو خاص طور پر صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص ہو گیا جو فن شاعری کے تمام پہلوؤں اور نکات سے آشنا ہیں۔

اقبال نے اس طرز بیان کے نقص کو محسوس کیا اور اس سے دوبارہ شاعری کو صوفی مکتب کی مخصوص سادہ بیانی اور روای عطا کی۔ اقبال کے پیغام کے مخاطب مشرق کے لوگ اور حاضر کرستان ہیں۔ اقبال کی شاعری نے پہلے اہالی پاکستان کو بیدار کیا اور پھر اہل ایران کے دلوں میں جیسس جدا کی اور اب اقبال کا اثر ان لوگوں میں بھی پھیل رہا ہے جو فارسی، فغانی، عربی، فیضی، صہوری و نظری صاحب آملی و حسی و کسم و حساب بدل و صاحب اِپریسنزم را رقی فوق العادہ دادند و سجدہ ان ابن مسد شعر از آن روان و سادگی کہ برای ہمہ مسائل دہی و لذت بصرف لازم است اساد و مخصوصاً در شعر بدل اختصاص کسانی پیدا کرد کہ رجمہ رموز شاعری آگاہ باشند۔

سال بہتر از ہمہ متوجہ این عیب شدہ و دوبارہ شعر را بھمان سادگی و روانی ببواسم (Symbolism) برگرداند زیرا کہ مخاطب او ہمہ مردم کشور های شری و اسلام از پیر و جوان و زن مرد و ہودند و شمس سب شد کہ شعر اقبال ہمہ مردم پاکستان و پس ازان مردم ایران را تکان داد و اسک روز بروز نفوذ آن در میان مردمی کہ فارسی زبان نیست بیشتر ہی شود۔

خالص ادبی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو بھی قبال کا شمار بزرگ ترین صوفی شعرا میں ہوتا ہے اس خیال کے مدنظر کہ ان کے خیالات عام لوگوں کو آسانی سے سمجھ آجائیں صوفی شعرا عموماً سہل (یا سرحی اشارات) کا استعمال کرتے رہے ہیں۔ یہ طرز شعر گوئی گیارہویں صدی میں پہلے صوفی شاعر ابو سعد ابوالخیر سے شروع ہوا اور سولہویں صدی کے اواخر تک شعرا پر رہا اور حامی اس مکتب کا آخری بڑا شاعر ہوا ہے۔ اسی مکتب کے ایک بہت بڑے شاعر میرالدین حافض نے اسے کلام میں بعض مبالغہ بر سرسبزہ کی صورت میں شعر کہے ہیں اور اس طرز کی تذکرہ نویس کے سامنے شہد و گواہی کے شعرا میں سہل و سحر حاصل ہو گئی اور ان میں یہ صورت شعر شہسوی مکتب کے نام سے مشہور ہے۔ برصغور میں وہ پاکستان میں دہلی، غزنی، قصبہ، جامشوری، طبرہ، اسی، غنی، ہم، صائب،

از نظر ادبی صوفی اقبال را بزرگترین سرایندگان دین فن را سمیت۔ صوفیہ از آنداز کہ شعر گفتن در زبان فارسی آثار کردہ برای ایشان متناسب سمیت نفس و نسبت خود را در دشتان مردم بستر و آسایش وارد کرد۔ سبک سمبولیزم (Symbolism) را در شعر اخبار کردہ و این روش کہ در زمان ابو سعید ابوالخیر متأسس شد شعر صوفی زبان فارسی از قرن نازدہم وارد شد۔ بابت بابت در زبان فارسی در اوج برقی بود و عبدالرحمن جامی را باید آخرین شاعر بزرگ این سبک دانست۔

لیکن در بزرگترین شاعران صوفی جس میں علامہ گیلانی، نیراری، دہلوی، اصول امپرسیونیسم (Impressionism) را در اشعار خود نگاہ کردہ است کہ چون بعد از درمیان شاعران بزرگ فارسی زبان ہند و پاکستان رواج دہل بادہ درمیان ایرانیان سبک ہندی، شندوسہائی، معروف، سہل و سبک، و پاکستان

بدل، غالب، وعیں، نے اسٹیشنزم (Impressionism) طرز کی شاعری کی ترقی میں حصہ لیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شعر سے وہ روای اور سادگی جو صوفیانہ خیالات کے بیان کے لئے لازم تھے رخصت ہو گئی۔ بدل کا کلام تو خاص طور پر صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص ہو گیا جو فن شاعری کے تمام پہلوؤں اور نکات سے آشنا ہیں۔

اقبال نے اس طرز بیان کے نقص کو محسوس کیا اور اس نے دوبارہ شاعری کو صوفی مکسب کی مخصوص سادہ سانی اور روحانی عطا کی۔ اقبال کے پیغام کے مخاطب مشرق کے لوگ اور خاص کر مسلمان ہیں۔ اقبال کی شاعری نے ہمے اہالی پاکستان کو بیدار کیا اور پھر اہل ایران کے دلوں میں حبش پیدا کی اور اب اقبال کا اثر ان لوگوں میں بھی پھیل رہا ہے جو فارسی

فہانی، عرفی، فیضی، طہوری و نظیری صلب آملی و غسی و کیم و صاحب بدل و غالب امپرسیونسیم را ترقی فوق العادہ دادند و نتیجہ آن این شد کہ شعر از آن روای و سادگی کہ برای اہم مسائل دہی و غیب بصورت لازم است افتاد و مخصوصاً در شعر بدل احساس کسانی پیدا کرد کہ از جملہ روس، شاعری آگاہ باشند۔

اقبال بہتر از ہمہ متوجہ اس عیب شدہ و دوبارہ شعر را بہمان سادگی و روانی سمواسیم (Symbolism) برگرداند زیرا کہ محاط او ہمہ مردم کشور های شرق و اسلام از پیر و جوان و زن مرد و ہودند و ہمیں سبب شد کہ شعر اقبال ہمہ مردم پاکستان و پس از ان مردم ایران را بکان داد و اینک روز بروز نفوذ آن در میان مردی کہ فارسی زبان بہت بیشتر می شود۔

زبان نہیں جانتے۔ دنیا میں بے شمار شاعر ہوئے ہیں۔ لیکن ان میں سے صرف
 اہی شعرا کو قابلِ تمجید اور عظیم المرتب خیال کیا جاتا ہے جنہوں نے
 اپنے اپنے زمانے میں ایک نیا، یا ملہم من اللہ کی خدمت انجام دی ہوئی۔

نہ فہم ہوں نے عام لوگوں کی تمنیات اور آرزوؤں کی نمائندگی کی بلکہ
 ان کی آرزوؤں اور مفاد کو پورا کرنے کا حریفہ بنی ان کے سامنے پیس
 کیا۔ حالِ شعبان عظیم المرتب انسانوں میں سے ہے اور ہم اسے اگر بیعبر
 شاعرانہ شاعر بیعبران کا لقب دیں تو نہایت مناسب اور صحیح ہوگا۔
 اسے غای سر اور د کی حقیقی غنیمت اس وقت ہم پر روشن شوق ہے جب ہم
 ان کے ماحول اور ان کے زمانے کے پس منظر کے مدنظر ان کے کلام کا مطالعہ
 کریں۔ صرف اسی حالت میں ہم اندازہ لگا سکیں گے کہ ان کے ملک اور
 ان کے ملکوں نے اس کے کلام سے کس قدر فائدہ اٹھایا ہے۔ سب لکوت

در جہان ما ساحران سمار عود اند اما در عالم حشمت بسا کسان
 و زمان سنان بزرگ و در حور شائیں اند کہ سحر مستور و زمان دور عود
 شمشید، یعنی نہ تنہا آرزوئی مردم دینار عود و زمان نردہ بسا بلکہ
 راہ رسدین سن آرزو ما اخیار سن داند ساسد، قصدا علامہ محمد تہا
 لکی میں مریدان سرور گیسہ بہ بیان و را حاکم سبیر و ساسر، پیران
 دانست۔

ہای بی بردن مقام سید ان کہ سراسر دین بزرگ بود ابدان را
 در محو زبان و زبان حور۔ دندہ معلوم شور حد نہاد از وجود انسان بہرہ
 کشور شان و ملت شان شدہ است۔ درین یک ماہ و نیم گذشتہ سفر ہای
 متعدد میں در پاکستان و مخصوصاً اقامت در سلاکوت و لاہور یعنی محض کہ

اور لاہور میں قیام کے دوران میں مجھے موقع ملا کہ میں اپنی آنکیوں سے اس ماحول اور گرد و پیش کے حالات کو دیکھ سکوں جہاں اقبال نے اپنی زندگی کے دن گزاریے ہیں اور اس مطالعہ سے اقبال کا مہذبہ سری مٹا ہوں میں بندہ مر ہو گیا ہے۔ پاکستان آنے سے پہلے بھی میں اقبال کو ایک بہت بلند شخصیت سمجھتا تھا لیکن اب جب کہ میں یہاں سے واس حاصل ہوں اس کا مقام میرے لئے پہلے سے بہت بلند ہو گیا ہے۔ کیونکہ جو مجزاء کام اس نے اس ملک میں انجام دیا ہے میں اپنی آنکیوں سے دیکھ چکا ہوں۔



اقبال در آن ریسمان است روز بروز اس مرد رزق را در نظر من پرور
کرد ، من شش از آن کہ با کسان بنام اقبال را بزرگ می دانستم ، روزی کہ
ار ، کسان می روم او در نظر من بسیار بزرگ تر شده است زیرا خود دیدم
وئی چگونه درس بر زمین اعجاز کرده است .

اقبال اور ڈاکٹر حسین خطیبی

ڈاکٹر حسین خطیبی تہران یونیورسٹی کے ہر ذل عزیز پروفیسر اور شیر و خورشید سرح (ایرانی رڈ کراس) کے سکریٹری ہیں۔ خطیبی مرحوم ملک الشعراء کے نہایت عزیز ساگرد تھے اور اب تہران یونیورسٹی میں اسی پوسٹ پر کام کر رہے ہیں جو بہار کے وقت سے خالی ہوئی۔ دوسرے محفل میں وہ داسک شنسی، ب فن تنقید و سخن سنجی کی مدرس میں مشغول ہیں۔ خطیبی کا ذوق شعر و حافظہ حیرت انگیز ہے انکو ہر روز حدہ حدہ اشعار اور مختصر قطعات یا رباعیات کے علاوہ قدیم اور متوسطین کے سیکڑوں منتخب قصائد اول سے آخر تک حفظ ہیں۔ اور جب وہ ان طویل قصائد کو اپنی مخصوص تحف اللفظ طور میں پڑھتے ہیں تو یسا معلوم ہوتا ہے کہ اشعار آسمان سے ان پر نازل ہو رہے ہیں۔

میری حسن ایرانی ادیب سے سب سے پہلے ایران میں ملاقات ہوئی ڈاکٹر خطیبی ہیں اور بعد میں جب کہیں مرحوم ملک الشعراء سے بعض ادبی موضوعات پر راجحاتی چاہی تو انہوں نے ہمیشہ ڈاکٹر خطیبی کا نام لیا۔ مجھکو یہ فخر ہے کہ سب سے پہلی تقریر اور سب سے پہلا مقالہ جو بہار کی ساعری پر ڈاکٹر خطیبی نے لکھا وہ میرے لکناں اصرار کا نتیجہ تھا اور اس امر کا ذکر خاص طور پر انہوں نے اپنے مقالہ میں کیا ہے۔

اقبال کے متعلق رسمی اور سطحی قسم کی تقریریں اور مقالات تو ایران میں عام ہونے لگے تھے مگر کسی ایرانی کو اقبال کا باقاعدہ مطالعہ

کرنے کا حوصلہ نہ ہوا تھا۔ ۱۹۵۳ میں ڈاکٹر خطیبی نے قبال کی ساری فارسی مصیفات کا مطالعہ کیا اور اپنے خیالات کا اظہار یوم اقبال کے جلسہ میں فرمایا۔ اس دفعہ یوم اقبال کے پروگرام میں صرف ڈاکٹر خطیبی ہی کی تقریر بھی جسکو حاضرین نے اور ایرن کے طویل و عرص سے سامعین نے ریڈیو پر سنا۔ اسکے بعد انکی تقریر کا خلاصہ بعض اخبارات اور رسائل میں چھپا اور یونیورسٹی کے ادبی حلقوں میں قبال کی شاعری پر نئی اعتبار سے گفتگو ہونے لگی۔ خطیبی نے قبال کے اسٹائل اور نفس مصنفوں کا بغور مطالعہ کیا اور کسی حد تک ایرانی شعرا سے سادہ اور مقایسہ کرنے کی کوشش کی تاکہ ایرانی ہنر اور ادب تاریخی پس منظر کی روشنی میں اقبال کو بہتر پہچان سکیں۔

ڈاکٹر خطیبی کی ایرانی ادبی حلقوں میں مشولیت اور اس کے نظریات کی تاریخی اہمیت کے پیش نظر میں نے انکی انتخاب کردہ عزلیات اور قطعات وغیرہ کو نقل کر دیا ہے تاکہ قارئین پاکستان ایک ایرانی ادیب کے ذہن سے آشنا ہو سکیں۔ چونکہ خطیبی کے مقالات سے افہامات زیادہ تر ایک خاص طبقہ کے ادبا کے لئے ہیں اسلئے فارسی اشعار کا ترجمہ کرنیکی ضرورت محسوس نہیں کی گئی۔

(اقتباس از مقدمہ ۱۰۰ ویں عصر)

”..... اس عظیم نصاب پاکستانی شاعر اقبال لاہوری (جس نے ہم فارسی زبانوں پر اٹنا بڑا احسان کیا ہے) کے متعلق سوائے اسکے نام کے سر نے کچھ نہیں سنا تھا۔ اور میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ ان مسکرات کے ہونے والے جو فارسی زبان کی ترقی کے واسطے سر حائل ہیں اس ملک میں اس قدر طبع اور بے معر شاعر پیدا ہو سکتا ہے۔ ایک سادہ جھکی سر جیتی جاہ صدفوں میں پراں سے نادر پتہ نہیں ملتی۔ از حب صحیحہ بہ معبود ہو نہ حال نے پا این غمہ مستجاب کے جو اس نے جس فارسی زبان میں مادہ چھوڑی جس زبان فارسی فقط کتابیں شکر سکتی، جو مٹے نہیں بوجہ شواہ میں سے حال کی غمہ مستجاب کا غور سے مطالعہ کیا ہے اور میں نے دیکھا ہے کہ اسکے تمام شعر میں کوئی ایسی ترکیب یا لفظ نہیں پایا جا سکتا جس پر زبان

”..... میں از ابن شاعر پر لڑاؤں پاکستانی مرحوم عبد لاہوری کہ میں غمہ حق بردن یا فارسی زبان دارد جو نام چھوڑی نصاب بودم و شکر تصور نمیکردم تا غمہ موافقی کہ در راہ سترفت زبان فارسی استاد شدہ است این تصور بورد جس شاعر پرمانہ بندہ صبی را بوجود آورد کہ شعر میں میسواں لب شعر او در قریں اخیر میں بحر ای فارسی زبان خارج از زبان شدہ نمیبود و شعر موجب باعث شد و فی دانستم کہ مرحوم ابن شاعر یا اسہمہ آدر فصیح کہ زبان فارسی از خود برجای گذاشتہ ابن زبان را لب بدرس خود شد و تمام آدر ابن شاعر را بدقت مورد مطالعہ و امعان نظر فائر قرار دادم و دیدم کہ در سراسر اشعار او لفظی یا ترکیبی کہ میں از شعر فارسی انتظار کہ ما ایرانیان ابن زبان را می دانیم و می خوانیم

انتباس از مقاله بعنوان "سبک اقبال"،

اقبال کا سٹائل یا طرز بیان

اس عنوان کے تحت ڈاکٹر خطیبی فرماتے ہیں :-

ہذا گر ہم چاہیں کہ اقبال لاٹوری کے سٹائل کو چند الفاظ میں بیان کریں تو کہیں گے اس سطر کا ایک ایسا مخصوص سٹائل ہے جس کو "سبک اقبال" (سبک اقبال) کا نام دینا مناسب ہوگا۔ اقبال نے عام شاعر کے خلاف سبک جدید کی طرف بہت کم توجہ دی ہے اور بہت کم اس سٹائل سے اور پیروی کی ہے۔ اقبال نے اس کی بنیاد ایران کے قدیم شعرا مثلاً متوچہری، ناصر خسرو، سنائی، عطار، رومی، سعدی، حافظ، حبشی کا گہرا مطالعہ اور پیروی کی ہے اور اسے شعر میں زیادہ براہی شعرا کی روش کا استعمال کیا ہے اور اسے مخصوص سٹائل کی حدود کے میں نظر اس قدیم فارسی شاعری کی طرز کو محفوظ رکھا ہے۔

سبک اقبال

ہذا اگر جو سبک جدید سبک اشعار علامہ محمد اقبال لاٹوری را در حد کمال خلاصہ کہیم یہ لاٹوریم اس شاعر سبکی مخصوص بخود داشت کہ سبک مناسب بند اثر نام "سبک اقبال"، بخونیم، ایساں بعکس آچہ بعکس در ہدی امر تصور شود کہ سبک جدید متوجہ ہودہ و زان افسان و پیروی ہودہ است بکہ با مطالع و تتبع میں در اشعار شعرا قدیم ایران از میں متوچہری و ناصر خسرو و سنائی و عطار و مولوی و سعدی و حافظ و جامی بستر رومی آذرا در شعر و شاعری بکار می ہست و حدود سبک خود را بہمان پایہ اسالیب قدیم شعر فارسی نگاہ میداشت۔

افعال کو گرہ اہل زبان سے میل ملاپ اور مصاحب کا موقع نہ ملا لیکن مصاحبہ اور تتبع سے اس نے زبان فارسی میں اسی بہارت پیدا کر لی کہ دقیق ترین عرفانی افکار اور مشکل ترین فلسفی و علمی اور اخلاقی معانی کو فارسی زبان کی فصیح میں ترکیب اور کامیابیوں میں آسانی اور روانی سے بیان کر چکا ہے۔ اور بہت محاسنین و سبب افتاد اور درجہ ذہانت کے استعمال سے برہیز کر رہا ہے اور جگہ ایک اسناد سے قطع نظر اس نے اپنے مسائل کو لفظی حشیہ سے بھی فارسی کی شاد و مستحکم صورت پر قائم کیا ہے اور معجزوں اور زبان کی مشکلات کے باوجود خوب نبھا ہے۔ اس کے اشعار میں کوئی لغت یا ترکیب طور استعمال نہیں ہوئی جس پر اصول اور قواعد زبان فارسی کے لحاظ سے اعتراض کیا جاسکے۔

مرحوم اقبال یا آنکہ زبان فارسی را مدرس خوانندہ و در محول عمر بر نمر خویش فرصت آنکہ یا اہل اس زبان معاصر دیکھنا یا بدینہ بود بر اثر حسن ممارست و تتبع چنان در زدن و رسی بہارت و ہفت آئینہ بر نمرت و فشرس افکار عرفانی و مشکل ترین معانی علمی و حلالی را در قالب فصیح ترین الفاظ و کاملترین ترکیب زبان فارسی برورد و آسانی و روانی میں کند و نہ نسبت از ایراد مضامین استوار و بہت سبب و ذہانت و درجہ حراز خود بلکہ باستانی مواردی معدود از حصہ عقلی و عین سک خود را بہاں بادہ اشعار قدیم فارسی استوار سازد و مدہ دارد و ہا کم اسادی از محاسین سخن و دہار سہای کلام بیرون اند و در اشعار عقلی و ترکیبی یا نحوہ استعمالی کہ از نظر اصول قواعد زبان فارسی ہواں آرا ہوا و انتقاد برار دد تقریباً دیدہ نشود .

اقبال کی توجہ زیادہ تر افکار و معانی پر ہے اور الفاظ کی صرف اسی حد تک اہمیت دیتا ہے کہ اس کے ذہنی اور عینی معانی و مطالب کا اظہار کر سکیں وہ لعلی اور شعری صعوں اور نکلتاب سے (جو عموماً کم مابہ شعرا اسے افکار اور معانی کی مستی کی تلافی کیلئے کام میں لاتے ہیں) بالکل بے پروا ہے۔ کیونکہ اس کی عروس افکار سادہ اور صریح الفاظ میں زیادہ خوبصورت و مکمل تر معلوم دیتی ہے۔ اقبال شعر کی مختص اقسام میں پوری مہارت رکھتا ہے۔ فن سیر میں سر نے کچھ بہت سلیں بھی کی ہیں اور فی الحال سے ہی مجموعی طور پر اس کو اس درجہ کا مکمل اور جامع شاعر سمجھا جاسکتا ہے جس کی شعر ایران سے باہر کے فارسی گو شعرا میں کئی آخری دوروں میں نہیں دیکھی گئی۔

(نثریہ انجمن روابط فرهنگی ایران و پاکستان تہران)

اقبال نے شعری بشر متوجہ معانی و افکار اسب و بلفظ ہمانندہ ارزش میدهند کہ وسیع ی برای ابراز معانی و مفہیم دینی و حقیقی او باشد خارج از این حدود بہ پیرایہ شای لفظی و صنایع شعری و طعانی کہ معمولاً ساخران و نویسندگان کم مابہ در اسعار خویش بکار می بندند تا سستی افکار و معنی خود را باس طریقی حیران کنند بکلی بی اعتناست زیرا عروس افکارش در لباس سادہ عبارت زیبا تر تمامتر جلوہ می کند۔

بعضی مصنفات ہم در نوع شعر کردہ است و رو بہ سرفتہ میوان از این حیث نزد اقبال را شاعری تمام و جامع و کامل دانست کہ نظیر او در میان شعرای پارسی گوی خارج از ایران در ادوار اخیر ندیدہ شدہ است۔



اقبال کی شاعری

کسی شاعر کی ہمیت اور اسکا مقام اس وقت معلوم ہو سکتا ہے جب ہم اسکا اسکے زمانے کے اور ہم عصر شاعروں سے مقابلہ کریں اور پھر اسکے مقابل اور بعد کے دوروں میں شعر کے تحول کا مطالعہ کریں اور اسے جانچیں اور مجموعی طور پر ان باتوں اور باتکیوں کے مد نظر اس شاعر کے متعلق اظہار نظر کریں اور فیصلہ دیں۔

محمد اقبال لاہوری کے متعلق اگر ہمارا مقصد صحیح اور دقیق فیصلہ کرنا ہو تو ضروری ہے کہ اسی طریق سے شعر فارسی میں تحول کی تاریخ کا ایران اور ایران سے باہر مطالعہ کریں اور مختلف دوروں میں شعر کی لفظی اور معنوی خصوصیتوں سے واقفیت حاصل کر کے انکا اس میں درازس و مقام شاعر موقعی معلوم مینود کہ بحسب او را در زمان خود و با شاعران ہم عصرش مقایسہ کنیم و پس دورۂ قبل و بعد او را نیز از نظر تحولات شعری مورد مطالعہ قرار دہیم و با سوجہ استنبوح این نکت و و دقایق دورۂ ان شاعر نظری اصہار بداریم و فتاویٰ بکنیم ۔

در مورد استاد محمد اقبال لاہوری نیز اگر حواسہ بانیم و سخن ما سروں بصحت و دقت باشد دید بہمین کشیب تاربح بطور شعر فارسی را در ایران و خارج از ایران مطالعہ کردہ و مختصبات لفظی و معنوی شعر را در ہر یک از این او را بدانیم و ہاشم مقایسہ کنیم با دورۂ قبل و بعد او

و ہمن حصابہ ست کہ در چنین اقبال در سداب کرای پ کمال ارادہ شد ۔

مقابلہ کریں اور اس ترتیب سے اقبال کے زمانے اور اسکے شعر تک رسائی حاصل کریں۔ ہر ہمیں سکے کلام پر دو محائب بھلوؤں سے نظر ڈالت ہوئے۔ پہلے ہم دیکھیں گے سعدی اعتدال اور اس سہارے کے لحاظ سے جو اس سادہ شاعر کو کثرت سے انتخاب اور برکسوں کی ساخت پر کلام میں شاعری حسن سے کرتے ہیں حاصل ہیں۔ اس کے بعد معویٰ لحاظ سے ہم دیکھیں کہ شاعر نے مضامین تلاش کرنے اور انکو مناسب الفاظ کے سانچے میں ڈھالنے میں کتنی توجہ دی ہے۔

اگر اقبال کے کلام کو اسی قوت فکر، جودت صبح، صفائی مرحومہ و زلف اور دائرہ خیال کی وسعت، اسکی جدت بخیل اور شہد و شمع کرے میں سہارے کو یہ نظر رکھتے ہوئے دقیقہ استحسان کے درازو پر نولیں، تو اسکا مقام اور مرتبہ ہم فارسی زبانوں کی نظر میں (جو اس زبان کے قیمتی اور گراں بہار آثار کے حتمی وارث ہیں) اسکے موحودہ مقام سے بدرجہا بلند ہو جائے گا۔ اور یہ امتحان اور مشاعرہ شعرو شاعری کے لحاظ سے اسکو ایران کے شاعر کے طراز اول کے مہودہ حتمہ فارسی گو شاعروں کی صف میں درجہ۔ تادم در اناروی ر دو جنبہ مختلف نظر کہیم یکی از جہت اعتدال و سہارتی کہ اس سخن سری استاد در انتخاب کلمات ساختی برکجات و آراستہ شاعر کلام داشت، و دیگر رائے معنی و دقتی کہ در باطن مضامین و رجحان آل سادہ مناسب بکار بردہ اس ب موحہ تدرج فکر و جودت ذهن و مسای فرجہ و وسعت دائرہ خیال و شہدین حد۔ ابتکار و سہ او در ہر یک از این دو جنبہ مختلف، و یقین اس کہ اگر آثار اقبال را باین طریق در براروی دقیق استحسان و احبار پسنجیم مقام و مرتبت او در یمنی جسم ب فارسی زبانان کہ وارث حقیقی آثار پرارزش و گرانہای این زبان

جگہ دلائے گا اور وسعت فکر اور کمال معنوی کے لحاظ سے (جسمیں شاعر کے ہنر کو پستتر جسنحو کرن چاہئے) اسکو بطور معنی فارسی گو شعرا کے درساں بہت بلند مقام اور درجہ میں جائیگا۔ جب میں نے اپنی دہی اور استاد کی نظر سے اقبال کا مطالعہ نہیں کیا تھا اسکے معنی بعض دہوں یا نظریات کو جو اسکی تعریف میں دوسروں کی زباں سے سنتا تھا مسعہ یا محض رسمی کہے (جو ایسی محافل میں معمولاً کہے جاتے ہیں) خیال کرتا تھا۔ لیکن جب سے میں نے اقبال کے اشعار کا اچھی طرح مطالعہ اور تحقیق کی تو میں نے محسوس کیا کہ جو کچھ میں نے اس کے معنی پہلے سے سنا ہے قطعاً مبالغہ نہیں تھا۔

میں نے دیکھا کہ اقبال مختلف انواع شاعری کے فنون میں مہر ہے وہ وہ دم ادب شعر فارسی کو خوب سمجھتا ہے اور اس سے احساس کرتا ہے اور اس کے ساتھ ہی وہ ایک نئی طور کا موجد اور بانی ہے۔ شعر حسین، ہرانب ہنس از آن خواہد شد کہ اکتون ہنس و یسا این سنجس و مقاسہ اور از نظر شعر و شاعری در زلف چند شعر سراز اثر رسمی گوی خارج از ارن جای خواہد داد و از نظر وسعت و کساں معنی کہ پیشتر شعر شاعر را در آن یاد حسرت و برا درساں شعر ای یاری را در نظر بعضی نیز مقام و موقعی بس ارجمند خواہد نہاد۔

اس بندہ خود شش از اکہ ما شعر دشت و استاد در این شاعر را بخواند و دہد، معنی ز آنچه در دہی او از زبان دیگران می شنید یعنی اسے مبالغہ درستی و از نوع سخنانی می پاسب کہ معمولاً در این بین شاعر کہتہ میبود، لکن از زبانی کہ خود ہر اثر تسع و حقیقی خوب ما آثار فاصل آید شدم از آنچه پیش از آن در حق او شنیدہ بودم کمتر سخنی را مبالغہ

فارسی کی بعض قسموں اور فنون کے لحاظ سے جو اہل نے استعمال کئے ہیں ایران سے باہر کے ممالک میں اسکا وہی مقام و مرتبہ ہے جو صموٰی دور کے بعد وادی بازگشت، کے علمبردار شعرا کا ہے۔ اہل کے کلام کا تتبع و مواضع کرتے سے ہم سرِ مجاہدہ پر ثابت ہو گیا کہ اس سائبر کو معروف سک ہندی (ہندی اسٹائل) کی سائری میں وہی عیب اور سستی نظر آئی جو دورہ صموٰی کے بعد ایران کے شعرا نے محسوس کی اور جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اسٹائل میں تبدیلی آگئی اور قدیم اسلوب سائری نے دوبارہ رواج حاصل کیا۔

میرا خیال ہے کہ اسکے بعض مختصر سی شرح کی ضرورت ہوگی :

نویں صدی (سوری) کے بعد فارسی شعری (جسکو بعض وحوشاب کی یہ کہ سک ہندی کہا جا رہا ہے) کی بنیاد اتنا میں صحیح پائے پر آمیز یافتہ چنانکہ نتوان آرا بطریق بوجہ و تفسیر نمود، میرا خیال را سائری در بواح مختلف و مرتفعات و متوجہ با سب کہن شعر فارسی و رتس ایران و ہم در حد خود مسکریہ ای جدید در مضمی از فارسی و فنون شعر و در س شعری فارسی زبان خارج از ایران دارای ہدایہ نام و مرتب شد۔ سوری دورہ باز گشت ادبی بعد از حضور در ایران دانستہ اند رتس ہندی و سہ در آثار او ہر سی سب کرد کہ اس شعر در سک ہندی و سہ ہندی محض سب و سہی را دیدہ و سہ اسب کہ سہ دورہ صموٰیہ توجہ شعری ایران را بخود چاہ کردہ و سہر سبک و باز گشت اسالہ قدیم شدہ است ۔

در این بارہ گمان میرود مختصر توضیحی لازم باشد :

یہ دائیم سک شعر فارسی از قرن نہم بعد کہ از آن زمان و جہاں

قائم بھی لیکن صفوی دورہ کے بعد یہ طرز شعر رو بالاحتاط بھی اور یہ
 انحصارِ ایراں سے باہر کے فارسی گو شعرا کے کلام میں زیادہ نمایاں ہے۔
 ایران میں اگر بڑے بڑے شاعر مدیم اسلوب شعر مخصوصاً عراقی طرز شاعری
 کو دوبارہ رواج دینے کی طرف توجہ نہ کرتے اور ہندی اسٹائل جوں کا توں
 جاری رہتا تو ایراں میں بھی یہ انحطاط اور بیدل زیادہ نمایاں ہوتا۔

دسویں صدی تک گیارہویں صدی کے کچھ حصہ میں نسبتاً
 قیمتی و گرانی پر مصیفات شعری وجود میں آئی اور بعض صاحب
 طبع شعر نے اس طرز میں اسے شعر کہے ہیں جنکو بہترین فارسی اشعار کا
 ایک جز شمار کیا جا سکتا ہے۔ لیکن شاعروں کی اس کوشش کا کچھ
 نئے نئے مضامین اور جدید معانی پیدا کئے جائیں نہ نتیجہ ہوا کہ سخن
 محسن اور اعترای کے دائرے نے وسعت پیدا کر لی اور شعر فارسی ایک اسی
 سببکہ شادی زعفر مسعود - ہر حد در اسدای دار بر - و اسان صحیحی
 اسور و دلیکن ہندوچ بعد از دورہ صفویہ راہ انحطاط در پس گریب و اسان
 اجماع درساں شعری فارسی گری خارج از ایراں شعر ہندوچ آیت ۔

در ایراں ہم اگر کوشش شعرای برگ ساز گشت اسانب مدیم و
 محسوس مسک عراقی معصوف نمی شد و نہاد مسک شادی بہسان محبوب کہ
 بینش سرفت اداہہ سیاحت بقصد آورد این انحطاط و بیدال محسوس رہبانیست
 روا مسک شادی ہر چند - چنانکہ گدست - تا قول دھم و فسمی از سر
 یاز دھم اندر نسبتہ پر ارزشی بوجود آورد و شعرای صاحب طبعی پس مسک
 شعر گند کہ آثار شان را میتوان در شمار یک قسمت از بہترین اشعار
 زبان فارسی بحساب آورد لیکن قبل زیاد شاعران با بداع مضمائیں حدود

صورت میں ظاہر ہوئے گا جو غیر قدرتی اور بہت زیادہ پر تکلف اور عقل اور فہم کی حد سے باہر تھی اور اسی وجہ سے سب اور کم اہمیت مضامین فارسی شاعری میں داخل ہو گئے۔ اسکا دوسرا اثر یہ ہوا کہ مسہم تسمیہیں، کنائے، استعارے جو دہنی کنایات سے دور و دور دسوار تھے پیدا ہو گئے۔ اور اسے ہر شاعری کے اظہار کے لئے شاعر ہر قسم کے استعارے، تشبیہ اور کنائے کو جائز خیال کرنے لگے۔

دوسری بات یہ تھی کہ الفاظ کے استعمال کی حد وسیع تر ہو گئی اور پرانے شاعروں کی روش کے برعکس یہ شاعر اپنے آپ کو کسی حد اور سرب کا پابند نہیں سمجھتے تھے۔ اور اپنے شعرا میں وہ عامیانہ اور سہل الفاظ کو فارسی زبان کے اصل اور فصیح الفاظ کے دوش و دوش (جو صدیوں سے ہندو طبع خراسانی اور عراقی طرز کے شعرا کے شان مستعمل رہے) استعمال کرے لگے۔ اور شی ترکیب بنائے میں بھی انھوں نے یہی و یافس معانی ہو موجب آمد کہ بدریج اولاً دائرۂ تخیل و اشراقی در شعر فارسی وسیع پیدا کشد و بصورتی سیار مشکک و خارج از حد طبیعت و بیروں از دایرۂ عقل و فہم نکشد و در نتیجہ مضامین مست و کم ارزش در شعر فارسی راہ پیدا بکند۔ بانیہ تشبیہات مسہم و کنایات و استعارات دور از دہن و دسوار بوجود آید و شاعر برای راز خراشاد ہر گونه تشبیہ و استعارہ و کنایہ ای را در شعر جاری داند۔ ثانیاً بہمن علت حدود استعمال الفاظ وسعت پاید و شاعر در انتخاب و استعمال کلیات درست بعکس شعرای قدیم خود را مقید نہیچگونہ ہند و شرطی نداند و در ضمن کلام الفاظ عامیانہ و مبتذل را با کلیات اصل و فصیح زبان فارسی — کہ قرن ہا مورد استعمال شعرای ہند جامع خراسانی و عراقی ہودہ است، یک رشتہ بکشد و در ترکیب سازی نیز

آسان راستہ اختیار کر لیا اور انہوں نے شعر فارسی کا دروازہ اس قسم کی غیر صحیح و درست ترکیبوں کے لئے کھولا چھوڑ دیا۔

اسی سبب سے ہندی طرز کی شاعری آہستہ آہستہ انحصار اور ابتذال کے راستہ پر جانے لگی۔

بہر حال ایران میں صاحب ذوق شعرا نے اس طرز کے نقص کی طرف توجہ کی اور اگرچہ انکی کوشش کوئی جدید سٹائل پیدا کرنے میں کامیاب نہ ہوئی لیکن اسکا یہ فائدہ ضرور ہوا کہ شعر فارسی اپنے قدیم اور ہموار راستے پر پھر واپس آگیا۔ اور دورہ بعد کے معروف شاعروں کو موقع مل گیا کہ قدیم طرز میں بعض تصرفات کر کے اور کچھ نئی باتیں پیدا کر کے قدیم طرز شاعری کو از سر نو زندہ کریں۔

لیکن ایران سے باہر سبک ہندی ابی اسی روش پر قائم رہا اور اسی وجہ سے گزشتہ سو دو سو سال کے عرصہ میں دیگر ممالک کے شعرا ہمیں رہ سہل و سادہ را در پیش بکبرد و عرصہ شعر فارسی را برای ورود اینگونه لغات و ترکیبات نادرست و سست باز بگذارند۔

ان مقدمات موجب آمد کہ سبک ہندی ندک اندک در سر اشب انحصار و ابتذال مبتدا منتہی در ایران شمری صاحب فریجہ زود متوجہ این تقصیر شدند و ہر چند کوشش نہا با ایجاد سبک جدیدی نہ حاصلہ لیکن ان قاہدہ را داشت کہ شعر فارسی را بجادہ ہموار قدیم خود باز گرداند و فرصت آن داد کہ در دورہ بعد شعرای معروف با تصرفات و ابتکارات سبک ہندی قدیم شعر را از نو احیا کنند۔ اما خارج از مرحدات ایران سبک ہندی ہشان طرفی را کہ در پیش گرفته بود ادابہ داد و بہمین علت ہم در یکی دو قرن

(بر خلاف دورہ ہائے قبل) قابل ارزش اور فاس توجہ کلام میں نہیں کر سکے۔

اس دورن میں فقط علامہ محمد اقبال لاہوری ہے جس نے فارسی شاعری کے نیم سیدہ چراغ کو اسے ملک میں از سر نو روس کا اور اس نے اس اسدی حر اور حاویان قروع سے نہ صرف اسے وطن پاکستان کو بلکہ زبان فارسی کے اصلی ٹھکانے یعنی ملک ایران کو بھی روسی ہی ہے۔ اور اسے ایرانیوں کی آنکھوں کو (جو حسرت اور اندوہ سے شہدوسان میں فارسی ادب کی سمع فروزن کو بچھا ہوا ور تاریکی میں دیکھ رہی تھیں) روسی بخشنی ہے اور اسے ایرانیوں کے دل میں یہ امید پیدا کر دی ہے

احمر شعرائی فارسی گوی کشور های دیگر بخلاف دورہ شای قبل نتوانستند اندر نیمہ ن ارزش و قابل روحی داسته و باید گفت کہ تنها در این سال استاد محمد اقبال لاہوری بود کہ توانست چراغ نیمہ مردہ شعر فارسی را در کشور خود از نو بر افروزد و از ثروع جاودانی و نور آسمانی آن نہ تنها کشور پاکستان و زبان خود را سیر سار د بکہ ز دور دور لعلہ ای و بروعی بس تابناک د کشور ایران بہ زبان فارسی نر ساند و چشم ایرانیان را کہ ن حسرت و اندوہ نگران خاموشی و سرتنگی سمع فروزان شعر و ادب فارسی در شہدوسان بودہ روشن کند و آبان را آبادوار و معمش سازد کہ ممکن است بار دیگر در اس کشور بہادر زبان فارسی منام و موفق ترین خود رہد بہ سب آورہ و بار ہم سر رہی شہر دوست و ادب پرور شہدوسان و پاکستان شعری مانند مسعود سعد سلمان و امیر خسرو و امیر حسن و ضائب و کلیم و عرفی و حبشی و بسیاری

مجموعی طور پر اگر دیکھا جائے تو طرز اور ترکیب کی کیفیت کے لحاظ سے اقبال کا کلام چھٹی، ساتویں اور آٹھویں صدی کے فارسی شعر کی (یعنی عراقی سر) کی تقلید ہے۔ اور معنی اور فکر کے لحاظ سے (ان میں سے) کو چھوڑ کر جنہوں نے جلال الدین محمد مولوی سے اثر پذیر ہوا ہے اور ان کی سبوی اور تقلید اثر ہے) اس کا کلام اس کا اپنے سے زیادہ اور زیادہ ہے۔

اقبال نے اسی سنوی زبانی پر ردی کی طرز میں اور اسی وزن میں لکھی ہے اور اسے دوسرے کلام میں جیسوں غزلیں یہی نہیں ہیں (اور جس کے معنی ہم جدا جدا ابھار کر لیں گے) دوسرے شعرا کی نسبت اس کی توجہ روسی پر متمرکز رہی ہے۔

سنوی عراقی میں روسی کے بعد اس کی توجہ شیخ محمود سبکی کی طرف ہے اور سنوی دہلی کی زبان پر اس نے اسی شاعر کی روش پر، موزون کلی شعر و نثر اسلوب و نثر و ترکیب کلام تقلیدی اسب از سبک قرن ششم و ہفتم و ہشتم ہجری در بحر واری یعنی دورہ سبک عراقی و ز نثر معنی و فکر بحر در مددی کہ عجب آثار افکار جلال الدین محمد مولوی قرار بخورد و ز او کہلا و بعد سبک در سبک مرید اشتغال و ابتکار دارد۔

اقبال بیشتر سنوی شاہی خدیو را نروس سنوی مولوی و ہاشمان سبک و وزن سرودہ اسب و در سبک آثار خود و از حلقہ در سبک شہ — سبک، خواہد مد — باشعار مولوی پیش از شعرائ دیگر توجہ داشتہ۔

مدار مولوی در سنوی عراقی بشیخ محمود سبستری توجہ داشتہ و

لکھا ہے۔ اسکے علاوہ اپنی بعض مختصر مشہور بین بوستان سعدی، لیلی و مجنون نظامی کی بھی اس سے بیرونی اور تقلید کی ہے۔ اس طرز شاعری کے شاعروں میں سے اسکو سب سے خیرالدین عراقی سے بھی دل بستگی تھی اور اس نے بار بار اس شاعر کا ذکر کیا ہے اور اسکے بعض شعروں پر تفسیر لکھی ہے۔

دو بیسی میں رندہ پر اسے وہ طائر کی روئی کی بیرونی کی ہے اور غزلسرائی میں حافظ اور روسی کا پیرو ہے۔

سبک خراسانی کے معروف شعرا میں سے سوحہری اور ناصر خسرو کا اثر اسکے دیوان میں پایا جا رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس صرر کا بھی اس نے کافی مطالعہ کیا ہے لیکن اس طرز کی شاعری کی تقلید اور بیرونی کی صرف اسکا رجحان نہیں ہے لہذا قصیدہ اسکے کلام میں بہت کم پایا

مثنوی گسی را در حدید را بروش این شاعر سرودہ . گدسد از این قسم در بعضی از مثنوی شعی دیوان خود از بوستان سعدی و لیلی و مجنون نظامی ہم آئیناس و نفسہ بردہ است . همچنین از میان شعرا ابی سبک سیب و خراسانی عراقی سر نوحہ بھی دانستہ و از اس شاعر در ضمن آثار خود حکار نام بردہ و بعضی از ابیات او را ہم تضمن کردہ است . در ساختن دو سی ہائی خود بستر روس دو ستی ہای بابا طاهر را بکار بستہ و در غزلسرائی جساکہ تفصیل خواہد آمد، برو حافظ و مولوی بردہ است . از ہاں شعرا بی معروف سبک خراسانی فقط بطور مستقیم آری از منوچہری و ناصر خسرو در دیوان او دیدہ میشود و معلوم است کہ در این سبک ہم مطالعہ کافی نمودہ ولی ہمایی بہ بیرونی و تقلید از آن نداشتہ است و بہمن مناسب قصیدہ در

حدا ہے لیکن اس امر کے ثبوت میں کہ اس سے خراسانی طرز نسائی کا
متبع اور تبع کیا ہے بعض مخصوص اجالات طرز خراسانی اس کے معیار
سے بطور دلیل کے پیش کئے جا سکے ہیں۔ اور یہ یقینی بات ہے کہ
وہ مخصوص الفاظ سک عری کے دور دورے میں استعمال سے گر چکے
ہوئے ورنہ سک ہندی میں بالکل استعمال ہی نہیں ہوئے۔

اہل کی عرب گزشتہ پر داکٹر خلیف نے سک حد دے دیا ہے۔
جس سے ذیل کا اقتباس درج کیا جاتا ہے۔

اس مقام میں شہر موصوع۔ سخن اہل کی عرب عربی ہے

عرب کی دیگر اقسام میں بھی حدت مضمون، عرب کی نسائی سک ورن
در وفید کے لحاظ سے اہل نے اسے کلام کی عربی طرز کے نزدیک لانے کی
کوشش کی ہے۔ اور جیسا کہ اوپر اشارہ کر چکے ہیں اس سے صرف سی حد سک
ہندی سرز کلام کی طرف توجہ دی ہے اور اسکی بروی کی ہے۔

ذیل و ہمایہ کم دیدہ مسود لیکن برای بہت مطبوعہ و نسخ و در سک
خراسانی استعمال بعضی از مختلف خطی سک خراسانی را در اسرار وئی مسوا
معدان مہمترس دلیل دکر نمود زیرا ہنری اسب کہ اس وقت در دور
سک عربی از زمان رفتہ و در سک ہندی مکی میرد استعمال نہ رہا۔ اسب
در سایر اقسام عربی در اشکال از نظر مضمون و در صرف وئی در اسب
عرب و یون و وفید حد سک را بطور ہی مہمتر سک خراسانی را اسب
و در اسب از آثار خود ہم فقہ بھی اشارہ نہ در ما۔ عربی۔ اشارہ شد
سک ہندی توجہ نموده و از ان اقتباس و تالیف شدہ اسب۔

دوم — قبیل کا وہ کلام جس میں سببیم شور بر کو حافظہ اور روپی کی سروی اور تعلیم نہیں کرنا (سکن بعض الفاظ اور اصطلاحات سے قطع نظر جو بعض اوقات سبک عراقی کی حدود سے دھڑ استعمال کرتا ہے) ان دو مشہور شاعروں کے زیر اثر ہے۔ اقبال کے کلام کا بھی وہ حصہ ہے جس میں اس نے غزل کے لئے ایسی ردیوں انتخاب کی ہیں جو حادث اور دوسرے عراقی اسٹائل کے شعرا کے کلام میں موجود نہ تھیں۔

سود — وہ سرلیں ہیں جو محبوب سبک بندی کے زیادہ برسک ہیں۔ اسی غزلوں کی عمدہ نسبت کم ہے۔ لیکن اس حصہ میں بھی اقبال کی طرح زیادہ برسک بندی کے سہمے دور کی طرف بھی اور سامنے اسکے کلام میں لفظ و معنی کے رجحان سے اس اسٹائل کے آخری دوروں کا کتب اور معنوی اور لفظی سہمی ہیں نئی جاتی۔

دوم — آہاری کہ ہر چند مسبق الف و سبب سرلیں حافظ و معنوی سبب سکن در آن از حب سبک و استوب سببی عادت و مہذلاحی کہ دہلہ جانکہ کذب خارج از حدود سبک عراقی نکر سبب کہلا حب و سر روشن این دو شاعر غزلیں معروف برادر دزد و در حبس و سبب سبب کہ ردیف های برای غزل انتخاب نکند کہ در سرلیں حافظ و بعضی دیگر سرلیں ایران سبک عراقی سابقہ نداشته است۔

سود — غربانی کہ روسپہ رفتہ سبک بندی عراقی نکر سبب و سبب۔ ان سبب کہ سبب غزلیں او کمتر است در این و سبب کہ در سبب سبب و سبب و سبب اول سبک بندی بودہ و استعراش از حب لفظ و معنی و سبب و سبب ہی معنوی و لفظی او آخر اس سبک سبب دور است۔

مے اشعار بھی مہرے میں جو اس لحاظ سے لکھے گئے ، لکھ مہرے : اور غزل کی زبانی کے لحاظ سے اس کے بیشتر اشعار سے کم درجہ کے ہیں ۔

بہت سے سورتوں اور مقابلہ کی غرض سے اور سب سے بھی اس زمانہ کے اشعار کے سرشار ذوق کے ثبوت کے طور پر چند غزلیں جو اس نے حافظ و رومی کی سورتوں میں اور ان کے غزلیں جو اس کی اس طبع نے ان میں پیش کرتے ہیں ۔

حافظ کی اس غزل کی تقلید میں :

سرم خوش است و بیانگ بلند می گویم
کہ من نسیم حیات از پیالہ می جویم

اقبال نے یہ غزل کہی ہے :

باین بہانہ دریں بزم محرومی جویم
غزل سراپم و پیغام آشنا گویم
بخلوتی کہ سخن میشود حجاب آنجا
حدیث دل بزبان نگاہ می گویم
پی نظارہ روی تو می کنم پاکش
نگاہ شوق بجوی سر شک می شویم

نہایت سادہ و سلیس ابیات نمیرسد ۔

کہ غزلوں میں یہ سادہ و سلیس اور راجحہ اشعار اور
میں شاعر نے سادہ و سلیس غزلیں اور ان کے سادہ و سلیس غزلیں
جو غزلوں میں بہت کرات طبع وی در اینجا می آورد ۔ بتقلید این غزل حافظ
کہ نمیرسد :

بہت خوش است و بیانگ بلند می گویم (الخ)

باین بہانہ سرم بزم محرومی جویم (الخ)

چو غنچہ گرچہ بکارم گرہ زند و لیک
 ز شوق جلوہ گد آفتاب مبرویم
 چو موج ساز وجودم ز سیل بی پرواست
 ندن سرکہ در این بحر ساحلی جویم
 حافظ کی اس مشہور غزل :

حز آستان توام در جہاں پناہی نیست
 سر مرا بجز این در حوالہ گاہی نیست
 کا جواب یوں ہے :

اگرچہ زیب سرش افسر و کلاہی نیست
 گدای کوی تو کمتر ز پادشاہی نیست (الخ)
 حافظ کی ایک اور غزل جسکا مطلع ہے :

کنون کہ در جمن آمد گل از عدم بوجود
 بنفشہ در قدم او نہاد سر بسجود
 بہ غزل کہی ہے :

بہار تا بہ گلستان کشید بزم سرود
 نوای بلب شوریدہ چشم غنچہ کشود
 اور یہ غزل :

بہ شاخ زندگی ما نمی ز تشنہ لبی است
 تلاش چشمہ حیوان دلیل کم طلبی است
 حافظ کی اس غزل کے جواب میں ہے :

اگرچہ عرض حنر پیش یار بی ادبی است
 زبان خموش ولیکن دہان پر از عربی است
 اور حافظ کے اس مطلع کی غزل :

نہ ہر کہ چہرہ بر افروخت دلبری داند
 نہ ہو کہ آئینہ سازد سکندری داند

کے جواب میں اہل کی عرا کے پہلے دو بیت یہ ہیں :

جہان عشق نہ میری نہ سروری داند

عمیں بس است کہ آئین چاکری داند

نہ ہر کہ طوف بتی کرد و بست ز ناری

صنم پرستی و آداب کافری داند

اور پھر حافظ کی مشہور غزل جسکا مطلع ہے :

خیزو در کاسہ زر آب طربناک انداز

بیشتر زآنکہ کہ شود کاسہ سرخاک انداز

مندرجہ ذیل مطلع کی غزل جواب میں کہی ہے :

دگر آشوب قیامت بکف خاک انداز

ساقیا بر جگرم شعلہ نمناک انداز

مندرجہ بالا حمد نمونے ہیں ان غزلوں کے جو اس نے حافظ کی سروری میں

نہی ہیں اسکے علاوہ حافظ کی بہت سی اور غزلوں کے حوالہ میں شیوڑی

بہت تبدیلی کے ساتھ جواب کہے ہیں۔ اب ہم حمد نمونے ان غزلوں کے

پیس کرتے ہیں جو اس نے رومی کی غزلیات کے بلرز پر کہی ہیں۔

صورت نیرستم من بتخانہ شکستم من

آن سہل سبک سیرم ہر بند گستم من

در بود و نبود اندیشہ گما نہا داشت

ز عشق ہویدا شد این نکتہ کہ هستم من

در دیر نیاز من در کعبہ نماز من

ز نار بدوشم من تسبیح ہستم من

صورت نیرستم من سخاہ شکستم من (اخ)

سرمایہ* درد تو غارت نتوان کردن
 اشکی کہ زدل خیزد در دیده شکستم من
 فرزانه بگفتارم دیوانہ بکردرم
 از بادہ شوق تو ہشیارم و مستم من

اسی طرز میں یہ غزل ہے :

فرقی نہہد عاشقی در کعبہ و بیتخانہ
 این جلوت جائانہ ، آن خلوت جائانہ
 شادم کہ مزار من در کوی حرم بستند
 راہی ز مژہ کاوم از کعبہ بہ بیتخانہ
 ہر کس نگہی دارد ، ہر کس مہنی دارد
 از بزم تو می خیزد افسانہ ز اسانہ
 در دشت جنون من جبریل زبون صیدی
 یزدان بکمند آور ای ہمت مردانہ
 اقبال بہ منبر زد رازی کہ نباید گفت
 نا پختہ پروں آمد از خلوت بیتخانہ

یہ دلکش غزل بھی رومی کی بیروی میں ہے :

گریہ* ما بی اثر نالہ ما نارساست
 حاصل این سوز و ساز یک دل خوین نواست
 در طلبش دل طہید، دیرو حرم آفرید
 ما بہ تمنای او، او بہ تمنای ماست

فرقی نہہد عاشقی در کعبہ و بیتخانہ (۱۰)

گریہ ما بی اثر نالہ ما نا رساست (۱۱)

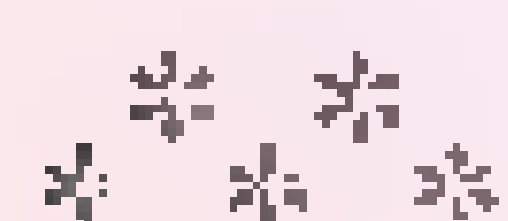
پرد گیان بے حجاب من بخودی در شدم
 عشق غیورم نگر میل تماشا کراست
 مطرب میخانہ دوش نغمہ دل کش سرود
 بادہ چشیدن خطاست بادہ کشدن رواست
 زندگی رھروان درتگ و تاز ست و بس
 قافلہ سوج را جادہ و منزل کجاست
 شعلہ در گیر زد بر خس و خاشاک من
 مرشد رومی کہ گفت منزل ما کبریاست

ذیل کی دو غزلیں اقبال کی مخصوص طرز غزل سرائی کا ایک اعلیٰ نمونہ ہے
 اور ان میں اسکا ابتکار (Originality) اور تقلید دونوں طہر ہیں :

تو باین گمان کہ شاید سر آشیانہ دارم
 بطواف خانہ کاری بخدائے خانہ دارم
 شرر پریدہ رنگم مگدر ز جلوۂ من
 کہ بتاب یکدو آنی تب جاودانہ دارم
 نکتم دگر نگاہی برمی کہ طی نمودم
 بسراغ صبح فردا روش زمانہ دارم
 یم عشق کشتی من ، یم عشق ساحل من
 نہ غم سفینہ دارم نہ سر کرائہ دارم
 شرری شان ولیکن شرری کہ وا نسوزد
 کہ هنوز نو نیازم غم آشیانہ دارم

تو باین گمان کہ شاید سر آشیانہ دارم (الخ)

از همه کس کناره گیر صحبت آشنا طلب
 هم ز خدا خودی طلب هم ز خودی خدا طلب
 از خدش کتر شده ای کار نمی شود تمام
 عقل و دل و نگاه را حلوه جدا جدا طلب
 عشق بسر کشیدن است جمله کائنات را
 جام جهان نما سجو، دست جهان کشا طلب
 راهروان پرهنه پا راه تمام خار زار
 تا بمقام خود رسی راحله از رضا طلب
 چون بکمال می رسد نترد دلیل خسروی است
 مسند کعباد را در نسه بویا طلب
 بیش نگر که زندگی راه بعالمی برد
 از سر آن چه بود رفت در گذر اتشها طلب



از همه کس کناره گیر صحبت آشنا طلب (الش)

{ نقل از محله بقما ۱۹۵۳ }

آقای مجتہبی مینوی اور اقبال

آقای مجتہبی مینوی فارسی، عربی اور سکرپری شیبہ میں خبر معینوں
- مدرسہ لکھنے میں - عربی، ادبی، ہندی اور تاریخی مسائل پر متعدد مقالے
اور متعدد کتابیں لکھے ہیں اور اب ان کے سارے سارے
چھپنے کے علما اور ادبا میں ہوتا ہے۔

آپ کی تالیف ”اقبال لاہوری“ سب سے پہلی کتاب ہے جو
اصل اور اسکے کلام کو اس اراک سے روشناس کرائے کی غرض سے لکھی
گئی ہے۔ یہ کتاب ۱۹۶۹ء میں محملہ یغما کی طرف سے شائع کی گئی۔

مجتہبی مینوی کئی سال لندن میں سیہ رشتہ اور سالہانی کے قیام
کے زمانے میں بعض کسانوں کے دوست ہیں وہ اقبال کے کلام اور پیام
سے آشنا ہوئے۔ حسد کہ انکی تحریروں اور تقریروں سے سارے شاعر
اقبال کی شاعری اور اسکے وسیع علمی اور ادبی مطالعہ سے بہت متاثر
ہوئے ہیں۔

ادبی مینوی لکھے ہیں:

”اقبال کی شاعری کا سچا سچا سہو مکالمات مضمون پر اسکے
مناصب میں اور حویکہ میں رسالے میں یہ اقبال سے آسانی کرائے کی غرض
سے لکھا گیا ہے اس کے کچھ اشعار بھی درج کئے ہیں، ان سے

سمجھنے میں آسان اور اقبال میں وہ سادہ اور سادہ و خوب سارے
رسالہ کی کہ دہائی معری او دوستہ ام معری ار اشعار و - روح اس بارہ
میں کہ قنارہ میں را مویہ این مطالب کتم “ اور عربی نظم

لازم ہے کہ میں آپ کی بوجہ اس حقیقت کی طرف مبدول کروں کہ آٹھویں
 صدی ہجری کے بعد ایران اور ہندوستان کی فارسی میں کچھ فرق پیدا
 ہو گیا تھا اور ان دو ملکوں میں زبان فارسی نے مختلف راہیں اختیار کر لیں۔
 قدیم زمانے میں فارسی کی ایسا میں جو جملہ ہندی کا طریقہ رائج تھا ایران
 معاصر میں متروک ہو چکا ہے لیکن ہندوستان میں ابھی تک قائم ہے۔
 مثال کے طور پر مثال کا مصرع ”سر آمد روزگار اس تیری“، سہا سب رکبت،
 ہے کملہ دہند بہرام سہاسی کی اس عبارت سے کہ ”و آن لذی حشر حشمت
 عفتی عظیم در راہ داد“، اور اسی سے ہستی جتنی مثال میں ہے ملک شعرا
 بہار کے کلام میں بھی دیکھی ہے۔ لیکن اصولاً جب کسی کسی کلمہ کو
 ہی وحدت کے ساتھ ”آن“، ”ایں“ کے بعد استعمال کریں تو لازم ہے کہ
 اسکے بعد ایک توصیفی جملہ جو حرف ”کہ“ کے در بعد موصوف سے مربوط
 ہو لایا جائے مثلاً ”اس فقیری کہ دست بجات مہ دراز کردہ اس۔۔۔“
 ہجری بعد شریح میں فارسی ہندوستان و فارسی ایران تفاوت پیدا کردہ اسوہ در
 ہرک از دو ملک ابن زیباں درخت خاصی سر کردہ، و شریحی تحول بہتر ہے اس۔
 در نفیس حمل سیوہ ہی در قدیم الایام در زبان فارسی مرسوم بودہ
 اس کہ امروزہ در ایران متروک شدہ اس ولی در ہندوستان امروز ہم
 مبدول سب مثل میں مصرع اسال۔ سر آمد روزگار ابن تیری، کہ سید
 اس دین سہروردیہ و دہند بہرام سہاسی ”و آن لذی حشر حشمت عظیم
 در راہ داد“ و میں حمید ای سیدہ دین درکی از شعار آفای ملک الشعرا
 بہار نیر دیدہ ام ولی ہر گاہ کہم ی را دیائی وحدت نند از آن تا ابن باوریم
 بعد از آن تک جملہ ”توصیفی“ ناند بناند کہ تا حرف ”کہ“ بموصوف مربوط
 شدہ سہہ مثلاً ”ابن فقیری کہ دست بجات مہ دراز کردہ اس۔۔۔۔۔“

محسّطرح ہم کئی عربی کلمات کو انکے عربی زبان میں اصلی معنوں سے مختلف معنوں میں استعمال کرتے ہیں اور ترکی کے لوگ فارسی اور عربی کے لفظ کو انکے اصلی مفہوم سے مختلف معنوں میں استعمال کرتے ہیں سی صرح ہندوستانیوں (اور افغان اور ساجیک لوگوں) نے یہی فارسی اور عربی کے بہت سے الفاظ کے معنوں کو بدل دیا ہے۔ اور اردو یا فارسی معنی میں بہت سے الفاظ کا وہ لائے ہیں جو شکل کے لحاظ سے یہ فارسی یا عربی میں نہ کہ ان الفاظ کا مفہوم اس معنی کے لئے اس مفہوم سے جو شہر کے ذہن میں آتا ہے کچھ محسّطرح ہے۔ اسی سے ان لوگوں ان کتابوں میں یہ معروف ہیں بھی پایا جاتا ہے جو ایران کے محسّطرح میں کہیں لائے ہیں۔ مثلاً غزنوی اور سجستانی ہندوستانیوں کے غیر یہ ہیں کہ اس متنیف شدہ کتاب یا اسمہان میں آئے ہیں معنی استعمال شدہ و معانی معانی طور کہ ما بصری از کلمات عربی را بصری را ال معنی کہ در زبان عربی نہ رد نکار میرسد و تو لہذا حلی از کلمات فارسی و عربی را بمعنی دیگر استعمال میکنند ہندوستانی (و بعضی و بعضی) ہم معنی سے ردی از کلمات فارسی و عربی را بمعنی دادہ و معنی در اردو و حد در شعری کہ ما بصری بمعنی اہل القامی نکار میرسد کہ صورت آہ فارسی یا عربی کو بمعنی ہندوستانی از آہ نہیں ما بصری یا بمعنی کہ بعضی اور ہندوستانی ہندوستانی معنی دارد۔ میں اندازہ تفاوت ذہنی در لہذا و اسعدی نیز یہ در ذہن محسّطرح برن قوسہ و سرودہ شدہ است بمعنی ہندوستانی کہ در حشر حشری و ملحوظات کنای کہ در یہ قوسہ بمعنی یا شعری کہ در اسمہان سرودہ بمعنی یا شعری کہ در طوس گنہ بمعنی یا کہیں کہ در شراب سہار از حشر استعمال کلمات و معانی برخی از الفاظ قدری متفاوت ہوں۔ در

اسکی تدریسی زبان سے آسنائی ہندوستان اور ایران کے قدیم شعرا اور انسا پردازوں کی تصنیفات کے درجہ سے ہوئی اور اسے یوں اُنکی کوئی موقع نہیں ملا۔ اور بہت ممکن ہے کہ جو ایران معاصر میں کتابیں لکھی گئی ہیں اسکی نظر سے نہ گذری ہوں۔

پھر حال اقبال ایک غیبی شورش اور صاحبِ قریب ساحرِ ہونیکی حشمت سے جس رکنیا ہے نہ اسے مستطیع کو بدن شریعت کی تشریح سے نہ صاحب کے متعجب سے اسکی مرضی ہے۔ مٹاؤں سے اسکی اور شریعت سے

مقام اقبال

جب تک میں نے محمد اقبال کی تصنیفات نہ پڑھی تھیں

پھر حالتِ این ر ہموارا باید در تدریس کہ محمد اقبال اردو زبان بود و در پنجاب نسو و ما کردہ و سنی ہندوئی نہ تدریسی زبان نمودہ اند درس فارسی خوانندہ و آسنائی او بہ زبان فارسی ز راہ سب شعرا و نویسندگان ہندوستان و گوہرِ ذلِ قدم ایران بودہ و ہرگز نہ زبان نگداستہ است و ز آجہ در عصر او در ایران نویسندہ و منتشر کنندہ است نامہ چیری نمیدہ و نخواندہ بنامہ و بواسطہ اشکہ نامہ بزرگ و نامہ دربار نامہ و را محو و محار بہ نامہ کہ معنی شرف نامہ در نامہ برای ادعای مہمہ خود بخار مسردہ سمایہ و جدی آنکہ اشاد و معصراہ او را سوز مسجور و خوردہ گیری قرار دہمہ نامہ ہستون نامہ کہ من ساحر بزرگ نہ زبان مدرستی ردو بودہ است زبان فارسی را وسندہ بیان نامہ ہستی و سنی خورد و افکار سب نامہ خوانندہ خود کردہ است ۔

من نا وقتی کہ تالیفات و تصنیفات محمد اقبال را نخواندہ بودم

سوجھ بوجھ نہیں آیا کہ ہندوؤں کے مسلمان کہوں سکی شہرِ عرفیہ کرے
 شہر - لیکن اب حکمہ میں اس کی تصدیق سے وقت جو حکا شہر میں
 ان کی معرفت کو بالکل جائز سمجھ شہر - میں کوئی مبالغہ نہیں اور
 جو آج وہ اہل کے بعض خدائے آریہ میں سب سے ہے۔ حال ایک
 صاحبِ قدرت شاعر اور بلند خیال فلاسفر تھا اور وہ زندگی کے لئے سعی و
 توسل کا مہم تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ ہر گونہ زندگی کی حقیقت سے
 وقت آریہ - سکی جو کلام اور شعر و اس میں یہ اندازہ اس کے
 سب سے دعویٰ میں تھا ہندوستان کے کئی کروڑ مسلمان اس کے لئے
 ہر شے حرام کے لئے جس کو ایک مہم اور صاحبِ کتب پیغمبر کے
 جوش سے ہی کے لئے - ہندوؤں کی آزادی کے لئے جوش و خروش اور پیر
 ہندی مسلمانوں کی ایک اسلامی حکومت کی تشکیل کے لئے سعی و کوشش
 اہل کی سیاسی تعلیم کا بیج نہ تھی۔ جب ہم اہل کی زندگی پر غصہ

تبدیل اس میں کہ حرام میں ہندو دربارہ او اس بارہ غلو و مبالغہ میکند۔ اب
 کہوں کہ دربارہ میں اس کے ساتھ ام عیدہ ایشان و مروجہ مہتمم بعبارہ اخیرہ
 مبالغہ میں۔ نچہ دربارہ او معتمدہ بحاسب اہل شاعر قادر و حکم میں
 مکاری جو کہ و خود اس بار و کوشش و زندگی بود و میخواست کہ
 دہلیہ را بر مکر و توسل و دارد و از معای زندگی مستحضر سازد و وہ
 لازم و شود سخن او چہی بود کہ بی آنکہ ادعای رسالت کردہ ہے
 امر و نہ میں نے از مسلمان ہندو بی آنکہ او را فرستادہ خدا بدانش میں با و
 احسانی درم کہ سروان تک ہی ملہم و بعض صاحبِ کتب میں با او
 درند و ہمارا ہندی از سر و سوی اہل ہند آزادی و سعی میں ہند
 در راہ تشکیل تک دولت اسلامی در ہند بر اثر تعلیمات سیاسی نمود اہل

منصہ ہو گوں کو مدار کرن اور کو ایک واحد تصور اور مقصود کے
جھنڈے کے نیچے اکٹھا کرتا تھا۔

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست
سوی قطار میکشم ناقہ بی زبام را

محمد اقبال اپنے آپ کو اہل درد شعرا میں شمار کرتا ہے اور
وہ سوئی اور آرزو، کو بولوں کے دھڑ میں جوس زن دیکھتا چاہتا ہے۔
وہ ان شعر کے مخالف ہے جو درد سے بے نیاز شی اور دوسروں کے مصائب
سے متاثر نہیں ہوتے۔

اسکے مضامین عاریتی نہیں ہیں۔ جب کوئی نیا مضمون اسکے
ذہن میں آتا ہے تو اس کا دل دھڑکنے لگتا ہے۔

خیالم کو گل از فردوس چیند
چو مضمون غریبی آفریند
دلہ در سینہ میلرزد چو برگی
کہ بر وی قطرہ شبنم نشیند

مردم و جمع کردن و سجده کردن اینها در زیر آوای یک مکرر مرہام
اساسی لہذا۔ نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست (ایضاً)
محمد اقبال خود را از شعرا صاحب درد میسازد و میخواند کہ
سوی و آرزو را در دل دیوان بجست و جوس آورد۔ ہ شعر کی درد
ندارند و از عذاب دیگران متاثر نمیشوند مخالف است۔
مضامین او عاریتی نیست و ہر گاہ مضمون تازه ای بفکرش میرسد دہ
میطلبد :

خیالم کو گل از فردوس چسہ (ایضاً)

اور بعض اوقات اقبال قدما کے محاسن کو اخذ کر کے اس سے نئی قسم کے مدح اعار پیدا کرتا ہے۔ اسکی مثال سعدی کی حکایت ہے جس سے تمام اہل مطالعہ آشنا ہیں۔ اقبال یوں شروع کرتا ہے۔

مرا معنی قازہ ای مدعا است
اگر گفتہ را باز گویم رواست
”یکی قطره باران ز ابری چکید
خجل شد چو بہنای دریا بدید
کہ جائی کہ دریاست من کیستم؟
گر او هست حقاً کہ من نیستم،“

قبیل قدیم شعرا میں سے ان صوفی شاعروں کا جو سرک دنیا کی تعلیم دیتے ہیں مخالف ہے۔ اسرار خودی میں، ہیروں کے پیغمبر کی زبان سے اسکی تعلیم کو بیان کرتا ہے جو صوفیوں کے اس خیال کے مترادف ہے کہ :-

چشم بند و گوش بند و لب پند
تا رسد فکر تو بر چرخ پند

و گاہی مضمون ”ارگتہ“ فطرت گرفتہ در آن دست میرد و شعر مدح بارہ ای از آن بوجود می آورد مثل این حکایت کہ حدیث از سعدی است و ”دست خود“ خواہند آنرا بینشاند :

ارمیان شعرا و گویندگان قدیم ملاحظہ فرمائی کہ صرف دنیا گفند بود و نفس خود را نسیہ بود و مخالف خود را در اسرار خود۔
نول پیغمبر گویندگان این گفتہ را من میگوید کہ ”شیر غصہ“ صوفیہ است
چشم بند و گوش بند و لب پند (الخ)

لیکن اقبال اسکے ہر عکس کہتا ہے۔

چشم و گوش و لب گشا ای عوالمند
گر نینمی راہ حق بر من پشند

ہیں ہستی شعوب اور ہستی مددہ کر حق الامون کے افکار کے
ارہ انبار کی ہستی دسب سبب ہے اور سبب ہے کہ دسب
ہوں نہیں جس سے ہادی کے اسکے ذات انسانی کی وسعت اور اسکے
مقام کو بلند کرنیکا ذریعہ گردانا چاہئے۔

کویہ و صحرا دشت و دریا بحر و بر
تختہ تعلیم ارباب نظر
ای کہ از تاثیر انیون خفته ای
عالم اسباب را دون گشتہ ای
خیز و واکن دیدہ مخمور را
دون بخوان این عالم مجبور را
غایتی توسیع ذات مسلمست
استحان ممکنات مسلمست

وہ سال میلادی : چشم گوش و لب گشا ای عوالمند (سج)

شعوب و ہستی و ہستی مددہ کر افکار و افکار کی خوردہ سبب
در را را سبب مددہ کر افکار و ہستی مددہ کر و سبب مددہ کر
را نیاید دون خواند بلکہ آن را وسیلہ توسیع ذات و بالا بردن مقام
داسب : کویہ و صحرا دشت و دریا بحر و بر (ارج)

اتصال کے نزدیک حتیٰ محبوب کی آرزو کنوں اور میں جہان میں زندگی سے
دلبرداشتہ ہو جانا جائز نہیں

سخن از بود و نابود جہان با من چہ میگوش
من این دائم کہ من هستم ندانم این چہ نیرنگیست

اگرچہ اقبال صوفیانہ زندگی اور صوفیوں کی سمی دوس کا مذہب ہے اسکے
بعض وکر کا سرچشمہ و سنا کا عرفان اور صوف ہے۔ مثلاً وحدت وجود کے
مسئلہ جسکو صوفیہ راءد، کے وقت سے تعبیر کرتے ہیں اور اس سے انکی
مراد یہ ہے کہ دنیا و مافیہا میں سوائے خدا کے کوئی چیز وجود نہیں
رہتی اس لحاظ سے ہر شخص خدا ہے اور اسی بن پر حسین بن منصور
حلاج "دانا صی" کا معرہ لگایا گیا۔ حال بھی اس اصول کو مانتا ہے
مگر اقبال کے نظریہ میں یہ فرق ہے کہ صوفی کہتا ہے انسان اپنے میں کو
تلاش کر دے اور خدا کی ذات میں عرف ہو جائے۔ لیکن محمد اقبال کہتا ہے
کہ اپنے نفس سے امتناع پیدا کرو اور اپنی خودی و دنیاں دو اسی سے
و حتیٰ این کہ تمنای مرگ کردن و ز سبب بن جہاں دل بردن

حاضر نیست : سخن از بود و نابود جہان با من چہ میگوش (الح)
ما انکہ محمد اقبال یا زندگی صوفیان و در رویہ علمی آن مخالف اس
نہی ز افکار و اصول متافزائے عرفان صوفیہ و سبب اب محمد رشاد ار آن جہت
اسب اصل و وحدت وجود کہ صوفیہ از آن بلفظ "اتحاد" تعبیر میکنند و مراد
ار آن نیست کہ دنیا و مافیہا جز خدا نیست و باین اعتبار ہر کسی ہم
خدا ہے و حسین بن منصور حلاج از این جہت بود کہ ان الحق میگفت .
اقبال نیز ان اصل را قبول دارد منتہی با این تفاوت کہ صوفی میگوید باید
انسان نفس خود را فانی کند تا در خدا مستغرق شود ولی محمد اقبال دستور

اور شخصیت کو تربیت اور وسعت دیکر اس قابل بنائے کہ زمین پر خدا کی
تیب حاصل کر لے اور خدا کو اپنے اندر سمیٹ لے اور اس کے ساتھ مل کر
ایک ہو جائے :-

کرا چوئی چرا در پیچ و تاب؟
کہ او پیدا است تو زیر نقابی
تلاشی او کنی جز خود نبینی
تلاشی خود کنی جز او نیابی

اور ایک اور جگہ کہتا ہے :

چنان با ذات حق خلوت گزینی
ترا او بیند و او را تو بینی
بخود محکم گذار اندر حضورش
مشو ناپید اندر بحر نورش

دوسری باب جسمیں اقبال صوفی کی پیروی کرتا ہے یہ ہے کہ انسان کا طرہ
امیدار ہے ۔ حاسی طالب خواہ کسی دین اور مذہب سے بعض
مذہب کہ جس را سبب و در خودی خود سحر بعض کسب و داب خود را
تربیت و توسیع دادہ میشود آن نیک کہ باب خدا در زمین بسوز و سوز
خدا بشود و خدا را در خود بکنجائید و با او یکی شود ۔

کرا چوئی چرا در پیچ و تاب (الخ)

و در حق دیگر گوید : چنان با ذات حق خلوت گزینی (الخ)

امر دیگری کہ در آن اقبال اقتدا بصفویہ میکند اینست کہ ہمار

رکھتا ہو معشوق تک رسائی حاصل کر سکتا ہے ۔ مثال کہتا ہے :

دماغم کافر زنار دار است
بتان را بنده و پروردگار است
دلم را بین کہ نالد از غم عشق
ترا با دین و ایشتم چہ کار است ؟

از حرف دلاویزش اسرار حرم پیدا
دی کافر کی دیدم در وادی بصحا مست

مغرب کے صاحب نضروں اور مشرق کے صاحب دیوں کے درمیان درا فرو
یہ ہے کہ مشرقی ، عشق و نظر، کو اہست دیتے ہیں اور اسکی پیروی
کرتے ہیں اور اہل غرب عقل و خبر کے دلدادہ ہیں ۔

نشان راہ ز عقل ہزار حیلہ میپرس
بیا کہ عشق کمالی ز یک فنی دارد
فرنگ گرچہ سخن با ستارہ میگوید
حذر کہ شیوہ او رنگ جوزنی دارد

انسان معشی ست و عاشق طالب بہر مذہب و دینی کہ نامہ مدوح راہ
خواہد برد : دماغم کافر زنار دار است (الخ)

و تفاوت عمدہ ای کہ بین صاحب نثران مغرب زمین صاحبان مسرور زمین
موجود است ز همین رہگذر است حرفان عشق و نثر را ہمہ میدانند و از ان
جروی میکنند و اہل غرب بعقل و خبر گراشیدہ اند

نشان راہ ز عقل ہزار حیلہ میپرس (الخ)

لیکن حق بات تو یہ ہے کہ انسان کو چاہئے مغرب کے عقلی علوم اور
مشرق کے عشق و عرفان دونوں سے بہرہ مند ہو۔

خرد افزود مرا درس حکیمان فرنگ

سینہ افروخت مرا صحبت صاحبفران

مغرب کے فلاسفہ و حکماء کی مثال احقر یہ کہ ہے اور، عربی علم و حکمت
کی خاطر یہ مثال مشرق کے ہے ضروری سمجھتا ہے لیکن اس کے بہرہ
مند احقر یہ کہ ہے کہ، عربی علم و حکمت اور مشرق کے سے نجات
اور رسداری کا راستہ میں کہنکدوں کا شکر عشق سے حاصل ہے :

حکمت و فلسفہ کا رست کہ پابانش نیست

سہلی عشق و محبت بدہستانش نیست

دشت و کہسار توردید و غزالی نگرفت

طوف گلشن زد و یک گل بگربانش نیست

چارہ اینست کہ از عشق گشادی طلیم

پیش او سجدہ گذاریم و مرادی طلیم

حق اس کے ساتھ میں کہ میں، عرفان و عشق سے مراد خود و نصیب پائے

خرد افزود مرا دوس حکیمان فرنگ (لخ)

یہ وحید احقر یہ کہ نیست دین فلسفہ و حکماء مغرب رسن دارد و

انکہ محض علم و حکمت و فلسفہ عربی و ہر ای سرمدان ضروری میسازد

معتقد است کہ محبت و رسداری سے مراد را، سنت زہر کہ فلسفہ و

حکمت از عشق خالیست ۔

حکمت و فلسفہ کا رست کہ پابانش نیست (لخ)

ڈاکٹر کچکینہ کاظمی اور اقبال

ڈاکٹر کچکینہ کاظمی ایران کی ماہرہ از خانوں پر ایران اور
 اکسوں کو ہمیشہ دیکھ رہے تھے۔ یہ صرف اس لئے کہ محصولات علوم،
 اور دست معلومات اور مطالعات کوں گئی کے لحاظ سے وہ کم نہیں ہیں
 بلکہ اس لئے کہ انہی نے سرکاری اور غیر سرکاری اور شخصی دسترویسوں کے
 باوجود اس خانوں سے نفس فرہنگی ایران و پاکستان کی پیادہ والی اور
 تریباً ایک سال تک کے بعد اخراجات اپنے دیے تھے اور سہار جیسوں کا
 انہیں اپنے ہی مکان پر تھا۔ انجمن خواہیں ایران کے متعدد جیسوں میں
 پاکستان اور اقبال پر مسلسل تقریریں کیں اور اسی معنوی اور اخلاقی
 کمک کے علاوہ پاکستان اور اقبال کو ادبی جیسوں میں ریاست کرانے
 کے لئے ہزاروں روپے اپنی جب سے خرچ کرے میں درج نہ کیا۔ ڈاکٹر
 کاظمی اکثر کہہ کرتی ہیں کہ ہم ایرانی خواہ کسی ہی کوششیں
 کریں اقبال کا حسان نہیں امارہ سکتے۔ اس نے یہ صرف فارسی زبان کو
 بلکہ شہری روایات اور علمی ادبی تاریخ کو سمجھنا اور پاکستان
 میں زندہ کیا اور خود ہمیں اسی گذشتہ کنٹرول غنیمت کا احساس دلایا ہے۔

۱۹۵۲ میں انجمن کار خواہیں پاکستان کے جیسے میں ایران کے
 مائتدہ کی حشمت سے ڈاکٹر کاظمی سے سرکس کی۔ ڈاکٹر کاظمی سرب
 دنیہ کے تمام ترقی یافتہ سالک کا سرکرہ حکمی ہیں اور انکی دلچسپ فارسی،
 انگریزی، فرانسیسی اور جرمن میں طبی، سوشل اور ادبی موضوعات پر
 موجود ہیں۔

پاکستان کے متعلق اسے مآثرات بیان کرتے ہوئے خوابین اور ان کے
جسے اس نے کٹر کٹھنی کے قریب وہیں کٹی ہوئی ہاتھ مبارک میں اس سے
پہلے سفر کٹرکٹی شری اور بھرے شے اس شے ملک میں جان کوئی نہی
بات نہیں تھی۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ اس نے یہ کہنا دیکھا دیکھا کے کسی
ور ملک میں نہیں دیکھا تھا اور وہ جسے کہیں کے لوگوں کی زبان سے
سورہ معنوی محسوس اور دوستی کے جھکا بیان کرتا ہوتا تھا ہے رہا ہے
کسی نے شریے ادب اور شریے کے برے خاتمہوں اور خاتمہوں کے استوار
بھر کرتے ہیں کہ مجھے دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کیونکہ آجکل کی
میں اسے بہت سے محسوس تھا کہ دیکھنے میں آتے تھے۔ سب سے
دیکھتے حیرت میں تھے کہ کہیں اس نے کوئی شہر بنا دیا ہے۔ جسے کہ
سب کو معلوم ہے لاہور، سرگودھا، راولپنڈی، لاہور، لاہور کے بعد

میں قبلا یہ چند کشور شری دیگر مسافرت کردہ ہوں لڑا مشاہدہ
میں سے کہ وہ براہ راست اس کے دربار میں حیرت دینے کے
در شری کشور شری کے شہر کا شہر ہوا و انچیز ہوا، لاہور، لاہور
و لاہور کے اس کے کہیں نہیں کہ پرن ہوا۔ بائیسواں ہجری وہ
ادب کے شہر و ادب کے شہر ہو کر رہا کہ مرا دھارہ ملک و بہت
خوش رہا کہ شری امرتسر چر کہیں کے شہر ہوا۔ لاہور
روم میں بہت سے کہیں کے شہر ہوا کہ شہر ہوا، لاہور، لاہور
و حرا میں بہت سے ادب کے شہر ہوا کہ از ہوا، لاہور، لاہور
اگر ان میں ہوا و ہوا۔ شہر ہوا کہ شہر ہوا کہ شہر ہوا
شہر لاہور ہوا۔ لاہور ہوا کہ شہر ہوا کہ شہر ہوا
و از آن موقع شہر و ادب ایران میباید و تا با امروز در تہجد خدمت

ہمیشہ اگری شعرو و ادب کے سر آکر رہا اور آج بھی اقبال مرحوم کی خدمات کی وجہ سے اس سہرے ابد مقام بحیثیت ایرانی ادب و زبان کے سر آکر کے محفوظ رکھا ہے۔ میں نے یہاں بعض ایسے مردوں اور عورتوں سے ملاقات کی جو زبان فارسی میں شعر بھی کہہ سکتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اب میرے محترم سنی و شیعہ کے تعجب کا باعث ہو۔ لیکن فی الحقیقت تعجب کی گزشتہ بات نہیں۔ پاکستان ۱۹۴۷ء میں سن گزشتہ اور ادبی زندگی اور تحریک کی بنیاد پر وجود میں آئی جسکی بساط اقبال نے رکھی تھی اور آج سے گزشتہ چالیس سال پیسٹر جیٹھی نے فارسی ادب، افکار اور زبان کو زندہ کرنے کے لئے کوشش شروع کی تھی۔

اقبال نے نہ صرف پاکستانیوں کو روسی ایسے بڑے شعرا اور مفکرین کا مطالعہ اور پیروی کریکی نصیحت کی بلکہ اس نے خود انہیں مرحوم اقبال موقعی حوزہ را بعنوان سر کر زبان و ادب برائے ادب فارسی میں در اینجا مردان و زنان را ملاقات کر دہ کہ جیسی جیسی وہ زبان فارسی شعر بشارت بنا یہ ان صاحب باعث تعجب شہزادہ کی محرم ہوئے ہیں در واقع جہاں تعجب پسند ۔

پاکستان در اور سہاری و جنسی و عمومی و شہرہ آفاق اور ادب فارسی اقبال کلاسک شدہ بود در سال ۱۹۴۷ء موجود آہے ۔ مرحوم رجاء سال قبل اقبال برای احیای زبان و فکر ادب ایران در مسند و ادب و ادب ایران شروع بشارت کرد ۔

او زبان فارسی را برای ابراز مهمترین افکار و عقاید خود انتخاب نمود ۔
 بے شک نہ نہ پاکستانیوں کو نصیحت کرد کہ آثار شعرا و مفکرین بزرگ

ان دنوں جب مشرق کے لوگ شام طور پر مغرب کے شعرا اور سنکرین (جنکے ساتھ انکو کسی قسم ۵ روحانی تعلق نہیں) کی بیروی کرتے ہیں اقبال اپنی شیراز اور تبریز سے وابستگی پر فخر کرتا ہوا۔ وہ مجھے دیکھ کر لیونکہ میرے ہمارے ہندوستان میں کسی اور کو نہیں دیکھ سکو گے کہ ایک برہمن زادہ روم اور تبریز کے اسرار سے آشنا ہے۔

فصل کے اشعار اسے روان و متحرک ہیں اور شریں شخص کے جسے فارسی شاعری سے دلچسپی ہے محفوظ کرتے ہیں لیکن جس حد تک اس کی شاعری میں تناسب اور زیبائی کلام سے نہیں برشکر قسمت ہے اس کے معنی میں اس کا عقیدہ یہ تھا کہ اس کی برفی اور سعادت خشک معنی سمجھنا میں ہیں بلکہ روحانی ادراک میں مضمر ہے۔ اقبال کہتا ہے کہ خشک روز افروں مردم ایران و پاکستان برانیاں نہ تنہا شروع بہ تحسین از اشعار شرای ادب دارد بلکہ از اشعار بزرگ احساس انتظار میکند۔ دور کہ مردم برف غموم عادت کردہ بود۔ از شعر و سنکرین عرب کہ حقیقتہً پیوستگی معنوی یا آئینہ اندازند۔ روی سے تمام اشعار سنکرین کہ ہند را وابستہ تبریز و شیراز بداند۔ بیگوینا۔

مرا بنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی

برہمن زادہ رمز آشنای روم و تبریز است

معنی ر اشعار و شعر متحرک ہے کہ در شعر علامہ شاعر فارسی را محفوظ میں زد۔ ولی آئینہ پیش از شہوائی و زیبائی در شعر او اہمیت دارد بوجہ او یہ معنویات است۔ اقبال معتقد بود اسرار پیشرفت و سعادت مربوط بہ محاشات خشک معنی نیست بلکہ در ابراز احساسات معنوی ٹہستہ است۔

ضاعری احساسات انسان کی سعادت پر اثر انداز نہیں ہوتے۔ اور یہ وہ وقت آگیا ہے کہ ہم روحانی احساسات کو قبول کر سکیں۔ اقبال نے یہی پیام میں یورپ کے علما کو یوں خطاب کرتا ہے :-

اے باد صبا میری طرف سے داناۓ فرنگ کو کہو

یہ جب سے میں نے تر سہیں میں پہلے سے یہی زدہ گرفتار ہو گئی ہے
یہ لڑائی محض کی بات نہیں ہے کہ ہو اعجاز مسیح انہی اندر رکستا ہے
تعجب تو اس بات پر ہے کہ تیر بیمار پہلے سے زیادہ بیمار ہے
تو نے عہم تو حاصل کر لیا ہے مگر دل کو کھو دیا ہے
افسوس کہ یہ گراں مایہ چیز تو نے کھو دی۔

اقبال سے جس نے تاکید کرنا ہے کہ ان کے بڑے شعرا اور مفکروں کی جو فکر اور احساسات کے درمیان مزاج پیدا کرنے میں کامیاب ہوئے ہیں اس کا حال یہ کہ وہ احساسات جس قدر بڑی بڑی ہوتی ہیں اور اس قدر زیادہ و اکثر موقع آتا ہے کہ خود ہر سیم احساسات دوستی و معنوی نظام ہے۔ اقبال در پیام خود ہدانشمندان غرب چنین میگوید :

از من ای باد صبا گوی ہداناۓ فرنگ
عقل تا بال گشودہ است گرفتار تراست
عجب آن نیست کہ اعجاز مسیحا داری
عجب اینست کہ بیمار تو بیمار تراست
دانش اندوختہ دل ز کف انداختہ
آہ از آن نقد گرانمایہ کہ در باختہ

اقبال ہمچنین با پیروی از متفکرین و شعرا بزرگ ایرانی

سروی کرو۔ اقبال کہتا ہے۔ ”مرندہ روسی کو اپنا شراہی بناؤ۔ تاکہ
خدا تمہیں سوز و گداز عطا کرے۔“ اس طرح اقبال سے نہ صرف مسروق
کے طرز فکر کی راہنمائی کی بلکہ مصرع حاسر کے لوگوں کے انداز کو
معرب کے بے حد اور مادی انداز سے نجات دلائی اور معنوی و روحانی
کو زندہ کرنے میں مدد کی ہے۔

اقبال کی کہانیوں میں فارسی شاعری کی تمام صریح اور منہاں جمع ہو گئی
ہے۔ حب و خیال کے نام سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جیسی وہ رشتہ بیا
ستور میں مجسم کرتے ہیں تو حکمی و مادی حیران کن و غریب اور گون گون
نوع کے اشعار لکھتے ہیں جو اس کے اندر ادبی و معنوی زندگی ہے۔

رباعی، مثنوی، غزل و قطعات اخلاقی جو ہمہ افس کے کلام میں
دیکھتے ہیں نہ فقط ہمیں بزرگترین شعرا اور عرفا کی ماد دلاتے ہیں بلکہ
راستہ اند ارتباطی بین فکر و احساس سے لے کر کردہ و پیکوہ۔

پیر روسی را رفیق راہ ساز

تا خدا بخشد ترا سوز و گداز

اس پر اس اقبال نے تنہا از جہب طرز فکر سرہین را راہنمائی نمودہ بلکہ
ری آزاد نمودن نفس حاضر از مادیات و انداز سرب و شمشیر احیای
معنویات و ایمان کمال نمودہ اس کے در آں اقبال تمام رسائی و سرہندی
و سکھائی محبت سے فارسی جمع است، سرفہرکہ، محبت، شاعری، کہ
اقبال در آن زیست ہو کر بخیر و برکت او در مدار رشتہ مختلف
نوع سے فارسی مانند یک معجزہ ادبی و علمی ہنر میرسد۔ رباعی
، مثنوی، غزل و قطعات اخلاقی کہ در آثار اقبال پائے بر میخوریم نہ فقط

شماری موجد اور اسباق کو انکی روحانی غلبہ کی طرف مبدوں کراتے ہیں۔
 لکن جو چیز سب سے زیادہ ہمارے شعور کو دلہندہ رہی ہے
 اور اسکی شر دل حزری کو بڑھاتی ہے اسکا خنصر و اجاز کلام، اسکا
 نبہاں اور سٹائن اور معنی میں شمع ہے جو اسکی اشعار میں باہر ہے
 شعر میں فلسفہ و ہنس و ہنسنے والے کو بیکہ دسی ہے۔ لکن اقبال فلسفی
 اور حرفی باتوں کو رنک بغل کی سرسی میں ایسے سمجھ دیتا ہے کہ
 ہر شے کے لئے کو معمولہ بھی نہیں ہوں نہ اقبال کا کلام اسرار کر گیا ہے۔
 اقبال نے جو کہہ ہے کہ: اقبال کے دامن شعر سے معلوم کر سکتے ہیں
 کہ وہ فلسفے کا سنی بھی دے رہا ہے اور غشی و عاشقی میں بھی مسعود

ہے۔۔۔

اقبال نے نہایت خوبی اور سے صرفی سے مغرب کے مادی علوم
 کی سہ کی ہے اور ساتھ ہی مشرق کی برخود غیب روحانیت پر جو مشرق کی
 مادی و برزگربی شعرا و عرفا مہارازد بدکہ موجد و استیق مادی
 دوبارہ غلبہ معنوی ہے، معترف مہدارد، وہی آجہ بینش اور ہر چیز اشعار
 اقبال کا دلہندہ مہارازد و پر محویب او مہارازد اجاز کلام و خنصر
 ہمارے و اشعار و شمع سک و مقابلی ست؛ کہ در آثار او پد مسود،
 غلبہ فلسفی شعر را شکل خستہ شدہ ای در ہی اورد، اب اقبال
 مہارازد فلسفی و عرفی را با شری عزال چنان امیزش مہارازد کہ خواستہ
 ہمارے پشکہ موجد شدہ دجہ کلام او ہمارے مسکود، خودی گتہ

ایس :-

ز شعر دلکش اقبال میتوان دریافت

کہ درس فلسفہ مہدارد و عاشقی ورید

ترقی اور مادی بہبودی کی راہ میں حائل ہے حملہ کر رہے ۔ وہ مشرق و مغرب کو صالح و صحت مند تفکر کی دعوت دیتا ہے اور نصیحت کرتا ہے کہ مادی اور معنوی افکار کی صحیح طور پر آمیزش کریں ۔ اقبال کے خیالات اور اس کے کلام سے سیاسی اجتماعی اور اخلاقی مسائل کے حل کے نئے ایک نیا طریقہ وجود میں آیا ہے اس کے خیاں میں یہ ضروری نہیں کہ مغرب اپنے سرز فکر کو مسروے پر یا مسروے اپنے عقائد کو زبردستی مغرب پر ٹھوسنے کی کوشش کرے ۔ اقبال کے نزدیک روح انسانی کے ٹکرے ہیں کٹے جا سکتے اور ہماری زیادہ تر مصیبتیں شخصیت انسانی کے ظاہر اور باطن کے اشتراق کا نتیجہ ہیں ۔ اقبال نے کہا ہے:

مشرق نے حق کو تو دیکھا مگر کائنات کو نہ دیکھا

مغرب کائنات میں کھو گیا اور حق سے دور ہو گیا

اقبال یا مہارت و بیطرفی از نظریات مادی مغرب امتداد نموده و از طرف دیگر (روحانیت) دروغی کہ سرو را از ترقی و بہبودی مادی دور نگاہداشتہ است محکوم میسازد ۔ او ہر دو را دعوت بہ دگر صالح و سالم نموده سازش و امتزاج افکار مادی و روحی را توصیه مینماید ۔

اگر و عناید اقبال رہنہ نوینی پر ای حل مشکلات اجتماعی و سیاسی و اخلاقی وجود آورده است ۔ بعقیدہ او موحی ندارد کہ عرب طرز فکر خود پر سرف و با ہر عکس مسروے عناید خود را بر مغرب بحسب نماید ۔ بیان مکتوبہ کہ روح انسانی غرق قبل تشکک اسب و مشر بہ بحسبہی روحی و مادی بدر نتیجہ اشتراق در ظاہر و باطن شخصیت بشر بوجود آمدہ است ۔

مشرق حق را دید و عالم را ندید

مغرب در عالم خزید از حق رسید

افعال نے عقائد کی جنگ اور اسے بحث اور ساحلہ کی جس سے کوئی مشابہت اور سلسلہ تشبیہ ہمارے لئے محاسب کی ہے وہ نکاتار لبشش کرنیکی تلقین کرتا ہے :

تیشہ کی ضرب سے کوہ بیستون کو توڑ دے
کیونکہ وہ ہے اور آسمان پر کعبہ اعتبار نہیں کہ جب تک —
اور فلسفیوں کو اس بحث میں مشغول رہنے دے
کہ آیا شرر تیشہ سے نکلتا ہے یا پتھر سے —

مقام اقبال

ایران کے ایک سہری کے لئے (ایران جس سے روسی، ہندوستان، سعودی،
فردوسی اور مسعودی دیگر شعرا جو حبہ دنیا، مانتستان کے فلسفی، شاعر
اقبال سے آشنائی اور ارتباط پیدا کرنا باعث فخر ہے —

اس دن ایسی تاریخ کی تاریک سربس مراہل میں بیسی ایسی ان سر
دنی اور جاودان خدمت کی وجہ سے جو اس کے لئے علوم و ادب اور
سمن کے لئے حرم دی جس احرام اور عزت کی نگاہ سے دیکھ جا
رہا ہے —

ایک صاحب و بہادری و چمک خداداد را کہ تیشہ سب و سدا را
بشدت محکوم نموده و بہ سعی پیہم توصیہ کردہ است .

بضرب تیشہ بشکن بیستون را
کہ فرصت اندک و گردون دو رنگ است
حکیمان را در این اندیشہ بگذار
شرر از تیشہ خیزد یا ز سنگ اس

کئی معتسف گذشتہ اور حال میں ایران کی ادبی اور تمدنی وراثت پر کتابیں لکھ کر ایسے نئے حیات جاوید حاصل کر چکے ہیں اور انہوں نے ایران کی ادبی، فلسفیانہ اور تمدنی عظمت کے حراج خمس میں حصہ لیا ہے۔ لیکن آج ایران قبال کی حدسب میں خراج خمس میں حصہ لے رہا ہے۔ بڑی ادب کی فکر و تخیل اور طرز سالی کے لحاظ سے حسی صاف ہیں وہ سب کی سب اقبال کے کلام میں جمع ہیں۔ قبال کے نئے ساعر مسروق ن سب مہربان مناسب ہے۔ اور یہ برسوں کے نئے سبزه بہار کا موجب ہے۔ سوچو کہ جس کے ”سازم مسروق“ سے طغریں برن ہی قبال کے مسروق کی نمائندگی کرتا ہے۔ ”سازم مسروق“۔ ”زمس مسروق“ کے پھولوں کا ایک گلدستہ ہے۔

پیام مسروق میں خم رباعیات، قطعات، مستزکات، ساقی نامہ، خاتون احلاقی ساعری، گذشتہ اور حال کی سیاسی اور معاشرتی تحریکیں، تشیاد معروف سے دو حار ہوتے ہیں لیکن سب سے بڑھکر دلرب اور سحر آمیز اقبال کی ساعری کا سنائی پہلو ہے جو ایرانیوں کو بہت زیادہ اپیل کرتا ہے اور اور سان اقبال کے الفاظ اور ترکیبات کے انتخاب پر تعجب کرتا ہے۔

رخت بکاشر کشا کوہ تل و دمن نگر
سبزه جہان جہان بین لالہ چمن چمن نگر
لالہ ز خاک دردید موج پہ آنجو سر

خاک شرر شرر بین آب شکن شکن نگر

یہ خاتون سحر کی دنیا ہے اور اقبال کے اسر بورا سلسلہ ہے۔

کشمیر کی پر بہار فصاحت اقبال مہربان آسانی سے خمس تک حرب کے

کے وسیع ریتلے ٹیلونکی طرف کھینچ بیجانا ہے ۔ جہاں ہم ایک بدوی کو اونٹ پر سوار ریت کے سمندر پر گامزن دیکھتے ہیں اور شتر سوار کا گیت ہمارے کانوں میں گونجنے لگتا ہے ۔

ناقد سیر من ، آغوی ناتار من ، درہم و دینار من ، اندک و سیار من ، دولت بیدار من

تیز ترک گامزن منزل ما دور نیست

در بے آفتاب ، غوطہ زنی در سراب ، ہم بشب مہتاب ، تند روی چوں شہاب ، چشم تو نادیدہ خواب

نیز ترک گامزن منزل ما دور نیست

اقبال اپنی بھلی مثنوی کے سندھ میں کہتے ہیں کہ مجھ سے خوانساری اور اصفہانی مصاحف اور فوت بین کی توقع نہ رکھی جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم قبل کے کلام میں خوانسار و اصفہان کی بنی اور ہماری خوشوں کے علاوہ سیراز کے نعمہ کی شیرینی اور آتش تبریز بھی موجود پاتے ہیں ۔

فصل بہار ابن چنیس بانگ ہزار ابن چنین

چہرہ کشاء غزلسرائ بادہ بیار ابن چنین

باد بہار را بگو پی بخشیاں من برد

وادی و دشت را دھد نقش و نگار ابن چنین

اور

ما از خدای گم شدہ ایم او بچستجو است

چوں ما نیازمند و گرفتار آرزوست

گاہی بہ بہرگ لالہ نوید پیام خویش
 گاہی دروں سینہ مرغان بہ ہا و ہوست
 در خاکدان بہ گہر زندگن گم است
 این گوہری کہ گم شدہ ما ایم یا کہ اوست

ان اشعار میں ایرانیوں کو دیوان شمس تبریزی کا جدوہ رومی کے
 مخصوص والہاند بن اور حوش و حرارت کے سمراہ نظر آتا ہے

اقبال کے شعروں کا رومی کے اشعار سے ماہبہ کرنے سے ہم اس
 نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ اگرچہ اقبال اور رومی کی روح ایک ہی ہے
 اقبال کے مرز بیان میں ایک یا ر اور نازگی پائی جاتی ہے جب کہ
 اقبال ہی کا حصہ ہے۔

اقبال کی روح شہراز اور تبریز کے سرچشموں سے سراب ہوتی اور
 ہم ان شہروں کے شعرا سے اسکی عقیدت کا راز بخوبی سمجھ سکتے ہیں۔
 لیکن جو چیز ہمیں حیرت میں ڈالتی ہے یہ ہے اسکی بے ساختہ
 موت بیان اور اسکا ابتکار (Originality) ہے جو انباں پرانے فرسودہ
 مضامین اور روایاتی تشبیہوں اور استعاروں کے استعمال میں دکھاتا ہے۔
 اس کے لئے نئے نئے لفظ اور ترکیبیں تراشنا تو ممکن نہ تھا مگر اس نے
 پرانے الفاظ اور اصطلاحات کو نئے معنی بخشے ہیں۔

اگرچہ راہ همان است کارواں دگر است

* * *

ڈاکٹر اقبال اور شعر فارسی

آجکل هندوستان کا عالی قدر فلسفی سر محمد اقبالؒ بخندِ بقیال ہے۔
 قبال نے اپنے اردو اشعار کے ذریعے اپنے شہوطنوں کے لئے لائقِ اندوزی
 کا سامان فراہم کیا ہے لیکن اسکے ہمہ پہ پہ فارسی زبان میں
 شعری علمِ عام ایستاد میں گونج رہے ہیں۔ فریادِ جیہیں سال سے اقبال
 اردو کے استاد شعرا میں شمار ہوتا ہے اور اپنے اردو شعری میں نئے
 فلسفیانہ مضامین، حب وطن اور حب ملک کے جذبات داخل کئے مگر آخر کار
 اس نے محسوس کیا کہ زبانِ اردو اسکے خیالات کے انہار کے لئے کافی وسعت
 نہیں رکھتی اور صرف فارسی زبان میں جو اشیا کی عام اور قدم سے علمی
 زبان کی حیثیت رکھتی ہے، وہ اپنے تصورات اور مکشوبات کو بہتر ساں کر
 سکتا ہے۔ اس لئے اب چند سال سے اقبال اسے عالی خیالات کو فارسی زبان
 کے ذریعہ میں ڈھال کر طوسی سکر سکن یا نہیں سیراز کی شکل میں سوداگر
 ہوا ہے۔

فیدیموف بزرگ امروز شعرِ دگر سر محمد اقبالؒ سے متخصیص ہے۔
 اقبالؒ کہ نہ سما گیشِ هموطنانِ خرد را از سرودِ های اردو سدهٔ سابعہ
 بلکہ در فضای تمام آسیا نغمہ های سرسِ فارسی او طنینِ بدارِ است و سر
 اقبالؒ یک ربع قرن از اسانده سرز شعرِ اردو برونہ سہمہای سرسِ در و سہمہ
 ساعری زدہ، ادخالِ ست وچن حدیدۂ فلسفہ و حب الوطن و المدد در ال ہر د سہ
 آخر حساس نمود کہ قلبِ اردو برای افکار و سہمۂ او تنگ است و قلبِ فارسی
 کہ زبانِ عام اس و زبانِ علمی و دیم ذنب برونہ میوانہ خزانہ گنجِ سہمہات او
 برونہ از این جہت چند سال است کہ افکارِ عالیہ خود را در قلبِ فارسی سرس
 و طویلی شکر شکن سده یا بلبلِ سیراز گسختہ است۔ اقبالؒ یک ساعری عادی

اقبال کوئی معمولی شاعر نہیں ہے جس نے اپنے آپ کو ایک عاسی
 تصور کر لیا ہو اور گل و بلبل سمع و بروانہ ، قمری و سرو کے ارد گرد
 فصاحت اور بلاغت کے نہونے گڑھ کر سننے والوں کے لئے محض ایک
 سماعتی لذت پیش کی ہو۔ اقبال ایک فصیح السان اور ایک معین نصب العین
 رکھنے والا راہنما ہے۔ اقبال کا بلبل کرۂ مریح کے سائین کا شکار
 کرنا ہے۔ اس کے گلاب کی بو ناہید تک پہنچتی ہے اور اس کی سمع حدوں
 عام کی برد کو روشن کرتی ہے۔ اس کی قمری سرو بوسان کی بجائے طہری کی
 سمندریں بر بیٹھکر حسینی معرب کی جستجو میں کو کو کر رہی ہے۔

اقبال چاہتا ہے کہ بلبل نسائی بہتر اور بلند تر مقام پر پہنچے اور
 مادی ترقی کے ساتھ ساتھ روحانی ترقی کو بھی مستحضر رکھے۔ اقبال چاہتا
 ہے کہ ملت اسلامی کے افراد جو تمام زمین پر منتشر ہیں ایک دی اور
 یک جہتی کے حامل ایک ملت واحد بن جائیں اور مادی اور معنوی ترقی
 حاصل کر کے دوسری قوموں کے لئے فائدہ رسک تمام حاصل کر لیں۔ اقبال
 نسب اندہ خود ر عاسی فرضی ساختہ از تلیف گل و بلبل و سمع و بروانہ و
 قمری و سرو و فصاحتی ، بلاغی احباب کردہ فقط یک ملت اسماعیلی بد سامع
 شدہ یک ملت نقای دارای نصب العین است بلبل اقبال سائین کرۂ مریح
 و حسہ مہکدہ و بوی نسبی ، شدہ مریحہ سمعیں نرم مدان عابد را روشن می
 آرد ، مریحیں غرض مریوسان برقرار صوفی درجہ میں معرفت حقیقی کو کو مہکوسہ ،
 اقبال میخواہد نسل انسانی بہر سود و نالایر رود ، تاویرد ترقیات
 مادہ ، جملہ روحانہ و جسمیہ مطلوب خود سازد ، اقبال میخواہد تمام افراد
 ملت اسلامیہ کہ ہر سبتہ زمین مسر نزدیک دل و یک جہت و یک ملت شدہ
 در دانش حساس و معالی روحی رشک ملل دیگر انسانی گردد ، مقصود اقبال

کہ مقصود تمام افرادِ انسانی کے اتحاد ہے مگر اس کے تمام صوبہ برٹ
 لکھے اور اہل علم لوگ ہیں جن کے دلوں میں اس سب کی قیادت ہے۔ اس
 نے اس سے نئے شعور غمی زبان میں کہے ہیں تاکہ اسکے سرِ انحرافوں
 کے کاؤں تک نہ پہنچیں اور اس شخص کا دماغ انکو تحتِ طور پر
 تعبیر نہ کرے جیسا کہ اسرارِ خودی میں خود کہتا ہے :

نکتہ ہا چون تیغ فولاد است نیز
 گر نمی فہمی ز پیشی ما گریز

یعنی "جو نکتے ہیں بیانِ کلامِ حق فولادی سوز کی مانند ہیں
 گر نہ تو نہیں سمجھ سکتا تو سرے سامے سے دور ہو جا، اقبال عصرِ جدید
 کے بہترین علم و فن اور عالم لوگوں میں سے ہے اور اس سے ہم اور
 جدید علوم کے گہرا مطالعہ کیا اور علم و دانش کے خزانوں سے شاہوار
 ہوئے جن لئے وہ انکو ساعری کے بازار میں بیس کر رہا ہے۔ اقبال ان
 تمام افرادِ اسلام سے لبکی مخاطب اور ملکہ علم و دانشمندان سے کہ
 قیادت سب را در دست دارند ز زین چہب اشعار خود را در زبانِ علمی
 میگویند اسرار او را گوش نہ محرم نشنود و معزنا شل کج نہمید حاصل
 در کتاب در اسرارِ خودی، خود میگوید ۔

نکتہ ہا چون تیغ فولاد است نیز
 گر نمی فہمی ز پیشی ما گریز

اقبال از بہترین علم و تربیت یافتگان عصرِ جدید است کہ در علوم
 جدیدہ و جدیدہ تخصص یافتہ از گنجِ دانش خود گوشتِ های شاہور بر حصہ
 در بازارِ علم سامری بمعرضِ بیع در آورده بہی کہ میخوانند و میفہم و دل

موسول کی جو قیامت چاہا ہے وہ صرف ایک بیدار شعر اور درد مند دل ہے تاکہ اس سودے سے قائدین اسلامی فائدہ اٹھا سکیں۔

الرحمہ شدوستان کے فارسی معنی کا ایک حاضر رنگ ہے جو کلمے کلام میں نمایاں ہے جسکی افسانہ نثر سر سر اسد اللہ جان غالب سے (جو نیمہ صحتی پہلے گھر چکا ہے اور اردو نثر پر برا شاعر تھا) زیادہ شائستگی ہے۔ اس خیال کے پس منظر یہ سمجھا سکتے ہیں کہ وہ غالب کے بعد ہندوستان اقبال کے وجود سے روشن ہے۔

نسی وہی شاعر ہے سارے سخن کی جان بخشی کے معنی تک پہنچی لکھی ہے جسکا آخری شعر یہ ہے :

ز خسرو چو نویت بد جامی رسید

بد جامی سخن را تمامی رسید

درد مند تک نال تار باز آوردہ و میخوارہ دروان نالان اسلام را مستفیض سازد ۔

گزشتہ در اسرار اسرار سے شہرہ دوستان نمایاں ہے۔ ایک رنگ محفوض سے یہ شاعر تمام عبادتوں کو ایک کمال میں پہنچا ہے۔ ایک سر پر اسد اللہ صاحب و چارم سے فیہ فرق و در تمام پیر و پادشاه سے فرق و رند و سادہ و رز و ازین حرب بہ ہائیم و ہائیم سے بعد از عالم حرم شدوستان کے نال و نالوں میں ایک کی از سرای نیمہ مشہوری کی زبان سے نال ہے۔

ز خسرو چو نویت بد جامی رسید

بد جامی سخن را تمامی رسید

نائب مرحوم نے اس پر یہ شعر اضافہ کیا۔

ز جامی بہ عرفی و طالب رسید

ز عرفی و طالب بہ غالب رسید

و اب ہم یہ دو شعر اور بڑھا سکتے ہیں :

چو غالب ز ہندوستان رخت بست

بجای وی اقبال دانا نشست

یقین دان سخن دانی باستان

بماند بہ ہندوستان جاودان

حال اک اسے زمانے میں یہ ہوا جبکہ تمام مسلمان مسک اور کاش

وز سعی و عمل کو چھوڑ چکے تھے اور اسی لئے جن نے کاروائی سے

محسوس نہ کرتے تھے وہ جو شرمسار اور خودی کی فوج تھے انہیں

نائب مرحوم پر آن این شعر را اضافہ نموده .

ز جامی بہ عرفی و طالب رسید

ز عرفی و طالب بہ غالب رسید

حالاً میتوانم بر آن این دو شعر را اضافہ کنیم .

چو غالب ز ہندوستان رخت بست

بجای وی اقبال دانا نشست

یقین دان سخن دانی باستان

بماند بہ ہندوستان جاودان

اقبال در عصری است کہ ہمہ تمدن ہندوستان و مسک و سعی و

عمل پر داشتہ از فافکہ تمدن خلی غلب افشا و از قدرت جوہر انسانیت و

بھمی نرہی سے ماسوئی ندر آتے ہیں۔ سسمنوں کی بچس آزاد حکومتیں تیس
ان میں سے اب سن باقی ہیں اور وہ بھی سربراہ اور حاکم کے دل کی طرح
برزاں ہیں۔ قرب حاکم کروڑ سسمنوں میں سے صرف ایک کروڑ آزاد
تھیں اور ابھی تک سب عمر اسلامی حکومتوں کی بناء میں تھیں۔ ان
حکامات میں ایک عالی مقام و تربیت یافتہ اقبال جس سسمنوں کی قسم کے
صوف کی سروری کرتے۔ تاکہ اُن کے ایک شی راہہ کے نہ سرار خودی کو
سن کرے اور ثابت کرے کہ جسمانی اور روحانی ہر قسم کی رقی و خودی،
کی تربیت اور نشو و نما میں مستمر ہے۔

نارہ سوسن سے اصول صوف کو مدون اور تربیت دے گا ہے
ورقہری صوفی شعرا نے خودی اور فنا کے صوف کا اصول قرار دیا ہے۔ کہا
تھا کہ قسمہ خودی صوف میں دھیمی بننے والوں کو برا نہیں لگتا

و خودی ہی حیرت مند و رقیب معتمد ماسوس و در سبچہ از بسب و سج
سبب سسمنہ ی کہ داسنہ وقت مد سببیت از مثال باقی ماندہ آپہا شوہرزل
و منں دل عسی بران و از تربیت حیرت مند سببوں نفوس اسلامیہ وقت تربیت
سبچہ سببوں سبب آری مدنی محمد در پناہ سببیت مدنی غیر اسلامیہ افادہ در
ان صورت تک ندر سسمنان تربیت مندہ و بعیم اعلی نافذ این عصر مثل اقبال
حد قسمہ صوفی سرون سببید بچر تک سرار خودی را بین کید و ثابت سبب
کہ سبب تربیت جسمانی و روحانی در نشو و نما دادن خودی اسب۔

حالاً صرف در اس حال تک کہ ہزار و دو سبب سبب است صوف در اسلام
تربیت و مدون مندہ و شعری صوف فارسی بخودی و فنا را یکی از اصول صوف
قرار دادند یا قسمہ خودی دکترا اقبال علاقہ مندان مد صوف را دل سبب

ہوئے۔ کیا اس سے سنائی، غطار، روسی اور حادثہ جسے بزرگوں کی تڑپیں
 نہیں ہوتی، اس میں سک نہیں کہ اسرار خودی کے مسرر شوق کے بعد
 جس لڑگوں کی طرف سے شور و غوغا ہوتا ہے اور حتیٰ اقبال بعد کے
 ... اس سے وہ اشعار جو اس نے وضع شور و حادثہ کی سیہ میں نکلتے ہیں
 خارج کرے پر مجبور ہو گیا، لیکن انصاف کی بات یہ ہے کہ اگر اقبال
 سے اس امر میں شکلی بھی سرزد ہوتی تو مہربان احمدی عدنی ہیں کیونکہ
 مسلمان بخود کی معصیت سے کسراہ شہر حکمے نہیں بیوں کے ہیں و
 حیل سے کنار، کسی اخبار کرت اور معنی ترقی سے ... اور ترک
 دنیا سے مایوس شو حکمے نہیں۔ بخود کی معصیت ۵ مسند ابراہیم سرور کے
 صورت نے مسلمانوں کو بجائے دلیر اور زہر اور محنتی بنانے کے ان کو ذلیل و
 اور سبب بنا دیا ہے۔ انی ہر رائی کہ وہ مسند کے سر مہینے ہیں اور
 سات کے لئے تیار ہیں کہ جو کچھ اکمے اس نے وہ میں ترک کر دیں
 فی سرد و آیا توہیں بہ اولیای سلف میں سنائی و غطار و روسی و حادثہ و
 اقبال ابشان نمیشود؟ در ابن شکی سبب نہ بعد از انشمار (اسرار خودی)
 ... ہر جمعی بلند شد و حتیٰ اقبال مجبور گشت در طبعہای بعد اسرار صریح
 راجع بہ رد حافتہ را از کتاب حدیث نماد لیکن نصای این اسب کہ اقبال
 اگر اسناد ہم کردہ خوب انتہائی اسب رحمت نہ کہ مسلمانان از تعظیم
 بخود، گہرہ ... دست از می و حسن بر دستہ از بر صواب معاسیہ
 ... و از ترک دنیا دلیل گشتند مسند علیہ بخود، شہر مش مسند
 ... حوص این نہ سماں را دلیر و جہی و فعال برابر سبب و عرسو
 ... خود را نسبت سبب مسند و بر ال حاضر اندہ ترک دارند
 ترک کردہ نہ رفیقان سازند۔ مسند و بخود بخای خود صحت اسب لیکن

اور ایسے حریشوں کے سرزد کر دیں۔ سہر اور سجودی کا تصور انہی جگہ
 پر درست ہے اسکی غلط فہمی اور اسکے غلط استعمال کی اصلاح لازم تھی۔
 انسان نے اسکی ہوں اصلاح کی کئی خودی کو حقیقت اور بیخودی کو
 موہرہ قرار دیا۔ لیکن میرے خیال میں یہ محض لٹریچر کی بات ہے۔ خودی
 کی ترقی اور وسعت عین سجودی ہے۔ اگر دائہ اپنی خودی کو خود تک
 محدود رکھنے کو عودا میں بن سکے۔ اور عودا اگر ایسے آپ کو وسعت
 نہ دے تو درجہ نہیں ملے گا۔ خودی کے جس کے یہ معنی ہیں کہ ذات نفس
 سچلے درجہ سے بہت پر درجہ حاصل کرے۔ ہمارے معنی میں اور فلاسفہ سے
 انسان کو اسکا ذیل ترقی جوہر کہا ہے اور خودی کی ترقی کی تعلیم بھی دی ہے۔

اتحاد اسلام

مرحوم داعی اسلام نے انسان کی اتحاد اسلام کے متعلق گہری
 د حالات کا طرہ کی روشنی میں جائزہ لیا ہے اور اس خیال سے کہ تمام مسلمانوں
 کو معاصر سیاسی کشمکشوں سے سنا کریں انہوں نے اتحاد اسلام کی مختصر
 تاریخ اور اسکے بعض اسلامی ممالک کے شراب اور اتحاد اسلام کے
 مسلمانوں کے بعض بہار خیال کیا ہے داعی الاسلام لکھیے ہیں :

سوائے ادراک و استعمال اصلاح لازم دست و دگر اعمال میں طور اصلاح
 کردہ اس کہ سجودی موہرہ سب و خودی حسب اس بشریت، تراج
 انہی اس حد ترقی و وسعت خودی ہم عین سجودی اس کہ اگر دائہ
 خودی خود را تلاء رد ہے۔ وقت نہال نمی شود و نہال اگر خودی خود را
 درد دارد درخت نمی گردد بوحہ سجودی عین خود بدن ز مریدہ نفس
 و کفر نفس مریدہ۔ لا تر است اہل فلسفہ و مشوف با انسان را جوہر ذال ترقی
 دانستہ تعلیم ترقی خودی ہم میداند۔

و نیز در موضوع تقریباً بیست سال پہلے تمام اسلامی ممالک میں زیر بحث آیا اور سپہ جمال الدین افغانی، شیخ محمد عبیدہ صدر جامعہ ازہر مصری، میرزا ابی خان کرمانی جیسے اسلامی مسکروں نے اس پر نہ صرف ہندو باہمی نہیں رہیں بلکہ اپنے خاندانی بھی کی تھے۔ کے علاوہ عبدالحی خان عثمانی بھی اتحاد اسلام کے سہمہ نامہ میں ہیں۔ یہ سب ممکن خیال کے اس موضوع پر زندہ تھے اور اسے مخصوص مسئلہ کے ذریعے اسکا اہمیت سے دور نہیں کیا ہے۔

بہرہای اسلام سے ہمہ نامہ کہنے میں شک نہیں ہوتا ہے اسلام قبول کیا سکی تو سب اسلام میں متحد ہو گئی۔ اس سب کے افراد اسے اب دوسرے ممالک کے مسلمانوں کا بھائی سمجھے بھیے اور بھی تمام کاسوں میں یہی انکا نصب العین تمام مسلمانوں کی پیروی ہو گیا۔

بہرہ اگرچہ اس موضوع سے فتنہ غل در تمام بلاد اسلام میں بڑھ بڑھ کر چھٹی و فلسطیان اسلام مثل مسجد حرامین مشہور مداحی و شیخ محمد عبیدہ رئیس جامعہ ازہر مصری و میرزا ابی خان کرمانی در آن در فلسطیا ہنگہ چال فتنی کردند و بہیوان اتحاد اسلام شیخ عبدالحمید خان عثمانی نودہ لیکن اہل آراء موضوع را تجدید نموده ب فلسفہ مخصوص مورد بحث آن را مدلل ساختہ است۔

از ابتدای ظہور اسلام شر مثنی آئندہ، سلطان مشاہد فلسطی در اسلام مسیلمک مسجد و تمام افراد آن سب خود را ب مسلمانان مسلمان دیکر براہر د سبہ در شر کار عمومی نصب العین خود را جبر عموم مسلمانان سے قرار میدادند و مراوجہ ہیں المللی و بہا حرب مد مسلمانک ہمہ جریان پائے۔ اگرچہ

امیہ خلف نے اس وقت کوشش کی کہ اپنی سیب کو عرب تک محدود کر دیں اور مفتوحہ علاقوں کی حکومت معمولاً وہ عربوں کے ہاتھ میں ہی دیتے تھے۔ لیکن عباسیوں کے زمانے میں دوبارہ سیب کا مدار اسلام قرار پایا اور اسلامی رادری کی روح پھر زندہ ہو گئی۔ اس زمانے میں بعض خاصہ نے جبکہ شعوبی کہا جاتا ہے نسبی اور قومی فطرت کا راگ چھیڑا اور یہ لوگ غیر عربوں خاص طور پر ایرانیوں کو دوسروں سے رتر خیال کرتے تھے اور عراقی آپ وجعسکیم شعوبی و فہائل کہ یہ تاویں کرتے تھے کہ شعوب سے مراد انجمنی قومیں تھیں اور چونکہ شعوب کا معنی عربی فہائل سے پہلے استعمال کیا گیا ہے اسلئے یہ عربوں پر فضیلت رکھتے ہیں۔ لیکن کوئی زمانہ وقت نہ گذرنے پایا تھا کہ سب نے پھر اسلام کی اصلی تعلیم کی طرف یعنی مساوات کی طرف رجوع کیا اور بربری کا معیار ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم، قرار پایا۔

در مدت قبل خلافت امویہ اعراب سعی نمودند کہ ساط مملکت خود را حرمسماں قرار دہند و اشغال دولتی را اغلب یہ اعراب میدانند لیکن در خلافت عباسیہ باز مدار ملیت اسلام گردید و احوب اسلامیہ تجدید گشت۔ ہر چند جمعی از علمای آن عصر بنام شعوبی و زمزمہ فطرت نسبی و ملی را سر کار آوردند و ملل غیر عرب خصوص ایرانی را فضل میدانستند و در آنہ عربیہ وجعسکیم شعوبی و فہائل این صور تاویں میکردند کہ مقصد از شعوب بس احجام است و از فہائل اعراب و حوں شعوب مذہب آمدہ ایشان افشای اعرابہ۔ اما ملولی نکشید کہ باز ہمہ بتعلیم اصلی اسلام بر گشتند کہ مساوات ملل است و مدار تحصیل سوی (ان اکرمکم عند اللہ اتقاکم) در

یورپ میں بھی سیت کا مدار مذہب (کیمیا) پر تھا کہ وطن اور
 رہاں۔ یہ جنگی نالیوں کے بعد کی بات ہے کہ اسکے دسویں
 برسوں کی فتوحات کا اثر رائل کرنے کی حرص سے سلب کا بعد وطن اور
 زمان مقرر کیا اور ہر وطن کے لئے جداگانہ آزاد حکومت کا حق تسلیم کر لیا۔
 اس زمانے میں مسلمانوں پر جو اس وقت مسلط تھے انہوں نے
 یہ سارا مسلمانوں کی مصلحتوں پر رواں نہ تھی۔ بعض مسلمانوں نے
 مسلمانوں کی کمزوری اور سستی کا سلیح سے مدد کر کے ایسی جہات
 کو متحرک اور نکلے پاشے پھرنے لیا۔ انہوں نے مسلمانوں کو
 شہابی کو مسیحی کے عبادات اختیار کرنا اور ان کی برائیوں سے
 تیز کی حکومت نہیں اور اسے صحت کی وجہ سے بڑھاپے کے زمرے
 میں۔ مسلمانوں کا خیال تھا کہ اتحاد ایسی کی متحرک کی کامیابی میں
 کی سبب کی جات تھیں۔ اس لئے وہ اسکی تبلیغ میں لگے ہوئے
 رہا۔

یہ سارا سلب کیمیا پر تھا کہ حدود وطن و رہاں کا بعد
 دسویں برسوں کی فتوحات کے بعد اس وقت کے مسلمانوں
 پر اس وقت کے مسلمانوں کی حکومتیں مسلمانوں کے لئے
 زمان در مسلمانان کہ اغلب در مشرق بودند اثری پیدا نشد و ہر سلطنت
 مسلمانہ و سنیہ و عربیہ و فارسیہ و ترکہ و تاج عرب و سنیہ
 و مسلمانان و سنیہ و عربیہ و فارسیہ و ترکہ و تاج عرب و سنیہ
 و مسلمانان و سنیہ و عربیہ و فارسیہ و ترکہ و تاج عرب و سنیہ
 در چہر سبب اروپا پیدا ہوا۔ سنیہ و عربیہ و فارسیہ و ترکہ
 و مسلمانان و سنیہ و عربیہ و فارسیہ و ترکہ و تاج عرب و سنیہ

ہی کئی برسوں کی خلافت کی غلطیوں سے اسی طرح ہے۔ اور
 شہر اسی بھی یہی کہہ رہے ہیں کہ اسی طرح ہے۔ اور
 یہ سال چھٹے تک ہر سال مجلس شورای اسلامی ہے۔

اور اس میں مدرسے اور مجلس شورای اسلامی کے مدرسے کے علاوہ
 ایک مدرسہ اسلامیہ کا سربراہ بھی رہے ہیں۔ اور یہی ہے کہ
 حوزہ علمیہ میں مدرسہ شریعتی حوزہ کے مدرسے میں داخل ہوں۔
 سب سے پہلے سے میں شروع کروں گے۔ اور وہ ہے کہ
 اور وہ محض ہے۔ یعنی اگر وہ مدرسہ شریعتی ہے۔

اسی میں اور وہیں کو ہی اہمیت دے رہے ہیں کہ ایک برس پہلے
 سید احمد کسروی نے مجھے یہ کہہ دیا کہ میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ
 تاریخی مقالہ لکھا ہے جس میں یہ بات ہے کہ
 سلاطین صفویہ سید نہیں تھے بلکہ سیروس اور اس کی نسلی سے تھے اور اسکی

اہمیت زادہ کہ دس ہزار عربیہ صمدیہ اور خلافت برپا ہے۔
 ایرانی حکومت میں اول ایرانیہ و بعد مسلمان تھے۔ اور یہ کہ
 پہلے در مجلس شریعتی ملی ایران مدرسہ کہ وہیں مجلس و کمیٹی
 اس گٹ و وہ ایرانی شمس و ہر کس و اجارہ و وارد وین و سود و را
 مکنت و بعد رکنین میں سید گرجا محمد اسد اور دین مکنت و ایرانیہ
 و سب و وطن شریعتی اہمیت دے رہے کہ ایک وقت ایران (قادیانہ احمد
 کسروی) احمد سال قبل در مجلہ آمدہ۔ یہاں مقالہ تاریخی معنی ترجمہ
 بھی نمود بہت کند سلاطین صفویہ احمد نمودہ کہ انوں سیروس و ارسوس
 در ہن سال بود و سلطان سال را بہ ایرانی خاندان سرور و مدح اب

صلحت کو خالص ادنیٰ تصور کرنا چاہئے۔ عجب کی یہ بات ہے کہ مقالہ نویس خود سید ہے۔

سوف اتحاد ملت و احساس بالکل مت چڑھے اور تمام مسلمان راجستھن سرحدی کی اٹھک پر ہی سمل کر رہتے ہیں۔ صرف ہندوستان کے مسلمان لیڈروں کے ذہن میں اتحاد اسلام کا خیال موجود ہے

ہمارے دانشور مسلمان کے دل میں اتحاد اسلام کا خیال اسے وقت سے رہا ہوا ہے جبکہ ہر جگہ مسلمان اس خیال سے دست بردار ہو چکے ہیں اور وہ خود بھی ابھی انگلستان کے سفر سے پہلے وطن پرستی کا پرو نیا سکے اغلب اردو اشعار میں یہی خیال ہے۔ سوف اقبال کہتا تھا، غدی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا، اور اب سکا نعرہ یہ ہے، مسلم نہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا، لیکن مسیوس کہ اسکی دونوں آرویں سوری نہیں ہوئیں۔ یہ ہندوستان نہایت ہی ہے اور یہ ہی دنیا۔

اس بات سے سید خود سید است۔ موضوع اتحاد اسلام بالکل مردہ است و اتحاد و اتحاد اسلام امر روز در دستہ و جس سرحدی کار میکنند و وسط در ہندوستان خیال اتحاد اسلام در سرحدان ملت است اکثر افسال ما وقتی بخیال اتحاد اسلام افتاد کہ مسلمانان متحد ہاں آن دست پر داسند و خود او ہم قبل از سرحدان خود و بعد از ان ہم ہاں در وطن سرحدی قدم میرد و بعد از سرحدی اغلب در آن دستہ است ان وقت سگت و شادی ہیں ہم وطن ہے ہندوستان ہمارا، و خدا مگوئے، مسلمان ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا، اما مسلمانان شجکدام از دو آروشنی پر اورده است نہ ہندوستان مال ما است و نہ تمام جہاں چون در امام توفیق افسال در فرنگستان (از سال ۱۹۰۵ تا

جن دنوں اقبال انگلستان میں موجود تھا (۱۹۰۵ - ۱۹۰۸ میلادی) اس زمانے میں لندن میں ایک انجمن تھی جسکا نام انجمن اتحاد اسلام (Pan-Islamic Society) اور عین ممکن ہے کہ اس انجمن کا وجود اور اسکی کوششوں نے اقبال کی توجہ اپنی طرف کھینچ لی ہو اور اسکو اتحاد اسلام کا حامی بن دیا ہو۔ اور اب اقبال خیال کرتا ہے کہ اسے فکر و زبان کی قوت سے مسلمان ممالکوں کو سسل اور وطن پرستی سے بڑھا کر اسلامی اتحاد کی طرف لے آئے۔

ایک اور وجہ یہ بھی ہے۔ اقبال ہندی مسلمان ہے اور ہندوستان کے مسلمانوں کی بڑا انکے ہندو بے باہر کے مسلمانوں کے ساتھ پر منحصر ہے۔ یہ فسمی کی بات ہے کہ ہندوستان کے مسلمان بادشاہ مال قدس بہ سے اور خیال کرتے تھے کہ ہندو مسلمانوں کی سست ہندو کے لیے رہے گی اسلئے انہوں نے تبلیغ اسلام اور مسلمانوں کی تعداد بڑھانے

۱۹۰۸ء در لندن یک انجمن اتحاد اسلام (Pan-Islamic Society) قائم ہوئی۔ ممکن است ایسا و اعمال ان انجمن بیان را چوب کرده اتحاد پرستی صاحب اس و تصور مسکند مسواید بقوه فلسفہ و زبان خود پس در لندن اسلام را ارنیس و وطن پرستی برار کرده بشرط اتحاد اسلام بر گرامہ، سبب دیگر این ست کہ اقبال مسلمان غریبی است و بقای مسلمانان ہند بہ معنی و ربط ایساں ہ مسلمانان بیرون است، بہ بخوانہ سلاطین اسلام ہند مال پس ہودند و حال کردند سلاطین ایساں در ہند شامی است از بن جہت بخیال زیاد کردن عدد اسلامیان حد بر نیامدند و نتیجہ بن شد کہ چون سلسلہ اسلامدہ در ہند زول یافت مسلمانان در اقلیت واقع شدہ این خوف ہر ایشان پیدا شد

تو کہ ہم بگوئیم انہیں اسفلانرا کہ میرے حوالے میں ترکوں اور ایرانیوں کی نسل
 پرستی پر شہسہ حس نہیں کیا جا سکتا۔ کہو کہ قوں سلام کے بعد دوسری
 موسوں سے بیابان سادی اور دوسرے ملکوں کے ساتھ آمد و رفت کے ذریعہ
 رواہت رہ چکے ہیں۔ اس کے علاوہ کئی قانع ہوئے کبھی منسوح اور ان دونوں کا
 پیچیدہ ہوا کہ شخص نسلیں آپس میں پورے طور پر گیس مل گیس آج
 کوئی ایرانی نہیں کہہ سکتا کہ میں قدیم زردشتی نسل سے یا خالص عرب یا
 ترک سہیل سے ہوں اسی طرح کوئی ترک نہیں کہہ سکتا کہ جو شخص برن میں
 متولد ہوا سہا ایرانی ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ اس کے اجداد کہاں سے
 آئے ہیں۔ چند نسلیں گزر جانے کے بعد جو کسی کی براد کے مسموں و برن
 سے احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ ہم نے چنداں سادات کے حوالوں سے اس
 شجرہ نسب محفوظ رکھا ہو۔

آج ایک ایرانی اس بات پر فخر کرتا ہے کہ میری رگوں میں ایرانی
 اجداد رہ چکے ہیں ترک سے ترک میں مغربے رہ چکے ہیں۔ یہ ہم سے
 سہرا کے آئینہ میں جس رسی پر کہہ و برکتی جان سہی۔ یہ ہم
 بعد از مسلمان شدن شان از مراوچہ بین العللی و مہاجریت و غائب و
 و صفت سہرا کے آئینہ میں جس رسی پر کہہ و برکتی جان سہی۔ یہ ہم
 بگوئیم نسل زردشتی قدیم امت یا عرب یا ترک یا قوم دیگر ہمیں طور پر
 ترک نہیں توازد بگوئیم ہر کس در ایران متولد شد ایرانی است ہدیش
 کہتا آئندہ ہاشم و بعد از چہد پشت کہ ہکمی نمی شود نسل کسی را نہ
 مگر سادات کہ نسب نامہ خود را نگاہ میدارند۔ ایک ایرانی امرور و ہر
 ہکسہ میں خون سہرا ایرانی در بدن دارد و کہ ہر سہرا ہر ہکسہ
 میں خون نسل ترک باشد و آن ترک نسل ایرانی۔ اس ار ایلام ہمام ہر

پہلے تمام قومیں سنی معصب میں گرفتار تھیں اور ہر ایک اپنے آپ کو دوسری قوموں سے برتر سمجھتی تھیں۔ اسلام نے تمام قوموں کو مساوی اور بنی آدم کو ہر ایک کے بنیائی برائی قرار دیا۔ انیسویں صدی کے تمام جہے کہ اسلام کے بیرونی زمانہ جاہلیت کے معصب کی طرف لوٹ آئے ہیں۔ ہمیں کوئی شک نہیں کہ ہر ملک کے افراد کا فرض ہے کہ اپنے ملک کی ترقی کیلئے اور ملکی حصص کے لئے کوشش کریں لیکن ایک قوم کا سنی معصب اور اپنے آپ کو دوسرے مراد میں برتر ترجیح دینا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

بنی آدم اعضای یک دیگرند
کہ در آفرینش ز یک گوهر اند

گرفتار معصب سنی بودند و ہر یک خود را بر دیگران فصاحت برادر اسلام نسلیا را مساوی و بنی آدم را در یک پلہ و باہم برادر قرار داد۔ جای تاسف اس آئندہ روز بیروان اسلام باز بہ حمیت جاہلیت خود بر آئندہ فریضہ افراد ہر ملک ترقی آن ملک و دفاع از آن است دیگر معصب نسلی و ترجیح طبعی یک دستہ از افراد انسان بر دستہ دیگر چہ معنی دارد۔

بنی آدم اعضای یک دیگرند
کہ در آفرینش ز یک گوهرند

اقتباس از سخرائی علامہ علی اکبر دہخدا

علامہ دہخدا حنکر صحیح طور پر حدیدہ شکی شکی پر مراح اور
 پر صنف فارسی نثر کا موجد سمجھا جاتا ہے۔ ایران کی علمی اور ادبی تاریخ میں
 بہت بلند مقام رکھتے ہیں۔ اح سے کوئی پچاس سال پہلے ایران کے
 مشہور آزادی خواہ اخبار صوفیہ میں "حریر زندہ" کے نام سے کام
 لیکر بیوں سے آجکل کی سائنس، عیسائیہ پر لطف اور لیچکدار اور بے شک
 دلاڑیوں سے زبان فارسی کے لئے نئی فصل کا آغاز کیا۔ فارسی اشعار حکیم
 پر منحصر صحیح حدود کے علاوہ ان کا زندہ جاوید کارنامہ "ہفت باہرہ"
 (جو فارسی زبان میں "نردالمعارف" کا حکم رکھتا ہے) ہے جسکی ایک
 "تذکرہ خمس" شائع ہو چکی ہیں اور بہت سی جلدوں کا مورا بار شائع ہو چکا ہے۔
 علامہ دہخدا اقبال سے شہر میں آئے ہوئے وہ ساہوکار سال سے اسے بعد نامے
 میں دستخط ہیں اور مدت سے گہر سے لگا اور حسوں وغیرہ میں
 ہر سب لکھنا شروع کر چکے ہیں۔ مگر ان کو بھی سہار کی طرح
 اقبال سے ذرا سے آگے بڑھنے پر افسوس ہے۔ مگر اقبال سے اساتذ کے
 بعد تمہارا ہی جوت و فہم میں اقبال کی روح آزادی خواہی اور ہمدردی
 ان کے دل میں لیر کر گئی اور نہ صرف انکو اقبال سے عشق پیدا ہو گئی
 بلکہ انہوں نے سب پر پی و خرد کیا ہے کہ اقبال جیسے عظیم انسان
 بے غیر اور محض ہے اسے حلال اور سرب کے انہار کے لئے فارسی زبان
 اختیار کی ہے۔ کہتے ہیں:-

از بعد وطن تاشان کس را بجز ایرانی *

شائستہ نہ بیند تا باوی سخن آمارد

در های شین خود در درج دری ریزد
از پنہہ این میدان جو لانگمہہ خود سازد

علامہ دہخدا نے ۱۹۵۱ میں بوم ہمال کے جلسہ کی صدارت کرے ہوئے
فرمایا

پاکستان آزاد کے قائم ہوئے کے بعد ایرانیوں نے اس مشرف کے
مرحوم شاعر کو سہجائے شروع کیا لیکن ابھی تک اسکی
عظیم شخصیت اور سکی خدمت کو جو اس نے پاکستان کی
آزادی اور فارسی زبان کے حق میں کی ہے غورے طور پر
نہیں پہچانا گیا۔

ہمیں نہیں بھولنا چاہئے کہ ہندوستان غیر ملاکوں کے سیاسی
بندی اور اقتصادی اثر کے نیچے تھا اور ہندوستان کے لوگوں کی صروف سے
اس زمانے میں فارسی زبان سے دلچسپی کا طہر کہہ سکتی اور تنگ
نظری کی دلیل خیال کیا جا سکتا تھا۔ اقبال نے اس موقع پر اپنا سر اٹھایا
اور چالیس کروڑ اہالی ہندوستان کی توجہ فارسی زبان اور فارسی کے شعراء
س از استقلال پاکستان ایرانیوں اس دعویٰ شرف یعنی مرحوم ہمال
پر تادیب سمجھنے والے غور کیا کہ شاید ہندوستان بزرگ اور حدیث سکھ
برای استقلال پاکستان و نیز زبان فارسی انجام دادہ اس کی نبردہ اس۔

ایہ درست ہے کہ ہندوستان تخت نشور برکمی و سیاسی و اقتصادی
میلان بود و اضمحار علاقہ مردم ہندوستان در آن مزیں درسی و کہہ
پرستی و محافظہ کاری شمرده میشد۔

ہمال کہ پرافراشت و توجہ حیرت انگیز ملیوں جمعیت ہندوستان را بزبان

مملوئی و فردوسی ، حاتم و سعدی سے لے کر بابا فغانی تک کی طرف مہذول
کرائی اور سب سے بڑھکر یہ بات ہے کہ حال نے سب سے پہلے اس
حقیقت کو سمجھ لیا کہ ذہنی سلامتی سیاسی اور اقتصادی غلامی سے کہیں
زیادہ خطرناک تر ہے : اور فرمایا :-

چون شود اندیشہ قومی خراب

نامرہ گردد بہ ستی سب نام

جب کسی قوم کے خیالات خراب و فاسد ہو جائیں تو
اسکے ساتھ میں کھری چاندی بھی کھوٹی ہو جاتی ہے

میرد اندر سینہ اش قلب سلیم

درنگاہ او کچ آید مستقیم

قلب سلیم اسکے سینے کے نیچے مرجاتا ہے

اور سدھی حسرت بھی اسکی مدد میں ٹیڑھی دکھائی دینے لگتی ہے

پس نخستین باید شد تطہیر فکر

بعد از آن آسان شود تعمیر فکر

پس سب سے پہلے خیالات کو پاک کرنا ضروری ہے

اسکے بعد ذہنی تعمیر آسان ہو جائیگی

اسی و شادمان درک آن از مری و فردوسی و حاتم و سعدی

و فغانی حب برد و سبیل زدند و رابطہ مرزد و شادمان و حاتم و

مرز و حاتم و سبیل از رابطہ افغان و ماری و مرز و سبیل

و از حمد بالاتر اقبال پیش از ہر کس درک کرد کہ رقبہ

بردگی فکری ہر ارباب خطرناکتر از بردگی اقتصادی و سیاسی و ملک

اقبال مغربی تمدن کو مشرق کے لوگوں کے لئے تنقید کے قابل نہیں سمجھتا اور اسکو ایک ہمکن اور فربودہ تمدن تصور کرتا ہے۔
کہتا ہے :-

یہ کہ ساز فرنگ از نوا پر افتاد است
درون پردہ او نغمہ نیست فرباد است
نہے - دیکھئے - فرنگ کے ساز کی صدا حرب ہو گئی ہے
اسکے پردوں میں نغمہ نہیں نالہ و فرباد ہے
زمانہ کہنہ بتاں را ہزار بار آراست
من از حرم نگذشتم کہ پختہ بنیاد است
زمانے نے اپنے پرانے بتوں کو ہزار بار آراستہ کیا
مگر میں نے حرم کعبہ کو نہ چھوڑا کیونکہ اسکی بنیاد پختہ ہے

اقبال نے فرمایا ہے کہ فرنگی تمدن فرنگ کے درد کا درماں
ہی نہیں ہو سکتا۔۔۔ جسے ہمیں ہو سکتا ہے۔۔۔ وہ سرش و لب کو
انکی شاہراہ مقصود پر رہنمائی کرے :-

این خودی را چستن از ترک بدن
آن خودی را بر فسان حق زدن
ہندو بدن کو ترک کر کے اپنی خودی کو تلاش کرتا ہے
مسلمان اپنی خودی کو حق کی فسان پر چڑھاتا ہے

تمدن مادی اروپا در بحر او برای سرفرازان و شہرہائے مشرق
و آنرا تمدنی نارسا و بعلالہ فربودہ بینند
تمدن مادی فرنگ از صداہای فرنگیان صادر است حالہ
سرفرازان را بشاہراہ مقصود ہدایت کند :

از من ای باد صبا گوئی بدانای فرنگ

عقل تا بال کشود است گرفتار تراست

اے باد صبا سری طوف سے ہریگستان کے دانوں کو لہہ دو وہ

کہ جب سے جس نے اپنے پر لپٹائے جس پہلے سے سی زیادہ گرفتار ہو گئی ہے

عجب آن نیست کہ اعجاز مسیحا داری

عجب ابھست کہ بیمار تو بیمار تراست

اگر چہ اے ماس مسیح کا سا معجزہ ہے تو یہ کنویں عجب کی تاب نہ

عجب کی تاب نہ ہے کہ بیمار بیمار پہلے سے بھی زیادہ بیمار ہو گیا ہے

اصل نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان اختلاف کی حسبِ شر

جان لیا اسکو عدوہ ہو گیا نہ ن دونوں قوموں کا ارساء نہ کل سطحی ہے

مگر ان ذہنی اختلاف گہرا ہے اور بنیادی اہمیت رکھتا ہے، ہندو مسلمان

زندگی سے فرار و بھنی ہے سکن حکمت اسلامی کی اساس کو پس اور

مقابلہ کرنا ہے :-

زندگی آرا سکون غار و کوہ

زندگی این راز مرگ با شکوہ

اسکے لئے (یعنی ہندو کے لئے) زندگی غار و کوہ کا سکون ہے

اور اس کے لئے (یعنی مسلمان کے لئے) انک نا شکوہ موت زندگی ہے

اقبال باختلاف بین ہندو و مسلمان ہی پردہ و دانست کہ غلام و

ارباب این دو قوم سطحی اس ولی اختلاف فکری آناں اساسی و عمیق

اس مسئلہ ہندو عیسوی پروردگار زندگی اس ولی حکمت اسلامی عیسوی

پر مبارک اس :-

۱۰ اقبال نے دیکھا کہ یہ سطحی انشاؤں میں ہندوئی حکمرانوں کے ہاتھ میں ایک مہارت ہے کہ جب حاشیہ ایک کو دوسری قوم کے خلاف متحرک کر کے قتل و غارت شروع کرا دیں۔ اقبال نے لکھا کہ ہر دو قوموں کی راہی وحدت تھا اس میں سمجھو آپ کہ میں مسئلہ کا حل سوائے اس کے نہیں دیتا کہ جن علاقوں میں مسلمانوں کی کثرت ہے وہاں انہیں ہندوؤں کی جائے اور ہندو اکثریت کے علاقوں میں ہندوؤں کی :-

اقبال کی نظر میں وہ سب قومیں ایک - میں جبرائیلی وجود میں رہتے ہیں ایک قوم نہیں کہلا سکتے کیونکہ بقول اقبال :-

ملت از پیکر رنگی دلہا ستی
روشن از یک جلوہ این سینا ستی

ملت دلوں کی یک رنگی سے پیدا ہوتی ہے
یہ کوہ سینا ایک ہی جلوہ سے روشن ہوتا ہے

قوم را اندیشد ہا باید یکی
دو فہمیش بدعا باید یکی

۱۱ وہاں وہ کہتے ہیں ہندوئی سیاستوری برای خداں اسب
کہ ہر قوم جدا جدا ہے یکی از این قوم را ہندوئی متحرک و
و غارت آباد کرد و خون باسفال ہر دو قوم ہندوئیوں نے غارت
در آہ راہ حق عز اس وجود زد رہا کہ درویدی کہ شریک و ہندو
اسب ملت و ہندوئی اسلامی ہندوؤں و در ہندوؤں کہ شریک و ہندو
اسب ہندوئی و ہندوئی ہندوؤں ہندوؤں در نظر او ہندوئی کہ از جہاد
جہاد ہندی در جہاد کرد آمدہ باشد بلکہ :-

قوم کے خیالات ایک ہونے چاہئیں
 اور اس کے دل میں ایک ہی مقصود ہوٹا چاہئے
 اہل حق را حجت و دعویٰ یکی است
 خیمہ های ما جدا دلہا یکی است
 اہل حق کا حجت اور دعویٰ ایک ہی ہوتا ہے
 اگرچہ ہمارے خیمے جدا جدا ہیں ، ہمارے دل ایک ہیں
 اظہار ان اشعار میں کیا ہے —

رائگوند کہ پاکستان با نابغہ دوران
 اقبال شہیر خویش بر شرق ہی نازد
 زبید وطن ما نیز بر خویش ہی بالذ
 و اندر چمن معنی چوں سرو سر افرازد
 ز آن کہ روی کہ چون اقبال خواہد کہ سخن گوید
 گنجینہ قلب خود نا گفتہ بہر دازد
 از بعد وطن تا شان کس را بجز ایرانی
 شایسہ نہ بیند تا پاوی سخن آغازد
 در های ثمن خود در درج دری ریزد
 از بہرہٴ ابن میدان حولانگہ خود سازد

انتخاب از خطابہ دانشمند شہیر جناب سید حسن تقی زادہ

۱۹۵۱ء میں یومِ قبائل کا حیدرہ دران کے بارے میں ناز فرزند سید حسن تقی زادہ کی مدد سے منعقد ہوا۔ آقای تقی زادہ معتمد سید حسن تقی زادہ کی مدد سے کئی سال اہل حق سے باہر رہے اور کئی برس اہل حق سے ہر سنی میں کدوائے اور دھس سے فارس میں کئی سال اور حبش میں کدوائے سے رہے۔ مفسرِ حدیث سے خوف و حشر کی حالت میں اور حسد سے تحریکوں اور نظریات کو نزدیک سے مطالعہ کرنے کا موقع ملا۔ آقای تقی زادہ ایران کی تمام سنی اہل حق سنی معتمد میں برائے اسلام اور سبب کی نظر سے دیکھے گئے ہیں اور ۱۹۵۱ء میں ہندوستان میں سنی (Senate) کے صدر منتخب ہوئے۔ تقی زادہ نے اس کے بعد دیکر و مطالعہ سے بہت متاثر ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اقبال نے بنیادی اخلاقی اور دینی باتوں کو زندہ کر کے عوامِ انسانی کی حیرت انگیز خدمت کی بہت خدمت کی ہے۔

آقای تقی زادہ نے یومِ سال کے حیدرہ میں حریر کرنے شروع فرمایا۔
 ”میں اسی رہنمائی کے شروع ہی سے اسی رہنمائی کے اس حال سے
 کہ :

چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا

من نیز از استادی زندگی بہرہ ای از عہدہ اعلیٰ آن مرد مہر مہنی :-

”چین و عرب ہمارا ہندوستان ہمارا

مسلم ہیں ہم وطن ہے سارا جہاں ہمارا،“

زیادہ حرکت ہوا اور اسکا اثر اور تسوخی بڑھا رہا اور وہیں سے اس عقیدہ کے
جہشیلے طرفدار پھیلے ہوئے۔

اس تحریک کا بانی غالباً مسیحیوں اور مسلمانوں نے تھا اور انکو مسیحیوں
اور مسلمانوں کے درمیان احمدی ثانی کے دورہ کے حوالہ اور راندی حوالہ
پر کون کے علاوہ بعض عرب صحابہ مثلاً مسیحیوں اور مسلمانوں کے درمیان
وغیرہ بھی تھے۔

اقبال کی آواز نے نہ صرف اس جنبش کو قوت اور رونق بخشی
بلکہ سکڑنے والے دل میں دھلا اور سکڑنے والی اور صحیح شکل و صورت دی
اور ایسی نہ محریک آزادانہ لیکن مسیحیوں کے رخی ہے اور اسکا دائرہ
وسیع ہو رہا ہے۔

باوجود اسکے کہ روحانی فلسفہ کا سرچشمہ اسلام ہے۔ اقبال
نے ایک نئے فلسفہ کی بنیاد رکھی جس میں مغربی علم و حکمت اور جدید
آن حیات و انسان و روح باہم و مربوطان پر مبنی ہے۔ اس کے
دور و گرجہ میں اسی آن انہضت مسیحیوں اور مسلمانوں کے درمیان
گذشتہ از سلسلوں آرمیخواہ ترقی میں از دورہ برکان جوان مسلمان
عبدالحمید بن زبیل و عثمانی و بعضی فصلائی عرب مانند مسیحی عبدالرحمن
کواکبی حلی وغیرہ بودند شور و تاثیر نفس اس میں تھا این عقیدہ را ریشہ
و رونقی بسیار قوی بخشید بلکہ آنرا در قالبی آزاد ریخت و صورتی مرتب داد
و هنوز این نہضت در آستانہ مسلسل پس برود و ستہ می باشد۔

فلسفہ روحانی اقبال اگرچہ مغربی رسالہ اسلام میں اس حود اساس
معدی میں کہ در آن با اطلاع از علم و حکمت مغربی و اصول قواعد

قنوں کے فوائد کو قبول کرنے کے ساتھ ساتھ اس نے مشرق کے روحانی فلسفہ خصوصاً روح متصوف کو اصلی غیب کے سر حشد کے طور پر سمجھ لیا ہے اور حلال مدین روسی کے بلند افکار کی بروی کی ہے۔

ایہاں کے علماء و بشریات کو ہم سے دوسرے اسلامی مضمون کے مشابہت پر نہ بروری حاصل ہے کہ ایسا مشر حاضر میں دنیوی اور مادی روی کے سعی و کوشش سے سمجھ نہیں سکتا اور ملود حشد سے پہرہ ملد ہوئے کی سمجھ سکتا ہے اگرچہ اسکا حلال نہ ہے کہ تاریخی تمدن جسارے نے مشر میں وہ مغرب کے علمی فنون کا منکر میں لگا ان کے احد اور کسب کو ضروری سمجھتا ہے لیکن اس کے نزدیک حقیقی علم معرفت اور فلسفہ

فنون حشد فلسفہ روحانی مشرق و مضمون روح متصوف میں معرفت حشد مشرقہ ملد و از افکاری ملد افکار حشد حکماء حلال میں روسی بروی ملد اس وقت مؤلفی کہ ملد افکار عقاید بسیاری از حکمای بزرگ مضمون اسلامی ارد عدم اعمال جانب سعی دنیوی و لروہ کوشش درہرہ ملدی از برقیات مادی و تمدن عصری سے کہ ایہاں بسف سیکھ و مل آکہ غمدہ دزد کہ صواہر تمدن مغرب زمین بکار مخورد۔

دوقوت مغرب نہ از چنگ و ریاب

نی ز رقص دختران بی حجاب

بحکمی او را نہ از لادینی است

نی فروغش از خط لاطینی است،،

بعدالک منکر فنون علمی مغرب نیست و اخذ و امتحان آبر لازم ملد

ولی اصل معرفت و حکمت و علم حقیقی و فلسفہ را در دانش روحانی و

کی اصلی بناء روحانی دانس اور روحانی (معنوی) احساسات (جنکو وہ عشق کہتا ہے) اس وہ یورپ کے مادیات میں محصور فلاسفہ کو حجاب کر کے کہتا ہے۔

دانش اندوختہ ای، دل زکف انداختہ ای

آہ زان نقد گران مایہ کہ در باختہ ای

(سوائے علم و حاصل کر لیا لیکن دل کو شہو سے کیوں نہا
افسوس کہ وہ بیش بہا دولت تو نے ضائع کر دی)

اس کے عقاید اور تعلیم کا یہ حصہ توحید اور سرجہ کے لئے ہے اور ضرورت ہے اس امر کی کہ جن لوگوں کو معنوی فلسفہ کے معنی گہری اور کافی اطلاع ہو وہ اس کے روحانی فلسفہ کا بھی غور سے غور بغیر تعصب کے مطالعہ کریں۔

اسل کا علماء مسلمانوں کے درساں اتحاد سدا کا جائے ہو جاہلانہ تعصب اور کوبہ نشری کو رفع اور اس اسلامی کو روز بروز نزدیک تر کر بیکی کوشش کی جائے، بہت پسندیدہ اور ضروری ہے۔
احساسات معنوی و بقول خود اس عشق میں سرور و خطاب مثالیہ مادی فرنگ گوید:

دانش اندوختہ، دل زکف انداختہ

آہ زان نقد گرانمایہ کہ در باختہ

اینکست از عقاید و تعلیمات انبال شایسہ نوحہ و تحقیق اس و جا دارد کہ اشخاصیکہ دارای اطلاع عمیق و احاطہ کافی بر فلسفہ مغرب باشند عقاید معنوی روحانی انبال را نیز مورد مطالعہ کامل ہی طرفانہ قرار دہند۔

بہر حال اس سے ہمیں آگاہی ملے گی کہ جو کچھ ہم نے جس وقت کیا ہے اس سے ہمیں آگاہی ملے گی۔
 اس لئے ہمیں اس سے آگاہی ملے گی کہ جو کچھ ہم نے جس وقت کیا ہے اس سے ہمیں آگاہی ملے گی۔
 اس لئے ہمیں اس سے آگاہی ملے گی کہ جو کچھ ہم نے جس وقت کیا ہے اس سے ہمیں آگاہی ملے گی۔
 اس لئے ہمیں اس سے آگاہی ملے گی کہ جو کچھ ہم نے جس وقت کیا ہے اس سے ہمیں آگاہی ملے گی۔



اس لئے ہمیں اس سے آگاہی ملے گی کہ جو کچھ ہم نے جس وقت کیا ہے اس سے ہمیں آگاہی ملے گی۔
 اس لئے ہمیں اس سے آگاہی ملے گی کہ جو کچھ ہم نے جس وقت کیا ہے اس سے ہمیں آگاہی ملے گی۔
 اس لئے ہمیں اس سے آگاہی ملے گی کہ جو کچھ ہم نے جس وقت کیا ہے اس سے ہمیں آگاہی ملے گی۔
 اس لئے ہمیں اس سے آگاہی ملے گی کہ جو کچھ ہم نے جس وقت کیا ہے اس سے ہمیں آگاہی ملے گی۔



خطابہ ڈاکٹر منوچہر اقبال

جناب ڈاکٹر منوچہر اقبال چانسلر تہران یونیورسٹی کی تقریر سے اقتباس

ڈاکٹر منوچہر اقبال چانسلر تہران یونیورسٹی اور میڈیکل کالج کے پرنسپل
 امریکہ کے علاوہ ایران کی ۔ اسی دور اجتماعی زندگی میں یہی ایک سربراہ
 شخصیت کے مالک ہیں ۔ کئی دورہ حکومت میں ان کے وزیر رہے اور اسی
 ملک میں، بے لوث خدمت اور خدا دا دست کی ۔ بے غمہ اوگوں میں جی
 ان کو غیر معمولی ہر دل عزیزی حاصل ہے ۔

دائر اقبال ایک سید مرتبہ نسب میں جن دور ادب ہیں ۔ سر ۔
 نہیں ہیں مگر شعر و شاعری سے لگاؤ ہے ۔ اپریل سنہ ۱۹۰۵ء میں
 ملی مرتبہ یوم اقبال تہران یونیورسٹی کے سال میں ہوا ۔ اس دور میں
 نے نہ صرف یونیورسٹی کا سال و اقبال کے حسیے کے لئے سس لکھا ۔
 سماجوں کا جنگی تعداد ہزار کے لک بچاک بھی خود اس سال کے دور
 افتتاحی تقریر بھی اپنے ذمہ لی ۔

یوم اقبال کے حسیے کا تہران یونیورسٹی میں منعقد ہونا اور حاشیہ
 یونیورسٹی کی انتظامات جسد اور پروگرام میں سرکب ایک مہم واقعہ ہے ۔
 دہل میں فاضل حاسار کی تقریر کا اقتباس میں کیا جاتا ہے ۔

،، میں علم اور نعیم کا ایک ادنیٰ خادم ہوں ۔ میرے لئے یہ بڑی
 خوبی کا مقام ہے کہ میرے علمی مرتبہ شہنام علامہ اقبال مرحوم کی یاد
 برای میں کہ خدمتگذار کوحک دانش و فرشتہ جی میں
 حوسوفی اسب کہ مجلس یادبود علامہ محمد اقبال علامہ سرگ من در میں

ارادہ کے تابع ہوتی ہے لیکن ان بڑے بڑے شخص کی راشمنی اور راشمنی (جو اپنی اوجہ اور زمان و مکان سے محدود نہیں آئے ہیں اور عام لوگوں کے افکار اور خواہشات کا بندھن ہوئے ہیں) کا مقصد کے حد حاصل کرنے اور قوموں کی سرپرستی کامیابی پر گہرا اثر پڑتا ہے۔

اسلامی اور رومی شریعت کے اصول کے زیر اثر مشہور انسان میں جس سرکاری وجود میں ہے اس حق کے سمجھنے کے طور پر رہے رہے لوگ جو ہوئے جنہوں نے اپنی نوعیت کی آزادی اور حریت کے نئے نئے اصول حاصل کیا کسی آزادی کے تصور میں سے ہے اور غیبی اور معنوی صفت کے حاصل اور اس کی الہامی رسمہ نمونہ ہوئے انسان کے اس معنی مقصد کے حصول کے لئے کوشاں رہا۔

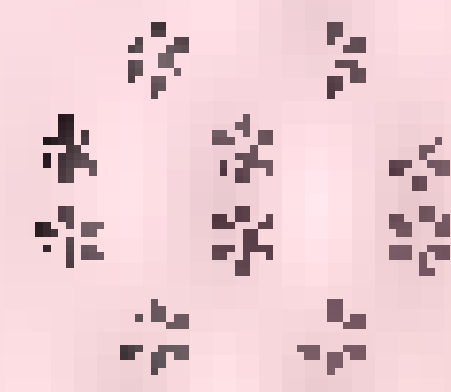
اس میں ہے کہ انہوں نے اپنی نوعیت کے تمام اکیں رہنمائی و انسانی رحمت درویشی کے طور پر سبب زہد و محنت و مشہور سادگی و سادگی اور در تفسیر، مقاصد و موقوفات اقوام دنیوی انکارنا پذیر دارد۔

نقوذ تمدن اسلام و فرهنگ ایرانی از ہزار سال قبل در شہ فارہ و سادات تاریخ دواور در در آل سر زمین ہند و عرب و ہندوستان ہندو شاہ و ہندو نامور رجال و تابعی ہندو کہ رحمتی حریت و سادگی کے نوع خود را پیمندہ گرفتند۔

اسلام یا کسی ر د صرف حرارتی ہندو کہ علاوہ از سیر و تاریخ علمی از مذکور اخلاقی خود و بالہدات اسلامی ملہم بود و برای حصول بہداف عالی انسانی خود مسکوسند۔

سرس نغمے کی بدوب بیکے ہوئے کاروان کو سرب و رسعدت کی بہرہ پر پہنچا۔ اقبال کا کلام اس حقیقت کا شاہد ہے کہ یہی تقریر کوئی مثال کی ایک دوپیتی پر ختم کرتا ہوں۔ فرمایا ہے :

عجم از نغمہ های من جوان شد
 ز سودایم متاع او گران شد
 ہجو می بودہ رہ گم کردہ در دشت
 ز آواز در ایسم کاروان شد



گم کردہ ای رہ ہر شرف عزت و سعادت رہا۔ بخان افسان ہمہ شد
 اس احوال اس میں سخن خود را بیک دو بی نبوی آن شد و شد نایاب
 شد کہ رہا :

عجم از نغمہ های من جوان شد

اقتباس از سخنرانی ڈاکٹر لطف علی صورت گر

ڈاکٹر صورت گر پروفیسر تہران یونیورسٹی (جو آج کل سیرار یونیورسٹی کے ڈس چانسلر منتخب ہوئے ہیں) ایک خوش مزاج، شاعر، ادیب، انشا پرداز اور تنقید نگار کی حیثیت سے ایران میں غیر معمولی مقبولیت کے مالک ہیں۔ ڈاکٹر صورت گر علاوہ فارسی کے، ادبیات انگریزی پر نیز بہت زیادہ توجہ دیتے ہیں اور آج سے کوئی سو سال پہلے انہوں نے سائنس و ٹیکنالوجی سے ڈاکٹر آف سائنس کی ڈگری حاصل کی۔ ڈاکٹر صورت گر آزاد مسکن اور درویش طبع و فاع ہوئے ہیں اور علمی اور ادبی شعبوں میں بہت اہم کام کی بناء سے منگے جاتے ہیں۔ فارسی شاعر میں محنت و مشاہدہ پر ڈاکٹر صورت گر کی کتابیں حقیقتاً کہی ہیں اور بہت سے ان کا مطالعہ بہت سے شاعر اور وہ خاصہ ویر کائنات کے قسم کی شاعری میں بڑی دسترس رکھتے ہیں۔ ان کی شائع شدہ کتابوں میں تاریخ ادبیات انگریزی میں بھی اور اصول علم اقتصاد سمیت ہیں۔ ان میں ڈاکٹر صورت گر کی سرپرستہ کتابوں سے جو سال ۱۹۵۰ء کے موقع پر کی اساس طرح لیا جاتا ہے۔

اقبال ان روشن ستاروں میں سے ہے جن کی روح درخشاں اور حسین ہے۔ ان کا دھن دھن اور جلال و عظمت اور ان کا اثر و سرشت۔ اقبال نے بابا طاہر کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے :-

ہاں کی آواز سے دن و رات اب دہ رچی افروز ہے بہت
ذوق لطیف و جمال پرست و دلی تائر پذیر دارد و این اوست کہ باقی ہے
بابا طاہر میفرماید :

و ہمارے سینے میں ایک دنیا تھاں ہے
 ہماری خاک میں دل اور دل میں غم ہے
 وہ شراب جس سے ہماری روح روشن ہوئی
 ابھی تک ہمارے سپر میں باقی ہے ،

اج کی ساری رات جب کہ شب بیدار کے لباس پہنے بیٹھے ہے غمگینوں کی
 بو آکر نسل کی آواز حذر سرور و تسکین فرسی ، ہوسنی دس دھیری دھاب
 کد سی دوشرا رہی ہے اس لمحے کی سادہ ہے جو خوب کے سار سے بلند
 ہے رہا ہے ۔ اور اس ایک مسرت لمحہ سے ڈر چھوٹا ہوسنی دس دھیری دھاب
 شورشی ہوئی ۔ یہ وہ نغمہ ہے حوالہ دے دین کہ ایک دوسرے سے ہمدرد
 اور ایک دوسرے سے نسا اور ہائوس کر رہے ہیں اور چھوٹا ہوسنی دس دھیری دھاب
 صوفی کی ادب کے حشر سار پر اترتی ہوئی ہے ، لایم ڈر دس ہے یہ

”تمہاں ڈر ستہ ما عالمی هست

بغاک ما دلی ، در دل غمی هست

از آن صہبا کہ جان ما پر افروخت

غنور اندر سپری ما نمی هست

و از این جہت در این شب فرخندہ کہ جہاں خلعت ابدی ہستی ہوت ، ہوسنی دس دھیری دھاب
 غمگینوں کی آواز حذر سرور و تسکین فرسی ، ہوسنی دس دھیری دھاب
 کد سی دوشرا رہی ہے اس لمحے کی سادہ ہے جو خوب کے سار سے بلند
 ہے رہا ہے ۔ اور اس ایک مسرت لمحہ سے ڈر چھوٹا ہوسنی دس دھیری دھاب
 شورشی ہوئی ۔ یہ وہ نغمہ ہے حوالہ دے دین کہ ایک دوسرے سے ہمدرد
 اور ایک دوسرے سے نسا اور ہائوس کر رہے ہیں اور چھوٹا ہوسنی دس دھیری دھاب
 صوفی کی ادب کے حشر سار پر اترتی ہوئی ہے ، لایم ڈر دس ہے یہ

دونوں اس صلی ہے۔ اتنی روح کو سراب کہیں اور اس آسمانی ہل کے
 ٹھٹھ سے لڑ رہی ہے اور مسمیٰ کے دسوس سے لڑ رہی ہے اس کی سانس کو
 بچھا لیں۔

ہال کے اہلکار ایک آس اور جس میں دماغ کا دھڑکنا ہے
 سلاوہ ایک خاص صفت کے حامل ہیں جو انہی سے لڑ رہی ہے اور
 مسمیٰ لڑ رہی ہے۔ وہ خاص صفت یہ ہے کہ اس سے ترجمہ شدہ دماغ
 کے نوائے صفت کے سحرے برقرار ہیں اس کے اہلکار مسمیٰ کے فلسفہ اور
 عرفان سے لڑ رہا ہے۔ مولانا حلال الدین محمد (رومی) و حکیم سرمدی (مسمیٰ)
 صرف مسمیٰ ہی (مسمیٰ) سے متصل حاصل کیا ہے۔ اس کے بعد ہال کے
 یورپ و سر لہجہ صوفیہ کے فلسفہ و فکر کا مطالعہ اور کے مسمیٰ کی فکر
 سے آگاہ کی ہے۔ ہال کے فی ثنی ہیں اور حیدر خیل کو
 شعر کے قالب میں ڈھالا ہے۔ اور فارسی حسی سوس اور بروٹس زبان
 را سراب سارند و ہا حضرت ای زل رحمت آسمانی سسکی سر را سمیت دسوس
 و مسمیٰ و مسمیٰ پر طرف کنند۔

شعر اقبال گذشتہ از آن کہ نمایندہ یک مغز افروختہ و حسیاس اس
 مسمیٰ مخصوص دارد کہ ہا لڑ رہی را محبوب سکندر و مسمیٰ سلاوہ و ہا
 مسمیٰ ہا لڑ رہی کہ فطرت لڑ رہی آسمان لڑ رہی نورانی شدہ دماغ ہا و ہا
 لہجہ و اہلکار اور فلسفہ و عرفان سر و آثار مولانا حلال الدین محمد و حکیم
 سرمدی و صرف مسمیٰ ہی ہا و ہا لڑ رہی اس۔ لہجہ در ترجمہ مسمیٰ
 یاروں و مسمیٰ و اندیشہ ہا لڑ رہی خوب اہلکاروں کی را ہا اندیشہ ہی آسمانی
 مسمیٰ مسمیٰ و اندیشہ ہا و ہا لڑ رہی را کہ از نعمت ابداع را خوددار اس
 مسمیٰ شعر لڑ رہا لڑ رہی و ہا لڑ رہی و ہا لڑ رہی را لڑ رہی اس

اقبال کے بعد ہیں ایک بہت بڑی خوبی یہ ہے وہ قریب زمانے کے
 ”مہاجرین“ کو اپنے اجداد کے گہر میں اور بارانِ کسا کی محفل میں
 واپس لے آئے۔ بس ان واس واسیے ”دوستوں“ کا جو نئے قریب گہر
 میں ہے وہی سنہ سے سال ہر سال اس کی (روح پر خدا پور برسائے) کے سہم
 سے نیک لڑکے پورِ حتم کوں ہوں : ایک دو سی میں کوں ہوں : —
 ”تیری زندگی کی قبا کب تک چاک رہیگی
 چیونٹیوں کی طرح کب تک تیرا آشیانہ خاک میں رہیگا
 پرواز میں بلند ہو جا اور شامین بننا سیکھے
 تو کب تک خاک میں دانہ تلاش کرتا رہیگا“

ایک اور دہائی میں یہ شعر لکھا : ”مہاجرین“ کے ساتھ
 ”مہاجرین“ کے ساتھ یہ شعر لکھا : ”مہاجرین“ کے ساتھ
 ”مہاجرین“ کے ساتھ یہ شعر لکھا : ”مہاجرین“ کے ساتھ
 ”مہاجرین“ کے ساتھ یہ شعر لکھا : ”مہاجرین“ کے ساتھ

بہایِ زندگانی چاکِ ناک
 چو سوراںِ اشیان در خاکِ ناک
 بہ پروازِ آی و شامینی بیاموز
 تلاشِ دانہ در خاشاکِ ناک

اور ذوں سے اسما کے دل میں ایک صمک و سب کا نقشہ مرتب
 کیا جس نے اس کے مرنے کے ٹھیک دس سال بعد محمد علی قائد اعظم
 کے ہاتھوں جامہ عمل پہنا۔

بعض اہل حق (جن نے خود دوسروں کے وسیع ملک اور وہاں کے لوگوں
 کے معلیٰ عزیٰ اصلاحات و سر بہاں) حیات رتے شوں گئے کہ کہان
 کی شکلیں کے سوال سے خود دوسروں کے لوگوں میں دو قوتوں کا تصور پیدا
 ہوا، ورنہ و سب انہیں رتے لے کر دوسرے ہوئے۔ لیکن اگر وہ خود دوسروں
 کے مسلمانوں کی آواز اور حق سکیں ہو س امر کی جائے کریں گے
 کہ سکیں، شمسال کے لئے آسوس کرنا نہ صرف لازم ہے کہ ہر
 مسلمان نہ فرض ہوا کیونکہ اللہ کی کانگریس جب مسلمانوں کی ارادی کے
 ابتدائی پروگرام اور سکیمیں بنا کر کر رہی تھی تو مسلمانوں کے نمائندوں
 کی (جن کے لیڈر مسٹر جناح تھے) تجویز کہ یہ مسلمان اکثریت کے علاقوں
 ملتی را بروی نقشہ فکر و غریبہ خود رسمہ نمود کہ درست ۱۰ سال بعد ۱۹۴۷
 محمد علی جناح قائد اعظم پاکستان عملی گردید۔

سادہ سچی اس بات کہ صلاح کمالی پر وضع مردم خودستان و انیم
 بہادر ن نہ رہا گماں پس نہ مسند اتحاد پاکستان روح دہ ملت را
 در وراثہ جامہ ای کہ نہ نہ دشم رتے شئی سعید تولد کردہ پاس ولی اگر دہا
 دل مسلمانان شمسال برسد ہلا سک و صدیق خواہد کرد کہ سارے
 باین امر نہ وقت لازم بلکہ فریضہ ہر مسلمانان بودہ است زیرا
 تکرہ خودستان نہ مسلمانان شمسال شمس را طرح ریزی مسعود صبح وحد
 حاضر نہ گردید پیشہاد نمایندگان اسلامی را کہ جناح در اس انہا بودہ را

میں مسلمانوں کی حکومت ہو ، کہ ہرگز قبول کرنے کو تیار نہ ہوئی ۔
 لہذا ان کو اس اسکیم کو عملی جامہ پہنانے کا خیال اپنا جو سامان سال پہلے
 اقبال نے مسلمانانِ ہند کی سعادت کے لئے تیار کی تھی ۔ اور ان کی اپنی اس تھک
 و پھٹ کی بدولت ، کروڑ مسلمانوں کا ملک وجود میں آگیا ۔

اس وقت وہ ملک ایک ایرانی ہے اور اس کا مجمع برتن ہے ۔ وہ جو
 کچھ سوچتا ہے نا بیان کرتا ہے ، کہہ رہا ہے برقی اسلوب اور طرز کے
 مناسبتی ماحول ہے ، ہاں یہاں حدیثی ، علمی و تاریخی فکر و
 استدلال کو جو خواجہ محمد علی شہرہ ، امام غزالی ، مولوی ، سعدی ، حافظ
 خواجہ نصیر طوسی ، میر داساد ، امجد ملاحصر و علامہ سبزواری دوسرے کے
 ہاں پایا جاتا ہے اپنے شعر اور نثر میں مجسم کرتا ہے ۔

اقبال سی مسلمان بن گیا لیکن اپنے آپ کو وسیع سے دور نہیں سمجھتا
 ، کہ وہ ایک ادیب آں مسلمان اس حکمران ، جس میں مسلمانوں
 نماید ۔ و بفکر عمل نمودن آن نقشہ ای کہ دہ سال قبل ای سعادت مسلمانان
 ہند پیشبینی نموده بود افتادند و با فداکاری خستگی نا پذیر خود یک ملت و
 مملکت ، ملیون نفری را بوجود آوردند ۔

اس وقت اس ملک برقی ، ہندو اور اسلام و مجمع دینی ہاں است
 ہندو ، سکھ و آریہ ، مسلمان و سکھ ، مسلمان و سکھ ، سکھ و سکھ
 حدود گرو سکھ ، سکھ و سکھ ، سکھ و سکھ ، سکھ و سکھ
 ہندوستان ایرانی ، ہندو ، سکھ ، سکھ ، سکھ ، سکھ ، سکھ
 سکھ و خواجہ نصیر طوسی و میر داساد ، امجد ملاحصر اور علامہ سبزواری
 را در شعر و نثر خود مجسم نموده ، اور مسلمان سی ہند ولی ہی اسکند خور ر

کی مانند اسے شاہ ولایت (حضرت علی) سے خاص ارادت اور محبت تھی اس کے معنی کہتا ہے :-

مرسل حق کردہ نامش بو تراب

حق ید آتہ خواند در ام الکتاب

(یعنی خدا کے رسول سے اس کو بو تراب کا نام دیا اور خدا نے اس کو براہ میں بدستہ نہ دیا) شیعوں کی مانند حسین ابن علی کے معنائیں سے بہت متاثر ہوا۔ اور آنحضرت کے ولستہ سہادت کے معانی وہ کہتا ہے :-
مدعایش سلطنت بودی اگر

می نکردی چہن سمان سقر

دشمنان چون ریگ سحرالاتعد

حمزجان اوہ یزدان ہم عبد

(یعنی اگر اس کا مقصد سلطنت ہوتا تو وہ اس حال میں سر نہ لڑتا) دشمن ہو سحر کی ریت کے مانند بے شمار ہوئے اور اس کے ہمراہی بر دشمن کے اعداء کے برابر اس حکایت باب کے مطابق کہ وہ لا پترک رہ لا پترک کلاہ :-

اس خیال سے کہ اس حکیم کے گلسان سے ایک دہستہ غیب و ذہن کے دوسروں کے سونکھنے کے لئے تیار ہوئے کہ چند دہستہ اسرار حق

رات و علقہ خاصی بشاہ ولایت داشت و در معرفی او میگفت:

مرسل حق کرد نامش بو تراب

الخ

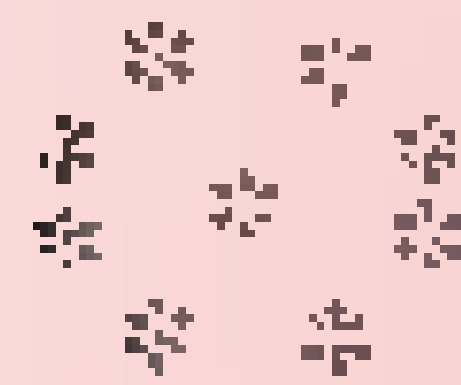
یادہ سیدال... حضرت حسین ابن علیؑ پر ہونے والے حادثہ کے ذمہ مختص
مکتب :- مدعایش سلطنت بودی اگر الخ

یادہ و حیدر حکیمانہ معروف و مالا پترک کلاہ لا پترک کلاہ، دسمہ کلاہ از
انرار ان حکیم مسعود دوشان سید و ادب رسدہ نامہ اس خدا بہت دہستہ

اپنی دل بستگی نہ بھی حتمی فارسی سے ہے لیکن وہ ایران نہیں آئے اور ایرانیوں کی مصاحبت اور ہمد می اس کو میسر نہ ہوئی۔

لازم ہے کہ ایران اور پاکستان کی دو سینوں کے خیر خواہ اصحاب دوستی اور یک جہتی کے روائے کو زیادہ سے زیادہ خوب دلی وراثتیں، تعمیری نسیوں کو اس کے اچھے انداز سے زیادہ چھیننے کے موقع دیں تاکہ اس طرح اقبال کا مقصد پورا ہو جائے۔

یا رب دعای خستہ دلائل مستجاب کن



دوران فارسی نامی نداشت و در صورتیکہ بایران نامہ و یا ایرانیان
محشور و دمساز نشاء بود۔ امد اس کہ خیر خواہان متین دوست و رادر
ایران و پاکستان منصور اور رادر مویب رواد دوستی و یکجہتی سے از میں
عملی و نسل ہی اندہ را از ثمرات مطلوب آن بر خود سازند۔

بارب دعای خستہ دلائل مستجاب کن

اقتباس از سخنرانی آقای محمد حسین مشائخ فریدنی

آقای فریدنی ۱۹۳۹-۱۹۵۳ تک سفارت کبری ایران کراچی میں
مستور ہوئے۔ دجل کوئٹہ کے سمندر پر کد کرے رہے اور ہر اور
سینے درخان ادنی اور دجل حساب سے ہر شے میں ہر نے
تمایں خدمات انجام دی ہیں۔

آقای فریدنی نے سری اور فارسی حساب در سمندر شے اور ہر میں
میں سمندر سی کی ہے ہیں۔ انہوں نے میں کے میں ادنی سمندر مکہ میں
اور میں میں سمندر کی ہے۔ میں کہ اس میں کی خلیہ سمندر ہے کہ
ہے جو انہوں نے ۱۹۵۵ میں یوم اقبال کے موقع پر تہران میں کی۔

اقبال نے فارسی زبان کو اس زمانے میں جب کہ یہ زبان صرف
امریکی و برازیل کے سے اور اوہیں کہنے، رانی حکمتوں کے سمندر
میں سمندر سمندر سمندر سمندر کی ہے سمندر سمندر سمندر
میں سمندر سمندر کی ہے سمندر کے میں سمندر سمندر سمندر اور
میں سمندر سمندر سمندر سمندر سمندر سمندر سمندر سمندر
اس نے فارسی زبان کے نیم مردہ چراغ کو دوبارہ فروغ عطا کیا۔

..... اقبال زبان فارسی را کہ در ان عصر نقشہ برای روشن لوح
..... در زبان فارسی میں سمندر سمندر سمندر سمندر
زندہ کرد۔ در چنین دوران تاریکی بود کہ مرحوم شیخ محمد
پنجاب پیدا شد و با سرودن اشعار فارسی و نشر افکار گرانہای
شیرین چراغ نیم مردہ زبان فارسی را دوبارہ پر فروغ کرد۔

اس کے جاویدان کلام میں خواہ وہ اردو میں ہو یا فارسی میں
 ایران کے شریں سرے شعر کا اثر شعر ہے مگر اقبال نے خاص طور پر
 مولانا جلال الدین بلخی رومی سے فیض حاصل کیا ہے اور یہ اس میں اور
 مرہبہ رہا ہے۔ اس کے علاوہ سیاسی لحاظ سے بھی اقبال کی توجہ ایران
 کی طرف رہی۔ وہ خواہ تو کیا کہ وہی ایران کو اتحاد نصیب ہو ہے اور
 خود کو ایک صاف اور جس میں رہتا ہو جس سے اس
 ہرے تنک کی تادی و رفاہ کے لئے اس کے لئے ہیں اور سچ سچ
 نثر کو ختم کر دیا ہے اقبال کہتا ہے۔

آنچه بر سر سره یزدان است

عزم و خرم پہلوی و نادر است

پہلوی آن وارث تخت قباد

ناخن او عقدہ ایران کشاد

سچ سے آباد دو اسد ابرا حیا کرت ہوئے اقبال نے اپنے اردو
 شعر میں جو سیاسی حد تک وہ فارسی و چہ آری کہ اردو اس شہد
 ر اسد و برزاق ایران اسد گروہ و خصوص اسد جلال اسد
 رومی کسمب فیض میکند و او را یزدان استاد میداند۔

علاوہ اقبال از لحاظ سیاسی نیز متوجہ ایران ہے۔ انہماک ہر سوزی
 سکرت امور ایران جمع آمدہ و قاضی توانا و رہبری خیر اندیش پیدا شدہ
 این کشور کہن را آباد بسازد و ہرج و مرج را بر میاندازد۔

آنچه بر تقدیر مشرق قادر است

بس از اعتقاد پیمان سعد آباد با خوشبینی ہر حد سے اردو شعر اردو اردو

اسعار میں آرزو کی ہے کہ تمام مشرقی قوم متحد ہو جائیں اور اپنے اختلافات و غیرہ کے حل و فصل کے لئے تہران میں ایک مرکزی اتحادی قائم کریں۔ مختصر یہ کہ عمل اگرچہ سانکوت میں پیدا ہوا اور اس نے لاہور میں وفات پائی اور مرکز ایران نہیں گئی اور یہ بھی ایرانیوں سے ملنے ملا کہ اسے موقع ملا وہ فارسی کے عظیم الشان اور صاحب فکر و شخصیات میں سے ہے۔ اور وہ فلسفی، سیاسی وراثی و لے سے تسمینہ ایران سے مرتبط تھا۔



میکہ کہ میں سب سے گہرا جمع ہوئے و تہران را مراکز این اتحاد و محل فصل خصوصیات و حل اختلافات قرار دہند۔

خلاصہ کہ اقبال بیکہ در سہ اکوٹ منولہ شد و در لاہور بدرود زندگی گفتہ و مرکز ایران نیامدہ و کمتر با ایرانیان معاشرت داشتہ است۔ ار سمرای بزرگ و صاحب فکر و صاحب سبک فارسی است۔ و ہم از لحاظ فلسفی و ہم از نظر سیاسی و ادبی ہموارہ خود را پیوستہ با ایران میدانستہ است۔

از مقالہ آقای محمد تقی مقتداری

ہوی مقتداری لئی ساں کاس میں ایران کے دجلہ کو سمیر رہے ہیں ۔
اب کیر صوفیا کی ساحری سے حاس مداف نے اور اقبال کے کلام کا مشاعرہ
بھی انہوں نے زیادہ تر تصوف کے کتہ نظر سے کیا ہے ۔

اقبال نے اپنی تصنیفات میں مختلف موضوعات پر بحث کی ہے ۔
فرد و رب و ملک و حق و باطل اور مصعب و سوسائٹی ، معصم و حرم و مصعب
و معرف و تصوف اور باطن و الظہور ، عجب و تصانیف و حیرت و حیرت
کے مسائل پر بھی اس نے توجہ دی ہے ۔

اقبال کی عرفانی روش کی بنیاد خودی کی رب اور ربی پر قائم ہے ۔
اس کا عقیدہ یہ ہے کہ " وجود " نہ ہے حس و حرکت اور حس و حرکت
میں رشتہ ہے ۔ اور خودی سے مراد زندگی کی متحرک قوتوں سے ہے
جو غم و سرگرمی میں سکون و آرام بخندی کے نئے رب ہے اس
نئے اسانی زندگی جد و جہد و مسارہ اور سخت لوشی کے مترادف ہے ۔

در آثار خلاصہ اساتذہ ارشاد حضرت مولانا محمد تقی صاحب فرمودہ ہے کہ
وہی و رب و ملک و حق و باطل اور مصعب و سوسائٹی ، معصم و حرم و مصعب
و معرف و تصوف اور باطن و الظہور ، عجب و تصانیف و حیرت و حیرت
کے مسائل پر بھی اس نے توجہ دی ہے ۔
اقبال کی عرفانی روش کی بنیاد خودی کی رب اور ربی پر قائم ہے ۔
اس کا عقیدہ یہ ہے کہ " وجود " نہ ہے حس و حرکت اور حس و حرکت
میں رشتہ ہے ۔ اور خودی سے مراد زندگی کی متحرک قوتوں سے ہے
جو غم و سرگرمی میں سکون و آرام بخندی کے نئے رب ہے اس
نئے اسانی زندگی جد و جہد و مسارہ اور سخت لوشی کے مترادف ہے ۔

اقبال کی رائے میں انسان کو نہیں چاہئے کہ وہ بالکل مادیات کے زیر اثر آجائے اور نہ ہی سے اپنے آپ کو رقت، سچھٹنا چاہئے۔ بلکہ اسے چاہئے کہ اپنی شخصیت کو ترقی اور عظمت سے ہمکنار کرے اور خدائی سوار کو اپنی ذات میں جذب کر لے تاکہ آخر کار حق اور حقیقت اور ایک عالی شخصیت کے مقام پر پہنچ کر مع مع حقائق کا مصہر بن جائے۔

اقبال مشرق کے لوگوں خصوصاً مسلمانوں کو خواب سے اور سست سے بیداری اور جہاد و مشکلات و حضروں سے متاثرہ کرنے کے لئے ابھارنا اور انکسار ہے۔ اقبال کے نزدیک سچھٹوں کا رد اس کی بنا کی ترقی و کامیابی کے لئے ضروری ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔

از بالا پختہ تر گردد خودی

تا خدا را پرده در گردد خودی

رومی ان لوگوں کا جو حیرت انگیز عقیدہ رکھتے ہیں اور کوششیں و اختیار اور انسانی ارادہ کی قوت کے قائل نہیں، مخالف ہے۔ اقبال کے رومی کے

اقبال عقیدہ ہے کہ انسان تمام دنیا تک باہر رہنے کی مادی راہ نگیرد و نہ خود را فنا نہ کرے۔ بلکہ وہ شخصیت خود را رہے و نہ بزرگ کند و نور الہی را در حد جب تک کند و بالآخر خود حق و حقیقت و شخصیت عالی و مصہر خدائی گردد۔ انسان نہ قسالت و رقت و بالآخر سست رہے بیداری و خواب گرنے تک و ایمان، شمشاد و کوششیں و تلاش و عدم تریں از خطرات تشویق و تحریک میکند۔ او تحمل شدائد و رسیدن بکمال و می داند و میفرماید۔ از بالا پختہ تر گردد خودی الخ

مولوی با ان دینہ از مردمی کہ بیری مودہ و سائیر کوششیں و اختیار و ارادہ انسانی در کار ہستی معتقد نیست مخالف است۔ اقبال این عقیدہ را

حالات کو نئی اپ و تاب بخشی ہے اور یک قدم روسی سے بھی آگے بڑھاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اگر جد و جہد نہ ہو تو زندگی بے معنی ہے اور نہ کہ زندگی جس قدر دیوار اور جد و جہد سے بڑھتی ہے، اتنی ہی دیر اور لذت بخش تر ہوگی۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔

پرسیدم از بلند نگاہی حیات چیست

گفتا، منی کہ تلخ تر او نکو تر است

اقبال کا تخیل مہایت پر جوش اور اس کے افکار سیل شدہ رو کی مانند ہیں۔ اہل جبری اور اختیاری عقائد کے سرداروں کے ساتھ اس سمولیت نہیں کرتا اور ان کی قیل و قال کو، "حریف ہاں"، گردانتا ہے۔ اس کے نزدیک ذات انسانی کی بڑی بھاری تعداد اور مسلسل اصلاح اس میں مضمر ہے۔

سرایا معنی سر مستہ ام من

نگاہ حرف با فان ہر کتابم

نہ مختارم توان گشتن و نہ مجبور

کہ خاک زندہ ام در انقلابم

آب و خاک سزا ای بخشیدہ و روسی پر بر نہادہ و معنی اس یہ اگر سوچیں
نیاسد زندہ لی بیستہ و غیبہ زند کہ زندگی بھر چند دیوار پر باستہ
مخددہ ان سرور و سرور و بہت بخشی بر لب، حیانتکہ سرور و

پرسیدم از بلند نگاہی حیات چیست الخ

اقبال حقا مغزی پر جوش و اندیشہ، بمانند سیل خروشان دانستہ اس
و از من و قال جبریں و اختیاریں خود را بر کنییدہ و کسر اس را، حرف
باقی، دانستہ و خود خود را، مطلب و در حدوی تمام معنی زندہ۔

محمد حجازی مطیع الدولہ

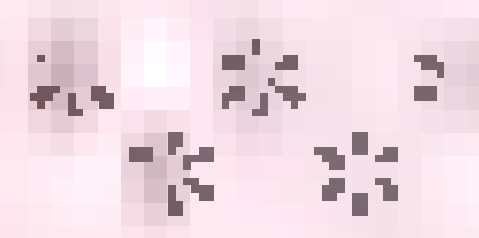
کی ڈائری کا ایک ورق

آقای محمد حجازی مطیع الدولہ نثر و نثری میں اسی طرح کے استاد ہیں اور ملک کے طول و عرض میں آپ کو غیر معمولی شہرت و تعزیری حاصل ہے۔ ملک الشعراء بہار حجازی کی نثر کو اسکی جاذبیت، شیرینی اور روانی کے پیش نظر بہترین قسم کی شاعری کا نمونہ گردانتے تھے

دیار دکن کے ہندوستان میں حکومت دہلی میں اور سرو سدا میں
 ایک خوبصورت میدانی علاقہ سے گذر رہا۔ ایک صبح و خیم
 لپٹی ہوئی سڑک سے ہوتے ہوئے ایک پہاڑی پر ایک چھوٹے سے مکان میں
 پہنچے۔ مکان کے باہر ایک حتمہ نصب تھا۔ اس میں سر کے ورنے نصب تھے
 کے تخت اور رنگا رنگ مٹھائیاں جن سے خوشبو نکلتی تھی۔ سری، دھواں اور
 سر کے مٹھائیاں اس میں کے جنگلوں میں سرور رازوں اور حیموں میں آتکے
 بخوبی کھیل رہے تھے۔ اسکا معلوم خوب تھا کہ وہ ہیں آتکے بڑے
 سر رہا ہوں۔ ایک زندہ انسان کے لئے اس سے بہتر کچھ نہیں

در ہندوستان در سر دکن مہمان دوسرے بڑے و سرور مساحت مسکرتہ۔
 از دست حرمی گسیم و ز بیج و خم ای بالا رفتہ با عمارت لوحکی
 رسیدہ۔ در جلو عمارت چادر بر رکنی برپا بود۔ رنگ و بوی انہماک و
 شیرینی و خوردنی کہ روی میزها انباشتہ بود و نقش و نگار منظری بہشت آما
 در ہم میشد۔

ہیں لاہور کے فارسی گو شاعر کے کمال و دانش اور اسکی سدا روح
 کے متعلق کچھ نہیں کہہ سکتے ، میرے دوسرے احباب کہہ چکے ہیں اسکی
 تعریف و ستائش کا حق ادا کر چکے ہیں میں اس پاک روح کے سکر گذاور
 ہوں کہ اسکی سادگیاں میرا دہشتستان و خوشی اور خوشی میں گزر گئی۔
 میں سال لاہوری کا سمیٹوں ہوں کہ وہ اسی نغمہ فارسی ورنے
 بدیع افکار کے ذریعے شہر کے دوست ملک کو جو فارسی کے رواں دہی
 بہت سے محبت و محاورے یاد رکھیں اور مہر کی برائی آئے۔



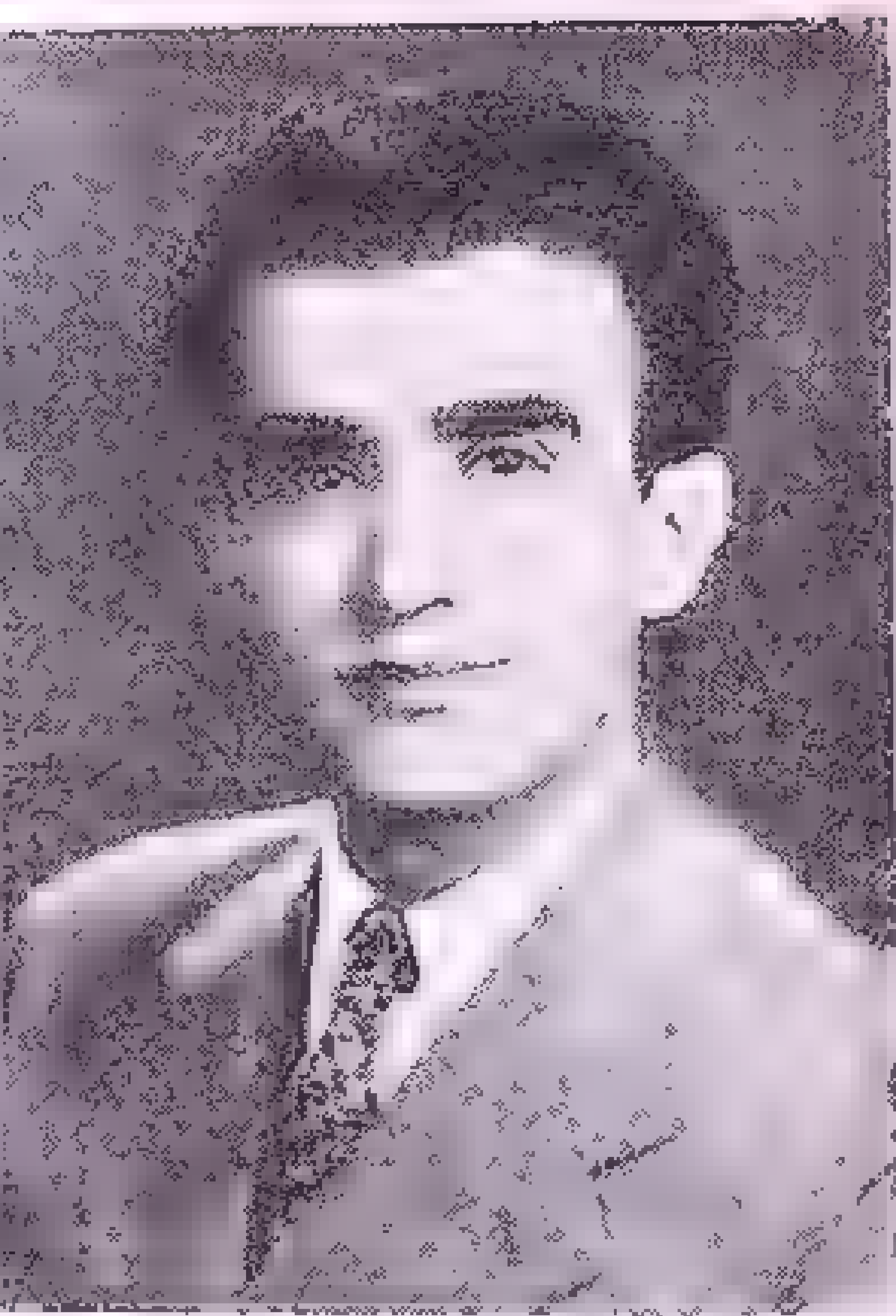
من از کمال و دانش و روح بلند شاعر فارسی گوئی لاہوری ، میں
 ہی کہہ سکتا ہوں کہ اسکی سادگیاں میرا دہشتستان و خوشی اور خوشی میں
 گزر گئی۔ میں سمیٹوں ہوں کہ وہ اسی نغمہ فارسی ورنے
 بدیع افکار کے ذریعے شہر کے دوست ملک کو جو فارسی کے رواں دہی
 بہت سے محبت و محاورے یاد رکھیں اور مہر کی برائی آئے۔

ایک ہے۔ انکے دس دو ہیں مگر زبان ایک ہے دونوں ایک مشترک سے فیض سے فیض رہے ہیں اور دونوں کو ہم برادی کا بھی فخر حاصل ہے۔

ایک مذہب رہا ہے برادی، زبان اور مذہبی وحدت کے زیر اثر ان دونوں مذہبوں میں اخلاقی، روحی اور اجتماعی یکانگ پیدا ہو چکی ہے جسکا بہترین ثبوت ہمیں قبائل کے کلام میں ملتا ہے۔ گذشتہ دو سو سال کے عرصہ میں کچھ تاریک ہڈل ہم پر سڈلاتے رہے ہیں لیکن وہ ان دو برادر اور ہم مذہب مذہبوں کے ذیلوں پر کوئی سماں نہیں ڈال سکے جس سے ان کے درمیان جدائی کا بیج بویا جاسکے۔

ہر دو ایک مشع و من عرقاں ہر مند و ا' تغمہ' یک نژاد ہر بلندند۔

ار دیر رہاں وحدت نژاد و رہاں و مذہب سہل سہم وحدت اخلاقی و روحی و اجتماعی یں دو سب بود، مند، بہترین طرزی در آثار علامہ قبائل برہو الکن اسد و ابرہای سرہ در یکی دو قرن آخر ہمہ شرگر نتوانست لوح ضمیر و حاضر سر سن دو قوم برادر و ہمہ کشش را بہ رنگ جدائی و دوری بکھ دار کند، در این سماں سما حد سعادت و امسای داشتہ کہ آثار علامہ اقبال را برہو سہل مستشرد، براد و باعث نقطہ و عین ہوساں گردید۔



پیش از انقلاب



پس از انقلاب



پس از انقلاب



پس از انقلاب

اقتباس از سخرانی ڈاکٹر ناظر زادہ کرمانی

ڈاکٹر ناصر زادہ کرمانی بنی وطن سرحدانہ خدمت کی بدولت جو انہوں نے
 ابراہیل ہیل کو ٹیوسی ملکیت میں لائے کے سلسلہ میں انجام دی ہے ملک
 شیر میں احرم کی نثر سے دیکھے جاتے ہیں۔ مرکز علمی ادبی محفل میں
 وہ ادب بادروں، شاعر اور زبردست نثر نویس اور فصیح البیان ناصی کی حبش سے
 مشہور ہیں۔ بچوں ادبی ایراں و پاکستان کی صدارت کے فرائض بھی
 دو سال سے اب ہی انجام دے رہے ہیں۔ میں کے ٹیوسی ملکیت میں آجے
 کے بعد انہوں نے سیاسی کنسٹنکشن سے کٹرا کشی اختیار کر لی اور آہل
 دانشکدہ ادبیات (کالج و لٹریچر سٹڈیز) میں تدریس کے کام پر مامور ہیں۔
 ذیل میں ان کی تحریر سے جو انہوں نے ۱۹۵۴ء میں سوم امسال کے موقع پر
 بہران یونیورسٹی حال میں کی مختصر ماس درج کیا جا رہا ہے۔

وہ ایک ملک اور قوم کا حقیقی سرب نہ اس کے دریا اور جنگل و سرسبز
 زمین، کانیں اور نہ ہی سون اور چاندی و شیرہ ہیں۔ اقوام کا بہترین سرمایہ دانش
 شخصیت والے قد کار فرید ہیں جو ابھی بس مستی اور فرس کی مہلت ابھی
 نابلیت اور اہلیت کی تسع دوسروں کی راہنمائی کے لئے سر راہ رکھے دئے ہیں۔
 وہ سرمایہ حقیقی ملک و ملک و ثروت واقعی ملک و سر نہ رود خانہ اس
 و نہ جنگل و نہ معدن و نہ رسی شادی خاصخیر و نہ طلا و نہ ویشال آن
 بلکہ بہترین سرمایہ ملک ہا رجال و شخصیت و بزرگوار و ار خود گد بندہ ای
 هستند کہ در سایہ ہمت بلند و روح فدا کار فروغ نبیغ را چون چراغ ہدایت
 قرار دہان دانستہ اند و سوز و شور و خاطر اندن خون صور رساسز در

از مقالہ آقای عبدالحسین نوائی

(آدی نرائی امیر علی نیر نوائی کی اولاد سے ہیں اور ان کا شمار ملک کے بلند
درجہ افسانہ نگاروں میں ہوتا ہے) ذیل میں ان کے ایک نمونہ سے قلمبندی پیش
کیا جاتا ہے۔

اقبال کی تصنیفات میں سے جاوید نامہ مجھے سب سے زیادہ پسند
آتا ہے۔ یہ نامہ جملہ صحیح و غلطوں کے مابین مہربان محاورہ ہے
اور اس کی لہجہ سنی ہے اور عظیم العریب اس کی مصنفات کا جائزہ
لینے کے لئے بہت زیادہ علم و مطالعہ کی ضرورت ہے۔

جاوید نامہ کی فصل (فلک عمارت اور ملک رحمت) میں اس صدی کا
عظیم الشان شاعر مشرق اپنے بلند اور عمیق اجتماعی نظریات کو نہ فقط
صدی مسلمانوں کے لئے بلکہ تمام دین کے مسلمانوں کے فائدے کے لئے بیان

کر رہا ہے۔ یہ سعادت مرحوم اقبال شاعر نورانی کی پاکستان میں
جاوید نامہ کی سب سے زیادہ سی پسند و ارآن کتاب نیر سحر و فلک عمارت
و فلک زحل تعلقہ مندم،

سید ہم در این سنجیدہ رجحان روح پائیم چہ بخت است من سرجات است
و ہم در ک آمار مردن بزرگی حیل اقبال لہجہ سنی و نامہ ای سنی
از اینها بیخواهد۔

ازین لحاظ کہ در این قسمت ول شاعر بزرگ قول آخر سنی دین اہل
بلند و عمیق اجتماعی را نہ فقط برای ہندیان بلکہ برای تمام مسلمان

کرتا ہے۔ اور ایک عجیب بلند نظری کے ساتھ انکو چھوٹے چھوٹے اختلافات جو دھرم اور سیاسی سرحدوں اور مذہبی منافقات سے متعلق ہیں، کے خطرے سے گئے کرنا ہے اور ساتھ ہی مغرب کے علم و دانش سے بغیر کور کورانہ غلطی کے اسناد حاصل کرنے اور دین بہین اسلام کے اصولوں کو حتم کرنے کی تلقین کرتا ہے۔

قبائل سی قصبہ کے دوسرے حصے میں ہندوؤں کی حالت کو نہایت مؤثر طریقے سے محکم کرتا ہے۔ قبائل کی نڈہ میں دیا ہے معنی صاحب اور اختلاف سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔ انبال کی نڈہ ایک بلند فکر عارف کی نڈہ ہے وہ زندگی کے نواہر سے سب اور در عین حال حتمت زندگی کا وہاب حاصل کرنیکا واسطہ اپنے ہندوؤں اور ہم مذہبوں کو دکھاتا ہے۔ قبائل نے ایک بہت بڑے کام کا بڑا ثبوت اور ایجنسی اسے خوب انجام دیا۔

جہاں بیان میکنہ و ایک بلند نظر عجیبی آن را از اختلافات نامیر از بگو مگوئی مربوط بوطن و سرزہای سیاسی و منافقات مذہبی بر حذر دانشہ ایسارا بہ تبعیت از جہان دانش مغرب رسن ولی بدون تقلید صرف نگہداشتن اصول دین بہین اسلام دعوت میکنہ۔

در قصبہ ثانی ونع شدہ را بصورت مؤثری محکم مننامہ۔ در نظر او دنیا بزرگتر از گنگوئی بی حاصل و اختلاف جزئی است، نظر قبائل نشر عارف منبع الطبعی است کہ در عین اسعنائی از خواہر زندگی دانشن حتمت حساب و سر بہر استفادہ کردن از ان را برای ہموطنان و ہم مذہبان خویش روشن میکنہ۔ ابن وظیفہ بزرگی است کہ افسال در عہدہ گرفتہ و خوب ز عہدہ بر آمدہ است۔

اس قسم کے شاعر دنیا میں بہت پیدا ہوئے ہیں۔ لیکن ہم جرأت کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ کسی شاعر کو اپنے ملی اور اجتماعی مسائل کے حصول میں وہ کامیابی میسر نہیں ہوئی جو اقبال کو اور شاید ہم کسی شاعر کی مثال میں نہیں کر سکیں جسکو روشن دل اور مدہ نشر اقبال کے برابر تمام مسائل حاصل ہوئے اور جس نے اپنے ملک کے اجتماعی اوضاع پر افسانے کے ساتھ حیرت انگیز اثر ڈالا ہو۔ اور اگر ہم کہیں کہ پاکستان اسی عظیم اسلامی حکومت کو وجود میں لانے کی افسانے کی کوششیں مرحوم جناح سے اسی طرح کی ہیں تو ہم نے کوئی مبالغہ نہیں کیا۔ شاعر ملی پاکستان کا غم سے مدہ بہ مدہ شاعر کے لئے نہایت سوزوں ہے۔ تمام افسانوں پر وہ کے شعری مدہ بہ مدہ۔ اس سے اپنے غم کی بدولت اہل عرب

ز میں آئندہ شعر و شاعریاں پیدا ہوں گی۔ وہ وہی مسوومہ پھر اے گویا کہ مجمع شاعری در دستور شای ملی و اجتماعی حواسی یا سارہ مرحوم اقبال بدولت نگرہ و شعر گوشتہ ای سرایم ساییم کہ از جہان متپوست ہا ہا نتیجہ سار ساروں در اوضاع جدیدی کشور ملی آن شاعر روسی و ہمد ستر برسد و اار شری گویا کہ کوششیں مرحوم اقبال در زدو۔ و رزل در س حبیب مسلمان پاکستان از جہان سار سار از مہمان مسلمان و شدید شاد رواں جناح نبوده ، سخن باغراق نگشتہ ام۔

ابن شاعر بلند پایہ کہ پر حق لقب شاعر ملی پاکستان یافتہ سہن ماروسان حبیب مسلمان ہندو و ہ فکر حبیبی اوضاع در شیم و پرشم حساب اجتماعی غریبوں و سجدہ و مدہ ہمہ معانت ابرا برن ہمدولتان حویس

کی اجتماعی زندگی کے عیوب کا جائزہ لےنا اور انکے نتائج کو اپنے شمولوں اور عام ہم درجوں کی آگاہی کے لئے سامان کر دیا ہے۔

چارہ بہہ اقبال کی بصیرت اور اسکے فکر کے خلاصہ ہے۔ یہاں اس کے غورے دور پر ایک ہدف پر اجتماعی اور ملی مسائل کے عمیق و عمیق کی حقیقت سے ظاہر ہوتا ہے۔



یہ کہ دہہ شمشاد خود ہاں داسہ و حاوید نامہ، روح کتب و ادار و عقیدہ اقبال است و فنک عطار و زحل ما حصل و نتیجہ آن کتاب درین حاصل است کہ اقبال کاملاً بصورت یک متفکر اجتماعی بآمال ملی ظاہری و باطنی مسطور ہے۔

سرمد اور اقبال

صادق سرمد شاعر سمیر ملی ایران کا شمار ایران کے چوٹی کے معاصر شعراء میں ہوتا ہے مگر اس کے علاوہ سرمد کو ایرانی ادبی سوسل اور سیاسی حلقوں میں بھی ایک ممتاز حیثیت حاصل ہے۔ آپ سسر دربار بھی ہیں اور ادبی حضرات کا ہمشاہ کے قانونی سمیر بھی اور کئی سال برای مسیت (Senate) اور مجلس کے ممبر کی حیثیت سے فرائض انجام دے رہے ہیں

سرمد شاعر و نخلت شعر میں ہیں مضمون و سرب رکہنے میں اور ان کی سرین فصاحت اور رباعیات حوا اثر ایرانی حرائد میں منتشر ہوتی رہتی ہیں بلاشبہ اور روانی کی وحد سے مسہور ہیں مگر سرمد کی پختگی صبح اور درت اسلام کا بہترین نمونہ ان کے قصائد ہیں۔

۶۰ کی صرح سرمد بھی اقبال سے دیر میں آسا ہوئے مگر ہم و ما دست میں سائیا کسی شاعر نے بہاں کی مجلس میں اسے زیادہ اور اس و۔۔۔ صبح انداز میں مکہے جسے صادق سرمد نے "سرمد حنیف" اس کا حاس ہے۔ سرمد انک اشل عیم کے اور اش عرفان خانہاں سے بعض رکہتا ہے اور انہاں اس کے نزدیک ایک بہت بر شاعر ہی نہیں بلکہ اسلام اور دیبا کی علامہ کا ہیرو ہے۔ وہ بلند آواز سے کہتا ہے :-

اقبال بزرگ است کہ در عالم توحید

از بت شکنی دشمن احتام بزرگ است

،، یعنی اقبال اس لئے بزرگ ہے کہ توحید کی دیبا کی اس کے حساب کی اور بڑے بڑے بتوں کا وہ دشمن ہے ،، سرمد کو اقبال سے "کھری عذاب

یوم امین کے روز بھی جسے میں جو ملک الہ حرا' مہار کی صد رب ویر سے
بڑھا۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے :

اگر چہ مرد ہمیرد بگردش مد و سال
نمردہ است و ہمیرد محمد اقبال

یہ قصیدہ زور بیان، انسجام و روئی اور خاص میں کم نظیر ہے۔

۱۹۵۵ کے شروع میں سرمد ہشت فرہنگی ایران کے عضو کی
حسب سے لائسنس سرب لا۔ در لاشعور میں علامہ امین سرمد
کے مزار پر انہوں نے یہ قصیدہ پڑھا۔

ای کہ مردی و سخن شد زندہ از اقوال تو
نشد پاکن شد رواج از سکہ اقبال تو

ان سے جس و سرمد سرمد کی ذی رہی د ایک حد موحکی ہے اور
وہ شمسہ لکھنؤ کے سابق و محلی اور ادبی روایت کے نئے لکھنؤ رہے ہیں۔
وہ اس سال اچھن فرہنگی ایران و لائسنس کے نائب صدر منتخب سے
گئے ہیں۔ ذیل میں ان کے قصاید نقل کئے جاتے ہیں۔

قصیدہ: روز اقبال (اپریل ۱۹۵۰)

اگر چہ مرد ہمیرد بگردش مد و سال
نمردہ است و ہمیرد محمد اقبال

اگر چہ مد و سال کی گردش سے آدمی مر جاتا ہے لیکن خدا اس
نہیں مرا اور نہ مرے گا۔

حیات صورتیں اُڑتی تھیں است، طلی نشود

حیات سیرتیں، اڑتی تھیں ہزاران سال

اگرچہ اس کی تھری زبانی تھی، اس کی زبان کی رہا

ہزاروں سال گذر جانے پر بھی ختم نہ ہوگی

بیاد روز بزرگشی کہ روز اقبال است

درود باد پر این بزم و روز رخ نال

اس بزم کی باد میں ہے ہر وہ حال جس میں محسن اور

مبارک اس دن پر درود ہو۔

درود با بلاہور و خطہ پنجاب

کہ زاد و پرورد این شاعر خجستہ خصال

شہر لاہور اور خطہ پنجاب پر درود ہو جس نے اس مبارک خصلت

والے شاعر کو پرورش کیا۔

بر غم ہر چہ چمن زاد و ناز پرورد است

ز خاک مردہ دمید آبت جہاں و جلال (۱)

ہر اس شخص کے منہ میں جو چمن میں پیدا ہو اور اس میں

جہاں و جلال کا بہترین نمونہ ایک مردہ خاک سے پیدا ہوا۔

(۱) بارہ ماہ میں سال است کہ در مشاہدہ حالِ حیرت، آدمہ آسانی

نہایت ہے۔

او چمن زادی چمن پروردہ ای

من دمیدم از زمینِ مردہ ای

زخاک مردہ دید آیت حیات چنانک
حیات دولت پاکن از او گرفت کمال

یہ آیت حیات مردہ خاک سے وجود میں آئی اور پاکستان کی حکومت
نے اس سے کمال حاصل کیا

چو شمع منزل ویران خود نفس میسوخت
کہ طوف سوزش پروانہ ای زلد پرو بال (۲)
درواہ میں جلی ہوئی شمع کی طرح وہ جدا رہا تاکہ کوئی پروانہ
اس کے طواف میں پرواز کرے

چراغ لالہ شد و آنقدر بصر را سوخت
کہ شمع محفل اقبال گشت و روشن حال (۳)
وہ گل لالہ کا چراغ بن گیا اور صحرا میں جلنا رہا حتیٰ کہ اقبال
کی محفل کی شمع نے اس سے روشنی اخذ کی

زمانہ ناقد اسلام زی قطار کشید (۴)
اگرچہ دست طبیعت بدو نداد مجال
وہ اسلام کے ناقد کو اس کی رفتار کی صرف ٹھہرنے لانا اگرچہ مسیر کے
ہاتھ نے اس کو موقع نہ دیا۔

(۲، ۳، ۴) اس سے قطعہ شمع و پروانہ اقبال اس لہذا درآں مسکود :

مدتی مانند توای ہم نفس میسوختم
در طواف شعله ام بالی نزد پروانہ ای
(۴) اشارہ پائین بیت اقبال است کہ میگوید :-

نغمہ کجا و من کجا ساز سخن بہانہ ایست
سوی دشار میکشم ناقد بی رہم را

درست خواہی، آغازِ زندگی مرگ است
 کہ میکشند بمیزانِ صحیفہ افعال
 سچ پوچھو ہو رہی گی کا اسی آئینہ روبرو ہے ڈیرکہ اسی روبرو
 نامہ کو ترازو میں تولتے ہیں

حدیث چشمہ حیوان و دولت جاوید
 حقیقی است کہ فہمیش تمیکد جمہال
 جسمہ رنگی اور جسمہ کی دولت کا سن اک سی جسمہ ہے
 جس کو چاہل نہیں سمجھ سکتے۔

زال چشمہ ایمان بٹوش و باقی باشر
 کہ آب چشمہ حیوان از آن گرفت زلال
 مکان کے جسمہ سے پانی ہو اور جسمہ باقی رہا جسمہ با حیات ہے
 بھی وہیں سے پانی حاصل کیا ہے۔

کسیکہ زندہ بحق شد چو حق نمیرد
 کہ بر وجود و عدم حق و باطل است مثال
 حوسنصر حق کی مدد سے زندہ ہو گیا ہے اس کہ میں کی طرح موت نہیں
 آتی وجود اور عدم کی حق اور باطل مثال ہیں۔

رجال حق ہمہ آیات ذات لم یزلند
 حیات لم یزلی کسی شود امیر زوال
 مردان حق خدای ہم برہ کی بات کی سادہ ہیں: حجاب بہ بران کسر
 شرح زوال بسر ہو سکتی ہے ؟

ببین بہ صفحہٴ تاریخ و حق مردان ہیں

کہ نیست تاریخ الاساعی ابطال

تاریخ کے صفحات پر مدد دوڑاؤ اور مردوں کے کارنامے دیکھو۔
تاریخ کا شے بڑے بڑے لوگوں کے کارناموں کا نام ہے۔

بطل شنیدی و نشاۃ بطل، زیرا کہ

بطل شناس نہٴ زان سبب شدی بطل

میں نے غم نہٴ شنیدی کے باعث سبب شنیدی سے وہ پہچان کر لیا
تو غفلت کو نہیں پہچان سکتا اس لئے تو بے بہرہ ہو گیا

بطل نہٴ آنکہ با آواز طبل خواند سرود

بطل نہٴ آنکہ بہ شیور رزم شد طبال

وہ جس نے آواز طبل کے ساتھ رزم کا آواز سے گئے
نہ وہ جو شیور جنگ کے ساتھ ہم آہنگ ہو۔

بطل نہٴ آنکہ سپر کرد سینہ پر باطل

کہ حق مردم بیدست و پاکند پا مال

نہ وہ جس نے مال کی حساب میں سینہ سپر کیا نہ وہ کسم پور
لوگوں کے حق کو پا مال کر سکے۔

بطل کسیکہ بروز بلا بلا جوید

کہ دفع شرکند از خیر خلق بد احوال

میں نے وہ بے مشکل کے وہ مشکل سے بدستجو نہٴ
اور بد حال لوگوں سے اپنی نیکی کی بدولت سر دور کر لیا

بھل گئی کہ سُر را چن شدت کرد
 کہ باطلش نکشاند بہ پرتگاہ ضلال
 بس وہ ہے جو ہنر کو حق کی طرف نہایت کرے ۔ کہ اس میں کو
 تباہی کے کنارے کھینچ کر نہ لیجائے۔

چنین بطل کہ ادا کرد حق خدمت خلق
 خدای خود نکند حق خلوتش ابطال
 بسا بصل جو ہو گویا کی حدس کا حق ادا کرنا ہے ۔ اس کی خدمت
 کو ضائع نہیں ہونے دینگا۔

دروہ باد بر ابطال حق کہ از دشان
 مسیح زندہ شود روز رجعت آمال
 ابطال حق پر درود ہو کیونکہ انہی کے وسیع سے مسیح زندہ ہوتا
 امید بر آری کے دن۔

قیام مرد خدا کمتر از قیامت نیست
 کہ بہت ملت و دولت کند باستعجال
 مرد خدا کا قیام قیامت سے کم نہیں کیونکہ وہ ملت اور دولت کو
 نہایت تھوڑے وقت میں زندگی دیتا ہے۔

گواہ دولت پاکن بین بہ پاکستان
 کہ خود چگونہ بر افراشت پرچم اقبال
 پاکستان کی حکومت کا گواہ پاکستان میں دیکھو کہ کس طرح
 انہوں نے پرچم بیاں بلند کیا ہے۔

اگر حقہ وائد اعظم پہ ہفت پاکی

جناح لشکر اسلام بود و قلب رجاں

اگر حقہ عریک پاکستان میں قائد اعظم لشکر اسلام کا بازو اور دست
کے دل کی مانند تھا۔

بہق دولت پاکی عظیم خدمت کرد

عظیم باذا اجرش ز ایزد متعال

اور دولت پاکستان کے حق میں اس نے بڑی خدمت کی جس کا
خدای متعال اسے اجر عظیم عطا کرے۔

ولیک نغمہ اقبال اگر نبود، نبود

نوائ لشکر پاکی سرود استقلال

لیکن اگر اقبال کا نغمہ الرنہ ہوتا تو پاکستان کی فوجوں کا گیت
آزادی کا گیت نہ بنتا۔

سخن سرائی اقبال بذریعہ افشاند

برعم دشمن بیدین و کافر قتال

اس کے کلام نے دین کا بیج بویا ہے دین و کافر اور قتال دشمن
کے مخالف کے مابین۔

بخوان ، زبور عجم ، وز ، رموز اسرارش ،

”پیام مشرق“ ، بشنو بخوشترین اقوال

اس کی زبور عجم اور اس کی اسرار و رموز کا مطالعہ کرو اور تمام مسلمان
سے بہترین باتیں سنو۔

رسول وار بہ تبلیغ حق کتاب نوشت
 کہ قدر حق بشناسد منافق نہتال
 اقبال نے رسول کی مانند حق کی تبلیغ کے لئے کتاب لکھیں نہ حیدہ
 کرنے والے منافق حق کی قدر پہچانیں

اگر کتاب نود و اگر رسول نبود
 چہ بود غیرت ابطال و ہمت ابدال ؟
 اگر کتاب نہ ہوں اور رسول نہ ہوں تو مردان بزرگ اور ابدال کی
 ہمت اور غیرت کہاں سے آتی ؟

درود باد بر اقبال و سعی مقبولش
 کہ عزت ابدی آمدش باستقبال
 اقبال اور اس کی مقبول شدہ کوششیں بر درود عوامی عزت حود اس کے
 استقبال کو آتی ہے۔

سخن سر آمد و سرمد بجال شعر نداشت
 و گر نہ حق سخن بود و جای بسط مقال
 اب ختم ہو گئی اور سرمد کو شعر کہے کا موقع نہ ملا و گرنہ
 یہاں شعر کہنا حق تھا اور وسیع بیان کی گنجائش تھی۔

قصیدہ ایام بزرگ

ہر کس کہ بتاریخ وی اقدام بزرگ است
 در صفحہ تاریخ از او نام بزرگ است
 ہر شخص جس نے تاریخ میں کوئی بڑا کام کیا تاریخ کے صفحہ
 پر اس کا نام بڑا ہوگا۔

ارقام بزرگ است بہ تاریخ فراوان

تاریخ و لیکن نہ بہ ارقام بزرگ است

تاریخ میں بڑی تعداد میں نام ملتے جلتے نہیں سکر تاریخ ناموں کی زیادہ یا کم تعداد پر منحصر نہیں۔

تاریخ جز اقدام بزرگان چہ بود؟ هیچ

تاریخ نہ آئرا کہ نہ اقدام بزرگ است

تاریخ بزرگ لوگوں کے ناموں کے ساتھ ہے معنی ہے جس نے بڑا کام نہیں کیا اس کا تاریخ میں کوئی نام نہ ہوگا۔

تاریخ نہ از ہر چہ برد نام بود نیک

بس نام کہ اندر خور دشنام بزرگ است

”کوئی ضروری بات نہیں کہ جو نام تاریخ میں درج ہے وہ نام نیک بھی ہو۔ بس اسے نام ہیں جو دُشمنوں کے لائق ہیں۔“

بسیار کس آمد کہ زند لاف بزرگی

ہنداشت کہ اقدام بہ اقدام بزرگ است

بس سے اسے لوگ ہیں جسموں نے برا بھونے کا لاف مار اور یہی کو ایک بڑا کام تصور کر لیا

ہنداشت کہ در عالم اشباہ و نظائر

ارواح بزرگان پس اجسام بزرگ است

بعض نے یہ خیال کیا کہ عالم اشباہ اور عالم ظاہر میں بزرگوں کی روحیں جو بڑے جسم میں نہاں ہیں بڑی ہوتی ہیں۔

پنداشت کہ آثار بزرگی است بصورت
و آنرا کہ قد و قامت و اندام بزرگ است
در جس کا قد و قامت بڑا ہو وہ بڑا ہے اس نے جان لیا کہ بڑائی
صرف ظاہری شکل پر منحصر ہے ۔

پنداشت کہ عیش خوشی و مستی بزرگان
در ساغر ہر بادہ و در جام بزرگ است
اس نے جان لیا کہ آبدار تلاء کی مستی ، عیشی اور عیس مہرے
بڑے ساگر اور بڑے جام میں ہے ۔

پنداشت کہ زیر فلک بی در و پیکر
اسباب بزرگی بہ در و بام بزرگ است
اس نے خیال کیا ہے در و پیکر آسمان کے نیچے اونچے اونچے در و پیکر
بررسی کا سبب بننے میں ۔

سرمایہ بدست آورد آوخ کہ ندانست
سرمایہ او بایہ سرسام بزرگ است
سے مال و منافع حاصل کیا اسے نہ معلوم کہ نہ
مال و منافع بہت بڑا درد سر ہے ۔

کسود درخانہ و گستر سر خوان
پنداشت کہ اطعام وی اکرام بزرگ است
س نے اپنا دروازہ کھول دیا اور دستر خوان مہر دیا اور خیال کر لیا
کہ کھانا کھانا ایک بڑا کام ہے ۔

انعام صفت دل بہ نعم پست و نہ دانست
کابن آب و علف طعمہ اغنام بزرگ است

اس نے سب دل حیوانات کی طرح کھائے بسے میں لگاؤ اور نہ سمجھا
کہ وہ مائی و رگھاس ہو بڑے بڑے موشیوں کی خوراک ہے ۔

اطعام ز اوصاف بزرگیست و لیکن
لراء بزرگان نہ نامعہ بزرگ است

سب سے زیادہ بڑی کی صف ہے سب بزرگوں کی بڑی زیادہ کچھ
کھلانے سے نہیں ۔

آناست بزرگی کہ بہ کام دل نا کام
در حلقہ ناکامان ناکام بزرگ است

بزرگی اس کا حق ہے جو مادہ لوگوں کی حساب میں ورنہ بزرگوں
کے حلقہ میں سب سے بڑا ناکام ہو۔

آناست بزرگی کہ ز عالم برد آلام
شر چند ز عالم بہ وی آلام بزرگ است

بزرگی اس کا حق ہے جو دنیا میں شکستیں اٹھائے جس سے بڑی شکستیں
اٹھانے کا اتنا ہی وہ بڑا ہوگا۔

چوں صید بزرگ آمد و صناد قوی گشت
بیدا ست پس داند وی دام بزرگ است

جب ہوا سچا شکار آتا اور صائد قوی شکار کر رہا ہو
کہ دانے کے نیچے بڑا دام لگا ہوا تھا۔

ادراک حقیران نکند فہم بزرگی
 کاین مسئلہ اندر خود افہام بزرگ است
 جسمہ بزرگوں کی عقل میں بڑی باتیں نہیں آتیں یہ باتیں بڑی عقل
 والے کے لئے ہوتی ہیں۔

اقوام درگد بہ افکار بزرگان
 دین سنت دیرینہ اقوام بزرگ است
 وہ جس نے درگوں کے کار سے رانی حاصل کر لی اس میں بڑی باتوں
 کی بھی پوری سنت چلی آتی ہے۔

اسرار بزرگی است پدیدار ز پیغام
 چونانکہ نبی حامل پیغام بزرگ است
 بزرگی کا راز پیغام و رسم سے ہویدا ہوتا ہے مثال یہ ہے کہ نبی ایک
 بڑے پیغام کا حامل ہوتا ہے۔

اقبال کہ پیغمبر پیغمبر حق بود
 در حضرت حق صاحب انعام بزرگ است
 اور اقبال جو خدا کے پیغمبر کا پیغمبر ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ کے
 پاس بہت بڑا انعام ہے۔

فردون بزرگ است چو اہرام و لیکن
 اصنام بزرگ است کہ اہرام بزرگ است
 فردون اہرام مصر کی طرح زائے لیکن در حقیقت سب اہرام بزرگ
 ہیں۔

حرام چہ بندی براہرام ؟ چو اقبال
دوسوی حرم کن کہ باحرم بزرگ است

اشراد کے طرف کے لئے سے کہیں حرام رہتا ہے حال کی طرح
حرم کی طرف رخ کرو۔

اقبال بزرگ است کہ در عالم توحید
از بت شکنی دشمن اصنام بزرگ است

اہل اس لئے برا ہے کہ توحید کی دنیا میں اس نے بت توڑے اور
بڑے بڑے بتوں کا دشمن ہے۔

اقبال بزرگ است کہ بر گردن اسلام
از خدمت بی منت وی وام بزرگ است

اس بزرگ ہے کہ نہ کہ اسلام کی گردن پر اس کے لئے لہو خدمت
کی دین ہے۔

ہر چند بزرگی است پدیدار ز آغاز
آغاز بزرگی بہ سر انجام بزرگ است

ہر چند بزرگی اور عظیم الشان ہی سے ظاہر ہوتا ہے عظیم الشان
وہی ہے جس کا انجام اور نتیجہ بڑا ہو۔

اقبال بہ پاکستان بخشید سر انجام

بخشید بر او حق کہ بہ فرجام بزرگ است

اقبال نے پاکستان کو نتیجہ تک پہنچا دیا اور حق نے اس کو
اس کا عظیم الشان بدلہ دیا۔

امروز بہ پاکستان ز اقبال بلند شو
 شگامہ شادی است کہ ہنگام بزرگ است
 ج ، استن میں اس کے سر سال ۵ جشن مادی ہے ور یہ اک
 پر منع ہے ۔

اقبال بزرگ است و لیکن نہ یک روز
 کایام ہر رگن شہ ایام بزرگ است
 میں بزرگ ہے کہ بزرگ ہے کہ بزرگ ہے کہ بزرگ ہے کہ
 دن پر عظمت ہوتے ہیں ۔

قصیدہ دانای راز

خدای عالمیان چون بنای خلقت کرد
 نظام عالم خلقت بحکم فطرت کرد
 جب خدائے کائنات نے دنیا کو پیدا کیا تو اس نے دنیا کا نظام
 قانون فطرت پر قائم کیا ۔
 من این حقیقت فطری بطبع دانستم
 کہ ہر چہ کرد خدا در حور طبیعت کرد
 میں نے اپنی فطری فراست سے اس حقیقت کو پہچانا کہ جو کچھ
 خدا نے کیا فطرت کے مطابق کیا ۔

چو در سرشت بشر خوی اجتماعی دیدہ
 طبیعت بشری تابع جماعت کرد
 جب میں نے انسان کی فطرت میں حل اور رہنے کی بات دیکھی
 تو فطرت انسان کو میں نے جماعت کے تابع دیکھا ۔

طبائع آدمیان چون باختلاف اقتاد

ہر آدمی بطریق بخلق خدمت کرد

حب انسانوں کی طبعیتوں میں اختلاف پیدا ہو گیا ہو ہر شخص سے
مختلف طریقوں سے خلق کی خدمت کی۔

نکی طریق تجارت سپرد و مال اندوخت

کہ بدل مال تو ان کرد و کسب شہرت کرد

کسی سے تجارت کا واسطہ ایجاد ہوا اور دولت جمع کرنے سے
مال و دولت کے بدلے شہرت حاصل کی جاسکتی ہے۔

نکی طریق زراعت سپرد و بذر افشاند

کہ میتوان بزراعت وفور نعمت کرد

کسی سے زراعت شروع کی اور پھل پھولنے لگو کہ رزق کے سبب سے
نعمت میں اضافہ کیا جاسکتا ہے۔

نکی بعلم گرائید و بر ہنر افزود

و زین طریق ہنر شا بعلم و خدمت کرد

کسی سے علم حاصل کیا اور ہنر سیکھا اور اس طرح سے علم و
صنعت میں ہنر کا اضافہ کیا۔

ولیک زین ہمہ یکن ہمرد حق نرسید

کہ از گروہ پراگندہ جمع است سر

نکی میں سے جو میں سے ہیں ان کے پاس ہر شے
نے پراگندہ لوگوں کو اکٹھا کرنے میں پیدا کی۔

ہزار ہنعم مفلح قداے یکتا باد
 کہ ہمت ملت و دولت ہمیں ہمت کرد
 ہزاروں ثروں سے اور مفلح اس ایک شخص کے قربان ہوں جس نے
 اپنی ہمت سے ملت اور حکومت پیدا کی۔

من این فضیلت در شان اثیا دیدم
 کہ جز نبی نہ کسی درک این فضیلت کرد
 میں نے نہ فضیلت بیوں کی سال میں دیکھی ہے معر نی کے کوئی
 اور اس بزرگی کو نہیں پہنچ سکتا۔

فضیلت نبوی در نیافت کس الا
 کہ کسب معرفت از مکتب نبوت کرد
 نبیوں جیسی فضیلت کسی نے حاصل نہیں کی۔ والے اس کے جس
 نے اس عرفان نبوت کے مکتب سے حاصل کیا۔

گر صمد ساریخ ہنگری بی
 کہ کیا کہ بصورت بنای دوس کرد
 اگر تو ساریخ کا مطالعہ کرے تو دیکھے گا کئی اسخاص نے ظاہر
 طور پر حکومت کی بنیاد رکھی ہے۔

ہزار صاحب ثروت بقدرت زر و زور
 بساط عیش فگند و بنای شہرت کرد
 ہزار ثروت۔ اسخاص نے زر و زور کے ذریعے عیش و سیر کی
 بساط ڈالی۔

ہزار طالب شہرت بفکر شیطانی

فروخت جامعد و فتنہ در سیاست کرد

شہر رون سالہاں شہرت نے شخص کر کے ڈالے تھے لوگوں نے دیکھ کر
دیا اور سیاست میں فتنہ برپا کیا۔

ہزار حاکم منطی بدین گمان کہ توان

بخلق روی زمین تا ابد حکومت کرد

ہزاروں حاکم منطی گمان کرتے تھے کہ وہ زمین کے لوگوں پر
ہمیشہ کے لئے حکومت کر سکتے ہیں۔

نشست در پس دیوار آہنیں بنوور

بدین گمان کہ مسخر جہان ز قدرت کرد

ہزاروں آدمی دیوار کے پیچھے بیٹھے تھے کہ وہ جہان کو مسخر کر سکتے ہیں۔
لیکن جہان کو مسخر کر سکتے ہیں۔

عجب کہ چون پسر آمد حیات حور نشان

کسی نبود نوگوئی کہ با تو صحبت کرد

لیکن عجب بات یہ ہے کہ جب ان کی ظاہری زندگی ختم ہوئی تو
ایسا معلوم ہوا ان کا سرے سے وجود ہی نہیں تھا جس سے
مصاحبت کی ضرورت نہ تھی۔

میں نے یہ سنا ہے کہ اب یہ حور حیات

کہ چون حیات شکست آنکہ نقیبی نہ رہے

ان کی حوریت اب بھی ہے لیکن اب ان کی حوریت اب بھی ہے
شہرت اب بھی ہے لیکن اب ان کی حوریت اب بھی ہے

ولیک مرد خدا را خدای مرگ نداد
 مگر کہ قالب صورت بدل بسپرت کرد
 جسک مرد خدا تو خدا موع نہیں دے سگر سے دن دہری قالب بدل
 میں تبدیل کردیتا ہے ۔

حیات مرد خدا در حیات ملتہا ست
 کہ مرد حق سر و جان در حیات ملت کرد
 مرد خدا کی زندگی ملت کی رہا ہے نہ تو یہ حق نے کر کے
 مرد حق اپنی حال و سر تو ملت کی رہا کی ہے نہ کر کے ۔

اگر شنیدہ ای این داستان کہ در تاریخ
 کسی تواند یا دولی کہ رجعت کرد
 یہ نوئے تاریخ میں نہ مل سکی ہے نہ میں کسی حق حکم
 کو واپس لے آئے ؟

و گر مگویشی تو خواندند انبیا و رسل
 کہ حق بخلق خدا وعده نیامت کرد
 بہت دن میں رسول اور پیغمبروں نے فرما دیا ہے کہ ہر گز
 یہ نیامت (رستخیز) کا وعدہ کیا ہے ۔

ہمد ز رجعت حق وز نیامت ملی
 حقیقتی است کہ ہر کس از آن روایت کرد
 حق کی رجعت اور ملت کی رستخیز ایسی حقیقت ہے جس کا ہر ایک
 سے نہ لیا ہے ۔

نشان رجعت حق بین بخاک پاکستان
کہ حق بدولت خود بازگشت و عودت کرد

خدا کی رجعت کی نشانی ملک پاکستان میں دیکھو کہ کس طرح
حق ان کی حکومت کو دوبارہ ملا اور اس کے پاس لوٹ آیا۔

لہوای دعوت اسلام بر سر پاکن
مراشت رایت اقبال و بعث دولت کرد

پاکستان کے لوگوں کے سر پر اسلام کی دعوت کے پرچم نے اقبال
کا پرچم بلند کیا اور نئی حکومت کی بنیاد ڈالی۔

درود باد بر اقبال و معجز سخنش
کہ معجز سخنش عالمی بحیرت کرد

اقبال اور اس کے اعجاز سخن پر درود ہو اس کے اعجاز کلام نے دنیا
کو حیرت میں ڈال دیا۔

زخاک مردہ بر آورد چشمہ سار حیات
وزان حیات ابد جست و خرق عادت کرد

اس نے مردہ خاک سے زندگی کا چشمہ پیدا کیا اور اس سے حیات
ابدی حاصل کی اور غیر معمولی کام انجام دیا

دم از خودی زد و بیگانہ راند از سرخویش

بلی بخود رسد آنکو ز حق اطاعت کرد

اس نے خودی کا بیان کیا اور خارجی کو اپنے ہاں سے نکال دیا
سیچ ہے جو حق کی اطاعت کرے وہ اپنے آپ کو پالیت ہے۔

نبود شاعر بل، موجد حکومت بود
سرود شعر ولی شاعری وسیت کرد

وہ محض شاعر ہی نہ تھا بلکہ ایک حکومت کا موجد تھا اس نے شعر
نہی مگر شاعری فقط ایک ذریعہ تھا۔

مشیت ازلی بر مراد ملتہا ست
کہ در ارادہ ملت حق ایڑ مشیت کرد

ازلی مشیت ہمیشہ قوموں کی مراد کے مطابق ہوتی ہے نیزکہ خدا
نے مشیت ایزدی ملتوں کے ارادوں میں رکھی ہے۔

درود باد بدانای راز پاکستان
کہ خلی را ز خود آگہ بسر وحدت کرد

ما لسان کے دہائی راز پر درود ہو کہ اس نے لوگوں کو اسے اب
سے وحدانیت کی بدولت آگاہ کیا۔

درود باد بامروز و صاحب امروز
کہ روزگار بنامش صغیفہ زینت کرد

امروز و صاحب امروز پر درود بھیجئے۔ روزگار نے اس کے نام سے
اسے بھیجئے کو زینت دی ہے۔

درود باد بر اقبال و جان حق طلبش

کہ ہرچہ کرد بحق کرد و با حقیقت کرد

ایسا ہے اس کی حق طلب روح پر درود ہو جو کچھ اس نے کیا حق
اور حقیقت کی نظر سے آتا ہے۔

قصیدہ ذیل سرمد نے ۱۹۵۵ء میں اقبال کے سرار پر پڑھا

سکھ اقبال

ایکہ مردی وسخن شد زندہ از اہول تو

شد پاگان شد رواج از سکھ اقبال تو

ہوئے وفات ہائی لیکن شاعری تیرے کلام سے زندہ ہو گئی۔
سکھ کی بدولت پاکستان کی دولت نے رواج پایا۔

تو اگر مردی بصورت خود بسیرت زندہ ای

کز فنا ایمن بود جان تو و امثال تو

تیری موت صرف ظاہر کی موت ہے کیونکہ تیری سیرت زندہ ہے
تیری اور ہم جسے ڈرلوں کی جا ہے سے ستموں سے ہے۔

تو بسیرت زندہ ای کاندہ حیات اجتماع

ملتی را زندہ کرد اندیشہ و آمال تو

تیری سیرت زندہ ہے کیونکہ اجتماعی زندگی میں تیرے سکھ اور
تیری آرزو نے ایک ملت کو زندہ کر دیا۔

گر نمائی تا بہ بینی کاروان در منزل است

سد درای کاروان آوای سوز و حال تو

اگرچہ تو اس وقت تک زندہ نہ رہا کہ کاروان کو منزل سے لے کر
سکھ لیکن تیرے سوز اور حال کی آواز ہی درائے کاروان ہے۔

گر نماندی تا نصیب از کشتہ خود پدروی

شد نصیب ملت تو حاصل اعمال تو

اگر چہ تو زندہ نہیں کہ اپنے بوئے ہوئے کو کاٹ سکے
لیکن تیرے اعمال کا حاصل تیری ملت کو نصیب ہوا۔

گرچہ ذوق نغمہ کم دیدی نوا شیرین زدی

لا جرم شیرین نوا شد نغمہ قوال تو

گرچہ ذوق نغمہ کم دیدی نوا شیرین زدی

نوا شیرین بھی ملا سک مرے قوال ہ نغمہ ایک شیرین ہو گا۔

نقشِ فطرت خواند فکرت از ضمیر کائنات

مرحبا پر فطرت و پر فکرت جوال تو

مرے فکر نے ضمیر کائنات سے فکرت کی سی طرح دیکھی ہے۔

فطرت اور فکر جوال پر آفرین ہو۔

شاعران را گہ ساحر خواندہ اند و گہ نبی

تو ہمینی و ہمئی حیست ہیں و قال تو؟

شاعروں کو کبھی ساحر اور کبھی نبی کہا گیا ہے تو وہ بھی ہے

اور وہ بھی ہے۔ یہ تیرا کلام کیا ہے!

۔۔۔ ہے عرفی کے شعر کی طرف کہ :-

نوا را سخ تر میزن چو ذوق نغمہ کمیابی

حدی را نیز بر میخوان چو محفل را گران بینی

شاعران را گہ مٹکر گاہ ملہم خواندہ اند

تو چینی و چٹائی ایخوشا پر حال تو

ساعروں کو کبھی مٹکر اور کبھی ملہم کہا کہ ہے یہ وہ بھی
ہے اور وہ بھی ہے تو کتنا خوش قسمت ہے ۔

شاعر است آنکس کہ امیالشن پر آید از سخن

تو شہانی کز سخن پیدا بود امیال تو

شاعر وہ ہے جس کی آرزو اس کے شعر سے پیدا ہو ۔ تو وہی ہے جس
کے شعر سے آرزو ظاہر ہوتی ہے ۔

خاک پاکستان بشعوت پاک شد از لوت ترک

آفرین بر شعر نفز و معجز اقوال تو

میرے شعر سے پاکستان کی خاک سرے کی کدگی سے پاک
ہوئی بہرے عالی شعر اور میرے کلام کے معجزہ بر آفرین ۔

تو سخن را تازہ کردی بر مذاق روزگار

تا نگردد حید ماضی حال و استقبال تو

یہ زمانے کے ہیں کے لئے شعر کو نازی محسوس ناکہ تیرا
حال اور استقبال زمانہ ماضی میں گرفتار نہ رہے ۔

چون بہ تبلیغ حقائق رہبر است شدی

تو یہ پیش امت و است شد از دنیاں تو

حقائق کی تبلیغ کے لئے تو ملت کا رہبر بن گیا ، تو اس کا بشوا ہے
اور ملت تیرے پیچھے ہے ۔

تو میزانِ حقیقت، شعرِ خود سنجیدہ ای
 حقِ توان سنجیدہ پر میزان و پر مکیال تو
 ہے۔ حقیقت کی میزان پر اپنے شعر کو جانچا ہے شاں اہری
 میزان اور پیمانہ پر حق کو جانچا جاسکتا ہے۔

شاعرانِ خاکِ پاکن را سزد درکار شعر
 شاعری ورزند پر معیار و پر منوال تو
 ۔ نساں کے نساہوں کو دھستے نہ شعر گوئی میں۔ برے معیار
 اور طریقے کو اختیار کریں۔

مرغِ فکرت چون عقاب تیز پر بالِ گرفت
 آفرین پر اوجِ فکر و موج پر و بال تو
 عذاب۔ زہر کی طرح پیرِ تخیل کا۔ ہر۔ ہر بند خواہری۔ مہر۔ خیل
 اور پر و بال پر آفریں ہو۔

دولتِ اسلامیان را باز آوردی بہند
 رجعتِ نازم کہ ملی شد بازی دجال تو
 ۔ اسلامی حکومت کو دوبارہ ہند میں واپس لے آنا مجھے بہری
 میں واپسی پر فخر ہے تجھے فربہ دہشے والوں کی سررب ختم ہو گئی۔

زندگی پیشوایانِ زندگی است است
 آفرینا پر تو و پر است فعال تو
 ۔ پیشواؤں کی زندگی ملک کی زندگی میں مدغم ہوتی ہے۔ مشغول
 اور تیری فعال ملت پر آفریں ہو۔

عمر اپنا' بشر در سال و ماہ آید ولیک
 سال و ماہ دیگران نبود چو ماہ و سال تو
 اگر حہ انسان کی سرمد اور سال میں حساب کی جاتی ہے دوسروں
 کے ماہ اور سال تیرے ماہ اور سال سے مختلف ہیں ۔

گر حمد عمر تو از این سال و مد یک روز بود
 خرد ہمیں بس بود ب کیفیت احوال ' تو
 ان سالوں اور مہینوں سے اگر تیری عمر فقط ایک دن ہی شوق
 تو تمہاری دنیاات حال کے پیش نظر وہ بچی کافی تھی ۔

ای خجستہ خاک پاکستان درود از خاک سند
 تا بہ پشاور و بر پنجاب و بر بنگال تو
 پاکستان کی مبارک خاک پر ۔ سند سے پشاور تک اور پنجاب و
 بنگال پر درود پہنچے ۔

نام تو اقبال شد زان بخت و اقبال بلند
 شد نصیب کشورت از نام فرخ قال تو
 تیرا نام اقبال ہے اس لئے بخت اور بلندی اقبال تیرے مبارک
 نام سے تیرے ملک کو نصیب ہوئی ۔

این بود چارم قصیدہ گر بہت سرمد سرود
 همچنان نانی است نصیب تو و اجدال ۔
 یہ چوتھا قصیدہ ہے جو میرے لئے سرود ۔ یہ ہے کہ
 تیرے مدح میں مضمیل و مختصر کئی باتیں ابھی باقی ہیں ۔

اقبال از تقریظ منظوم بر دروسی عصر

روسی عصر کیست؟ اقبال است
 کہ جو روسی گزیدہ اقوال است
 روسی عصر نکلے، روسی عصر افلاک سے اُنکے اعلیٰ کلام روسی کی
 رائے سیخنان گزیدہ پر مشتمل ہے۔

گر چہ ملا روم بکتا بود
 نک تہ صد عزار ملا بود
 اگر ملا روم نہ تھا اور ک وعدہ جس نے ہوئے نہ پھریں
 علماء دین کے برابر تھا۔

لیکن اقبال شد ز پیرویش
 یکی از پیروان معنوش
 اقبال نے اسکی پیروی کی اور روسی کے روحانی سربراہوں میں
 شامل ہو گیا۔

رفت دنبال پیرو ملا شد
 آگہ از راز پیرو و برنسا شد
 اقبال نے مرشد کی پیروی کی اور مرشد کے مقام پر پہنچ گیا اور
 پیرو برنسا کے راز سے آشنا ہو گیا۔

تا بداند بشر چہ باید کرد
 سخن نغز جاسودان آورد
 یہ نہتے کے لئے کہ بشر کو کیا کرنا چاہئے اسنے عالی اور
 دریاں اسرار کہے۔

زاد ہندی ولی ز شور عجم
سخن آموخت از زبور عجم

اگرچہ وہ ہند میں بسا ہوا لیکن اس میں عجم کا جونس تھا اور
اس نے دوزبور عجم، کو تلقین کا ذریعہ بنایا

در سخن سکھ ہدایت زد
شر تیان را صلاۃ دعوت زد

سحر کے نعرے اس نے راجہائی کا کام کیے اور مسروں کے لوگوں
کو دعوت مطاعہ دی۔

تافت چون شمس سہر افکارش

شد ہویدا رموز و اسرارش

اسکے دماغ کی طرح آفتاب کی طرح حمد و اسرار،
ظاہر ہو گئے۔

آنچه اندر پیام مشرق خواست

کار عالم بکار مشرق خواست

اوپر مسروں میں اسکی یہ آرزو تھی کہ دنیا مسروں کی آرزوئیں
مجموعہ دے۔

دود شریعہ را رسم ترب

میدرب از دویب کلام ترب

اس نے شریعت کی ناقہ کی زمام ہاتھ میں لی۔ اور اس نے ملام کی
دولت سے قوت حاصل کی۔

راہ در مکتب نبوت یافت
 دولت از بعث ملک و ملت یافت
 میں نے نبی اکرم کا راستہ اختیار کیا اور اسکو حکومت اور ملک
 کی بیداری نصیب ہوئی۔

محرم اندر حریم یزدان شد
 راست خواہی گزیدہ انسان شد
 وہ خدا کے حریم کا بحر ہو گیا اور سچ ہو رہے کہ ابک ہر گزیدہ
 انسان کے مقام پر پہنچ گیا۔

* * *

* *

*

اثر طبع آقاسی کاظم رجوی

کلمہ رجوی ذرا بے معنیہ ابراہان کے اعلیٰ افسروں میں سے ہے جس
بجانب شاعر اور مہتمم ہیں۔ اس میں سرور و جلال
شعری کے علاوہ انکو جیسے اور رفاہیات میں پس سحر حاصل ہے۔

آفرین پر ملک پاکستان و ہر (اقبال) او

اھنیں بنیان گزار کاخ استقلال او

۱۔ اور اس کے اقبال پر ہر حال میں ہے ۔ کہیں
نے ۔ ۔ ۔ کی مشیوٹ بنیاد رکھنی۔

ساعری کز کشتہ اش ہر ملت خود جان د سید

برد ہر اوج ٹوپا پایہ اقبال او

۲۔ شاعر سے جس کے نلام ہے اس کی قوم میں ہے ۔ کہیں
اس کے اقبال کو ٹوپا کی بلندی تک لے گیا۔

حال مہین را چو دہد از گردش گردون ٹرند

درتب و تاب او قند از سختی احوال او

جب اس نے گردش فلک کے ہانپوں وطن کی بری حالت دیکھی
س کی بری حالت کو دیکھکر اس کا دل جلنے لگا۔

غوطہ در شد در دل درہای ماضی سالہا

تا ز طوفان برد بیرون رخت استقلال او

کئی سال وہ ماضی کے سمندر میں غوطہ زن رہا اور آخر کار
کے مستقبل کو طوفان سے بچالیا۔

جان پاکن را ز دام جور ناکاپان رشاند
 جامہ ہستی بیوشانید بر آمال او
 و ... نون نون نون نون نون کے ... سے حب دلی
 پر اپنی قوم کی آرزوں کو ہستی کا جامہ پہنایا۔

از گروہی نتوان قومی توانا آفرید
 چون بچولان اونداد افسشہ احوال او
 ... جس قوم میں اسے کمال لڑوے تھے
 ایک نون قوم پیدا کی۔

آہوی در پنجدہ شر نری سیداد جان
 نیروی اقبال کرد آزادش از چنگال او
 ایک نر شیر کے پیچھے میں آہو جان دے رہا تھا اقبال کی قوت نے
 اس کو شیر کے پیچھے سے آزاد کرایا۔

کاروانی راہ استیصال می پیمود و وی
 بہت با ہانک درایش راہ استیصال او
 ک ... تباہی کے راستے پر جا رہا تھا اس نے اپنی دو ہانگ دوا،
 اس کی مٹی کا راستہ روک دیا۔

بر گروہ خود شناسانید ز اسرار خودی
 آنچہ پندہان است ندر جودر فعال او
 اس نے ... اسرار خودی، سے واقف کیا اور بتایا کہ خودی
 کے عمل سے ... کیا کرنا ہے۔

تا نپندارد کہ جام جم بدست دیگری است

بادہ' نابی است ہم در جام مالا مال او

یہ خیال نہ کریں کہ جام جم کسی اور کے ہاتھ میں ہے ۔
اس کے بھرے ہوئے جام میں صاف شراب موجود ہے ۔

وز (رموز بیخودی) آموخت بر بیگانگان

راہ و رسم آشنائی با زبان حال او

”رموز بیخودی“ کے درجے اس نے ناآشناؤں کو زبان حال سے
راہ و رسم آشنائی سکھائی ۔

اری اسرار خودی خود راہنمای بیخودی است

ما ترا درہاند از خود خواہی و جنجال او

سچ ہے اسرار خودی بیخودی کی طرف راہنمائی کرنے میں تاکہ
نبھکڑ خود غرضی اور اس کی سچیہ گیوں سے بچائیں ۔

بیخودی یعنی ، رہائی از خود و خود کامی

محو گشتن در خدا و ذات ہی تمثال او

بیخودی خودی اور خود غرضی سے رہائی ہے یہ خود اور اس کی برے من
دات میں محو ہونا ہے ۔

دیو خود خواہی است مایہ' ٹیرہ بختیہای ما

آدمی بدبخت شد زین غول و قیل و قال او

خود غرضی کا دیو ہماری بد بختیوں کا سبب ہے انسان اس کی
کی باتوں سے بدبخت ہوا ۔

قاتل ہر اتفاق و اتحاد مردم است
 ہمار خود کامی و زہر مہلک و قتال او
 مرد سرشی و سائب و اس ڈ مہلک زہر ہر سہر ... اقبال ۵
 ۔ ث ۔

گفت اقبال آئندہ مہیاست با اقوام شرق
 از خرابیہای شرق و علت اشغال او
 اقبال نے جو کچھ ضروری تھا مشرق۔ اور اس کے بحال گیر
 ہونے کے متعلق مشرق کی قوموں کو بتایا ۔

کرد روشن با بیان روشن و گیرای خویش
 راز این بیچارگی شرق و اضحلال او
 اقبال نے اپنے واضح اور دلچسپ بیان سے واضح کر دیا کہ مشرق کی
 بے چارگی اور اس کے مضمحل ہونیکا راز کیا ہے ۔

از پیاد شرق او دنیای مشرق جا گرفت
 ثابت خورشید رشاد از مشرق احوال او
 اس کے ... مشرق سے دنی کی مشرق میں جا ... اس کے کلام
 کے مشرق سے ہدایت کا خورشید طلوع ہوا ۔

وزندای پس چہ باید کرد ای اقوام شرق ،
 شرق را بنمود راہ عزت و اجلال او
 اور ... پس چہ باید کرد ای اقوام شرق ... اقبال نے اس سے
 مشرق کی عزت اور حاکم کی عزت راہ عزت و اجلال ۔

خواند مشرق را بسوی دانش و کوشش ، چو دید

خواری مشرق زمین از جہل و از اہمال او

اس نے مشرق کو علم اور کوشش کی طرف بلا با جب اس نے
دیکھے کہ مشرق کی خواری اس کی جہل و اہمال اور بے پروئی کا نتیجہ ہے ۔

ستد دلیل راہ شرقی گفتہ شای نعر او

حجت آزادی شرقی آمد استدلال او

اس کی اچھی ۔ پس سرموں کے لئے راہوں کی گئیں اس کے لئے
مشرق کی آزادی کے لئے حجت تھے ۔

آفتاب شرقی را چون دید در گودال غرب

سیر شد از غرب و از دریای ہر گودال او

جب اس نے آفتاب شرق کو مغرب کے گڑھے میں گم دیکھا اس
کا دل مغرب اور اس کے تاریک سمندر سے سیر ہو گیا ۔

ز آنہمہ گندم نمائی جو فروشی دید و پس

چون جوال غریبان بگذشت از غربال او

اس نے ان کے ہاں فقط گندم نمائی جو فروشی دیکھی جب
اس نے مغرب کے لوگوں کی درس چوان بین کی ۔

عاشق شرقی و شوای گرم سودا خیز اوست

دشمن غرب و قضای سرد چون بخچال او

وہ مشرق اور اس کی جون خیز گرم ہوا کا عاشق ہے ، وہ
اور اس کی دشمنی سرد و بے رحمی کے لئے ۔

خون (مسافر) سیر در آفاق و انفس میکند

(بال جبریل) است گوئی فکر زوئی بال او

اقبال دوسامر، کی طرح کائنات میں سفر کرتا ہے اور دوپال
جبریل، اس کے سفری پروں کی بجائے ہے۔

گاہ از (نجد و حجاز) آرد برایت (رمغان)

گاہ یا (ضرب کاجم) از مصر و از ایتالیا او

کبھی وہ نجد اور حجاز سے گھارتے لئے ارغوان لانا ہے اور
مصر اور وِشاک کے بزرگوں سے دوحرب کاجم،، بھی۔

گاہ یا (تجدید افکار مسلمان) کسب

گاہ یا (تجدید اسلام و از اعمال او

کبھی تجدید افکار مسلمان کر کے دنیا کی آنکھ اسلام اور اس کی
عمل دکھا کر خیرہ کر دیتا ہے۔ (اقبال کی کتاب تجدید فلسفہ ازل
کی طرف اشارہ ہے)

بستاید از دل و جان دین حق و حقیقت

بیسار د راہ نیک مرتضی و آل

وہ دل و جان سے دینِ مرتضیٰ کی تعریف کرتا ہے اور مرتضیٰ
اسکی ولاد کے راستے پر کام زن ہے

روح او ایرانی است و گفہ خائش پارسی

فیقہہا در یافتہ از چشمہ خیال از

اسکی روح ایرانی ہے اور اسکا کلام فارسی ہے

اس نے ایران کے جاری چشموں سے

والہ و شیدائی حسن زبان پارسی است
 فتنہ این شاهد شعر است و خط و خال او
 وہ فارسی زبان کی رہائی کا عین ہے اس کے ساتھ ساتھ اس کے لئے اس کے
 خط و خال فتنہ ہیں

مولوی و سعدی و حافظ تجلی کردہ اند
 در حمد افکار و در آمل و در اقبال او
 مولوی (روسی) سعدی اور حافظ آشکار ہوئے ہیں
 اس کے افکار و آرزو میں اور مقاصد میں

حکمت یزدانی ایرانی زمین چوں مطلعی است
 کز ہمانجا شد فروزاں اختر اقبال او
 ایران کا الہامی فلسفہ ایک مطلع کی طرح ہے
 جہاں سے اس کے اقبال کا ستارہ طلوع ہوا

رنج ہا برد این سخنگوئی ہرور سالہا
 ہم دو تاشد پشت او وہم تبتہ شد حال او
 اس ہنر مند شاعر نے کئی سالہا محنت کی
 اسکی کمر دوہری ہو گئی اور اسکا حال افسردہ ہو گیا

لیک با این رنجہا و درد ہا یکدم نشد
 نازغ از اندیشہ احیا کشور بال او

لیکن ان تمام رنج و درد کے باوجود ایک دم کے لئے بھی
 وہ اپنے ملک کے احیا کے فکر سے نازغ نہیں تھا

تا پاکستان شناسانید حق خوشتن
 سہر خاموشی برافگند از زبان لال او
 اس نے پاکستان کو اسکے حق سے آگاہ کیا
 اور اسکی خاموش زبان سے سہر خاموشی توڑ دی

میں برون کرد از زمیں باغ پاکستان عدو
 کرد ثابت کاین دیار پاک نبود مال او
 اس نے پاکستان کی زمین سے دشمن کو نکال کر ٹھیک کر دیا
 پاکستان اسکی ملکیت نہیں تھا

شاعران را باید از اندیشہ او پیروی
 تا بیار آید ز اقوالش ہمہ افعال او
 شاعروں کو چاہئے کہ اقبال کے خیالات کی پیروی کریں
 تاکہ انکی باتوں سے انکے اعمال ظاہر ہوں

شرقیان را باید از شاعر چو پاکستان سپاس
 تا ہمہ راہی بہ پیما یند بر متوال او
 مشرقی اور لوگ اس شاعر کے پیچھے چلنے کا سکرہ ادا کریں
 اور سب کی راہیں انکے پیچھے کے مسدود راستے پر چس

ملک پاکستان ہمہ چیز خود (اقبال) یافت
 چون سرود او شنید و رفت از دنیال او
 پاکستان نے اپنی ہر چیز اقبال سے حاصل کی -

جس نے اسکا نغمہ سنا اور اسکے پیچھے رواں دواں رہا

بر بیان نغزو فکر بکر اقبال است و بس
کاغذ استقلال پاکستان و استکمال او

پاکستان کی آزادی اور ترقی کی بنیاد
اقبال کے اچھے اور نئے نئے افکار پر ہے

نام پاکستان ازین فرزند رادش زندہ شد
زندہ بیدارند آری سام راء اطفال او
پاکستان کا نام اس عالی سربس فرزند کے ذریعہ زندہ ہو گیا
وہ سچ ہے کہ بچے اپنی ماں کا نام زندہ رکھتے ہیں

بس درود از من بر این اقبال پاکستان کہ شد
نام پاکان زندہ از آلام و از آمال او

میری طرف سے اقبال پر درود پہنچے کیونکہ
اسکے ہمامد اور اسکی محبت سے پاک لوگوں کا نام زندہ ہوا

روز اقبال است روز اول اردیہشت
وہ چہ روز خرم و خوبی است روز سال او
وہ یوم وصال و اردیہشت کی سہمی تاریخ کو ہوا ہے
وہ واد اسکی برسی کا دن کتنا خرم و اچھا ہے

وین چکامد در چنین روزی بیادوی بود
اربعان من پاکستان و ہر اقبال او
اس دن کی بہت سے بہت نصیب میری صرف سے پاکستان اور اسکے
اقبال کی خدمت میں اربعان ہے

جب جمال از جہ بس ساسہٴ نفصیل ہوا
ایک من پس کردم از آن برہمین اجمال او
اگرچہ اقبال کے متعلق بحث زیادہ مفصل ہوئی چاہئے
میں اس مختصر پر ختم کرتا ہوں

* * *

*

*

قصیدہ آقای ادیب برومند شاعر ملی ایران

آقای ادیب برومند ایران معاصر کے مشہور شعرا میں سے ہیں اور قصیدہ سرائی میں انکا مرتبہ بہت بلند ہے۔

اقبال

امروز باقبال تو ای بار فسونگار
اقبال بھی بایدم و زمزمہ تار
میرے امونگار محبوب میرے افسانے کے زمزمہ سے مجھے - ار کے
زمزمہ کے ساتھ می میسر ہوئی چاہئے

امروز باقبال تو خوش بادہ خرم تلخ
ای دلبر شہرین سخن نادرہ گفتار
اح میں میرے افسانے کی بدولت باغ سرب کو خروسی سے عری کدروں
اے میرے شہرین سخن اور نادر باتیں کہنے والے محبوب!

می نوشم و بر زیر و ہم تار کشم گوش
بایار کہ بردل زندم چنگ و بار تار
میں شراب پیوں اور ستار کے زیر و ہم (نغمہ) کو سنوں
محبوب کے ہمراہ جو میرے دل کے ساز پر ہاتھ پیرتا ہے

ای ساقی گل چہرہ بریز آں می گل رنگ
تا گوندہ چو آتش کنم و چہرہ چو گل نار
اے ساقی گل چہرہ وہ گل رنگ (سرخ) شراب ڈال دے
تو ہے بخسارے آگ کی طرح اور چہرہ گلنا کی طرح کر لوں

بنشین و بر افروز رخ ای لعبت شیرین

بر خیز و بر افراز قد ای شاہد عیار

اے محبوب سرسبز بیٹھ جا اور اپنے چہرے کو روشن کر دے
اے میرے عیار معشوق اٹھ کر کھڑا ہو جا اور اپنے بلند ہونے کی نمائش کر

ز آن یک میر آب از رخ سرین و شقائق

زین یک بزن آتش بدل سرو و سیدار

پہلی حرکت سے سرین گل لالہ کو ماند کر دے

دو۔ ریشہ سرو سے سرو اور سفیدے کے درخت کو (آتشِ حیدر سے)

جلا دے

در دو سہ جامی کہ بنوشہ من و زانیس

یک لحظہ ز پنجاب سرایم سخن اے یار

دو سے جامِ معنی دے تا کہ بنے کے بعد تھوڑی دیر کے لئے

پنجاب کے متعلق شعر پڑھوں

آنجا کہ بفرہنگ و کمال است مزین

آنجا کہ بتعلیم و درود است سزاوار

وہ جگہ جو تمدن اور کمالات کے زبور سے آراستہ ہے

وہ جگہ جو درود اور تعلیم کے لائق ہے

انخطہ کرو مہر و وفا خیزد و رادی

آنخطہ کزو جاہ و ظفر زائد و مقدار

وہ خطہ جہاں سے مہر و وفا اور بلند ہمتی پیدا ہوتی ہے

وہ خطہ جہاں سے جاہ اور ظفر و قابلیت پیدا ہوتی ہے

آنجا کہ درو نیز اقبال قروزان
 آنجا کہ درو ڀرتو اسلام ٻدیدار

وہ جگہ جہاں اقبال کا ستار روشن ہوا
 وہ جگہ جہاں اسلام کی روشنی کا عکس نمودار ہوا

•
 آنجا کہ از و خاست یکی مرد گرانسنگ
 آنجا کہ درو رست یکی نخل گرانبار
 وہ جگہ جہاں سے ایک بڑی قابلیت کا شخص پیدا ہوا
 وہ جگہ جہاں سے ایک بہت زیادہ پھل والا درخت پیدا ہوا

زان مرد نکو نام ، زمانراست ہمی فخر
 زان نخل برومند ، زمیں راست ہمیں دار

اس نیک نام مرد سے زمانے کو فخر حاصل ہے
 اس پھل دار درخت سے زمین کو پھل نصیب ہوا

آں عالم یکتا بوطن منشأ تعلیم
 آں مشعل تہان بجهان مطلع انوار

وہ یکتا عالم وطن کے لئے تعلیم کا منبع تھا
 وہ روشن مشعل جہاں کے لئے روشنی کا منبع تھا

ہمام در محمد ، ہنر اموز حکیمی
 دلدادہ سرخیل رسل احمد مختار

وہ ہنر سکھانے والا فلسفی در محمد ، کا ہمنام ہے
 وہ احمد مختار کا جو نبیوں کے سردار ہیں عاشق ہے

فرزائے و دانشور و نام آور و محبوب
آزادہ و بینا دل و نیک اختر و ہشیار

وہ دانا، عقلمند ، مشہور و محبوب ہے
وہ آزاد ہے اسکا دل بصیر ہے وہ نیک اختر اور ہوشیار ہے

مندیوخت بسی علم و سخندانی و حکمت
آمدوخت بسی فضل و ہنرمندی و رفتار

یہ سب سچے و سچے اور حکمت کو بہت جمع کیا
اس نے سب کچھ ایک شعر، اخلاقی اور علمی سکھایا

آمدوخت (لاہور) بسی دانش و فرہنگ
زبان پس (یاروپا) حکم و فلسفہ بسیار

اس نے لاہور میں کافی عرصہ علم اور فرہنگ کی عہدہ دی اس کے
بعد یورپ میں علم اور فلسفہ کا مطالعہ کیا

شد شاعری آزادہ و دریا دل و فیاض
از وسعت اندیشہ و از طبع گہر بار
وہ ایک شاعر تھا آزاد منش ، وسیع قلب اور فیاض
اپنے خیال کی وسعت اور اپنی گہر بار طبع کی بدولت

شد شاعری آنکونہ کہ تاثیر کلامش
حسن و حرکت داد بنفش در و دیوار

وہ ایسا شاعر تھا کہ اس کے کلام کی تاثیر بے ڈر و دیوار کے نفس کو
حسن اور حرکت عطا کی

شہ شاعری آنکونہ کہ در جنگ اجانب
 شعرش بیقیں گشت بہیں 'حربہ' احرار
 وہ ایسا شاعر تھا کہ اجنبی کے خلاب جنگ میں اسکا شعر یقیناً
 احرار کے لئے اسلحہ تھا

• شہ شاعری آنکونہ کہ در ہند سراسر
 کر دند با عجز کلاہشی ہند اقرار
 وہ ایسا شاعر تھا کہ ہند میں سرتا سر سب نے اسکے اعجاز
 کلام اقرار کیا

مر چنہ (باردو) سخن تسوخت زلفلی
 ہ لفظ (دری) ساز سخن کرد در اشعار
 اترحد میں سے اسے ازاد زبان سیکیں گی اس کے فارسی زبان میں
 شاعری شروع کی

ہنگر (ہزبور عجم) و (نمہ جاوید)
 در یاب ز اسرار خودی جلوۂ افکار
 در سیر سجدہ و ز و جہ و نامہ کا مسالہ در ہر سیر خودی سے
 افکار کے جلوے حاصل کرو

چوں دورہ (اکبر شہ) و (ورنگ) و (جہانگیر)
 ہر لفظ (دری) زیب و برافتود دگر بار
 در ہر اورنگ زیب اور جہانگیر کے زمانے کے مائے اس نے
 ہر دورہ میں کی یہ دیکھو

خوش نغمہ گر گلشن (روسی) شد و دریائت
از ساحت اندیشہ او نرہت گلزار

وہ روسی کے ساحل پر نغمہ سرا بن گیا اور روسی کے افکار سے گھر
گلزار کی نفاست مل گئی

بیر تارک دوران خود از گفتہ فراہشت
بس در گرانمایہ و بس گوہر شہوار
زمانے کے سر پر اپنے شعر سے فیچہ اور کردیسی
بے سحر گرا نمید موقی اور بے شمار گوہر شہوار

بکسارہ بخیریت گری خلی کمر بست
تا باز رہاند وطن از سلطہ اشیار

اس نے ایک دعوہ حبس کی حربہ کے لئے کمر باندھ لی تاکہ وطن کو
غیروں کی حکومت سے رہائی دلوائے

خوش کرد سیج از رہ گفتار کسانرا
بر ضد (بریطانی) یغماگر مکار
اس نے اپنے کلام سے لوگوں کو خوب صف آرا کیا
برطانیہ مکار اور یغما گر کے خلاف

و آرام نیکسپید در این مرحلہ بنا کرد
آو ای نجاتش شمع را یکسرہ ہمار
اس دوران میں وہ آرام سے نہ سو جیتک شمع کی راہی کی اوار
سے نہ کہ ہمارا نہ دے

شد در وطن خویش مہین (شاعر ملی)
 و آمد برش خشم قوی پنجہ بزہار
 اپنے وطن میں ایسے عوامی شعراء کی عظمت ملی اور طاقت ور دسم
 بھی اسکے قابو میں آگیا

چوں دید کہ در ہند دل مسلم و ہندو •
 پیوند محبت نپذیرفت بنا چار
 جب اسنے دیکھا کہ ہند میں مسلم اور ہندو کا دل محبت کے
 پیوند کو قبول نہیں کرتا تو ناچار

یک بار صلا داد کہ اقوام مسلمان
 باید کہ در آیند یک حلقہ و یکدار
 اس نے آواز دی کہ تمام مسلمان قوموں کو
 چاہئے کہ ایک حلقے اور دائرے میں آجائیں

این گشت و پس از مرگ وی این کشتہ ثمر داد
 یا ہمت مردان ظفر مند و قسدا کار
 اس نے یہ کہا اور اسکے مرنے کے بعد اس نے پہل دی
 مردان ظفر مند اور فدا کار کی ہمت کی سولہ

و فدر صف میدان بجناح وطن و دین
 گر دید جناح از پی این نقشہ علمدار
 میدان کی صف میں وہیں او در کے جنوں کی جناح نے اس کے
 سے حامد پہنائے کا پیڑا الٹھایا

زمین نقشہ مدیدار ہے انکشور تو خیز
کا ٹیضہ یا (پاکستان) شد شہرہ افشار

اس اکبر سے وہ نیا ملک وجود میں آیا جو پاکستان کے نام سے
دنیا میں مشہور ہے

از فلسفہ او حہ دہم شرح کہ او راست

میں فلسفہ خوش منعکس اندر حمد آثار

اس کے فلسفہ کے متعلق میں کیا بیان کروں۔ کیونکہ اسکا فلسفہ

میں ہے کہ انسان کو خدا کی صورت میں

او پیروی مکتب اسلام کشہ ٹیک

وز محبت این کیش بود کاشف اسرار

وہ مکتب اسلام کی ٹیک پیروی کرنا ہے اور اس مذہب کا بیان
کرتے ہوئے اس نے اسرار کشف کیے ہیں

خواجه کہ مسلمانان سازند ز وحدت

ہی بہ رہ عیسویان محکم و ستوار

وہ چاہتا ہے کہ مسلمان متحد ہو کر مسیحیوں کے مقابل ایک
مضبوط اور مستحکم دیوار کھڑی کر دیں

وز پرورش قوم خلافت قدرت

گردند ز سستی و زبونی حمد سرور

وہ قوت تخلیق کی قرینت کریں اور سستی

سراپا۔ اظہار کریں

گوید کہ ترا عشقِ بود رہبر ہستی .
 وز علم و شود راہ و گذر گہ تو ہموار
 وہ کہتا ہے کہ زندگی میں تیرا رہبر عشق ہونا چاہئے ورنہ
 محض علم سے تیرا راستہ مشکل ہو جائیگا ۔

آسائشی گیتی ہمہ در عشق و صفا جوی
 فرسائشی انسان ہمہ از کیئہ و بیکار
 زندگی کی آسائی صرف عشق اور عشق سے سلاسی کر
 کیئہ اور بیکار انسان کو خراب کرتی ہے ۔

از مغربیان زیرکی و علم و حیل زاد
 وز مشرقیان عشق و دل و معنی و کردار
 مغربی : ذہن سے حلاکی ، غیہ اور حسد لڑی محدود ہیں اور
 مشرقیوں سے عشق و دل و روحانیت اور عمل نیک ۔

(افرنگی) جابر نبود قابل تقلید
 کو خیرہ و بی شرم و وقار است و جبکسار
 صبر نرسوزا ورنکی اس میں نہیں کہ ایک مسک کی حالت لہونکہ
 وہ خیرہ سر و بے حیا و بیوقار ہے ۔

از جانب افرنگی الودہ سروپائی
 ناید بجز افسو نگری و فتنہ و آزار
 ورنکی سر ا کودہ ہے جسکی طرف سے ہر چیز
 او بکس کے لئے بے حد و حد ہے ۔

ای آہ از این قوم ستمکار بد اندیشی
 ای وای از این مردہ نا بخرد خونخوار
 افسوس اس ظالم اور بد فکر قوم سے ۔
 افسوس ان بے عقل اور خونخوار لوگوں سے

باید تو ز اندیشہ و عزم و خرد خویش
 آسان گذری از رہ نا این و دشوار

دہشتے نہ کر اسے فکر، ارادہ اور جس کی مراد اس مسئلہ اور اس
 محفوظ راہ سے آسانی سے گذر جائے

نیخود شدن از خویشی بود توسعه روح
 در ملت خود محو شدن شیوہ ابرار

اسے آپ سے بے خود نہیں روح کی توسعہ نہ باختر کر ہے۔ اس
 ملت میں محو ہو جانا ابرار کا طریقہ ہے

سعی و عمل و جنبش و امید و توکل
 این جملہ بود نقد بقا راہد معیار
 سعی و عمل و حرکت و امید و توکل یہ ہیں جو زندگی کے معیار
 ہیں ۔

نکبارہ مشو دستخوش بازی تقدیر

دستی بہر از وی تو بدین قدرت سرسار

تقدیر کے کھیل میں اپنے آپ کو لے بس یہ حال نہ اس علم کے

۔ روح اس سے سب لے لے

دو عرصہ پر کشمکش عالم ہستی

جنوں شیر عربی باش نہ چوں پیش عشق ز

زندگی کے ہر کشمکش میدان میں شیر عربی کے مائدہ بن نہ

گھاس کیا نے والی بھیڑ

جز در پر آسودہ خطر شریکت و فرہست

ابن راز حیا تست و جز ابن مرگ دگر عار

سوائے حسد اور مسکلات نے سو بہت و سکوت میں، جس راز حسد ہے

اس کے بغیر محض موت یا عار ہے

بنیادی (خودی) بنشاید ایجاد جہانست

وین نژد (خود آگہ) نژد درخور انکار

خودی کے ساتھ دنیا کی جڑیں سے جدا ہو کر، دنیا سے جس سے

سے انکار نہیں کر سکتا

ز اسرار خودی بایست آگہ شدن ایہوست

تا بشنوی از گوش درون زندہ اخبار

اے دوست مجھے اسرار خودی سے آگاہ ہو کر، اپنے دل سے جس کے

کان سے سہم خبریں سن سکے

در خود بنگر ژرف و عیان ساز خودی دار

تا بنگری از چشم نہان عالم دیدار

سے اندر گہری نظر دوڑا اور اپنی خودی کو آشکار کر تاکہ تو

خود سے گہرا دیکھ سکو اور دنیا کو دیکھ سکو

گوئی کہ خودی چیست؟ خودی فر خدا نیست

ایشخص تو وین قوه کہ در تست ترا یار

تو کہتا ہے کہ خودی کیا ہے خودی خدا کی شان ہے یہی تری
شخصیت ہے اور یہی وہ قوت ہے جو تیری دوست ہے۔

در راہ خودی پای ارادت بطریق آر

تا آنکہ بری رہ بسوی حکمت دادار

خودی کی راہ میں عقیدت کے قدموں سے چل تا کہ تو خدا کی سکس
کی طرف راستہ ملے کر سکے۔

بمروز بدل آتش آمال توہن را

وز پر تو او راء طلب چو بشب تار

مئی اراوؤں کی آہ دل میں روشن کر اور اسکی روشنی سے مارک
ات میں راستہ تلاش کر۔

گر لوح دل از نقش تمنا ست نگارین

عمرگز نہ پذیرد ز بد حادثہ زنگار

اگر لوح دل پر عباد کے محسوس و کار عمول ہوئے ہوں گے
یہی اس پر زنگار نہیں آئے گا۔

نو کن پس از نوطلبی جامہ ہستی

ز آن پیش کہ پوشد ز قبا بودنیو باثار

نئی چیزوں کی تلاش سے اپنے جامہ ہستی کو پہننے سے پہلے
پہلے کہ اس کے تارو بود موت سے پوشیدہ ہو جائے۔

نالاں مشو از گجروی مرکب تقدیر
یا عزم گران توسن تقدیر براہ آر
اگر مرکب تہہ نہ رہے راستہ پر جائے پوشہ سب آکر سے سخت
ارادے سے توسن تقدیر کو راستہ پر لے آو

• تحقیر خودی منشاء آثار زوال اسف
تحقیف روان منبع بدبختی و ادبار
خودی کو حقارت کی نظر سے دیکھت زوال کا سس خیمہ ہے روح
کو کمزور کرنا بد بختی اور ادبار کا منبع ہے
اینجملہ ز اقبال بود ذکر فضائل
کوہست گلستان ادب را گل پیچار
یہ حد ایک اقبال کے معانی ہیں وہ قال ہو گستاخ ادب ۵
گل سے خار ہے



اقتباس و انتخاب از قصیدہ آقای حبیب یغمائی

(حسب یعمانی ایران معاصر کے استاد شعراء میں سے ہیں اور ملک کے نوجوان ادبا و شعراء میں احرام کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں کئی سال سے یعمانی ایران کے مشہور ادبی اور علمی محلہ یعما کے مدیر ہیں) —

زندہ مانند سخنوری کہ ورا

دقت فکر هست و لطف خیال

وہ شاعر شمسہ زندہ رہتا ہے جسکے کلام میں تفکر کی مبارکی اور
لطافت خیال ہو

اوج شاعر بود بہ نیروی فکر

اوج طائر بود بسقوت بال

شاعر کی اہمیت اسکے خیل کی قوت سے ہے جس طرح پرندے کی
بلندی پرواز اسکے پروں کی قوت سے ہے

سخنی کان ز حکمت است تعبی

میوه ای هست نا رسیده و کال

وہ شاعر جس کی حکمت سے ساری شے وہ نا پختہ اور کھلمے نہیں کہنوج ہے

حکمت آموزی آن کند کہ وراست

طبع مسواج و فکرت جوال

اور حکمت وہی سکھاتا ہے جسکو مشعر کے طبع اور دماغ میں

بجہان شور افکند آن کو

دلش از عشق گشت مالا مال

جہان میں وہی شخص ہیجاں پیدا کر سکتا ہے جسکے دل عشق سے
مالا مال ہو

• مستمع را فزود حسن اثر

متکلم چو داشت حسن، مقال

سننے والے پر اچھا اثر پڑتا ہے جب بات کرے والا شریں کلام ہو

گفت دانا کہ چون نبی ملہم

ہست شاعر زایزدہ مستعال

دان کا قول ہے کہ ساعر بھی نبی کی طرح خدا کی طرف سے ملہم

ہوتا ہے

شاعرانند چون پیا بہر ان

در بیان و فضایل و اقوال

ساعر بھی بیان اور فضائل اور اقوال میں پیغمبروں کی مانند ہوتے ہیں

از کلام محمدی ست اثر

در کلام محمد اقبال

اور محمد اقبال کے کلام میں محمد کے کلام کا اثر ہے

ہارسی گو حکیم پاکستان

پاک جان ، پاک شیوہ ، پاک خصال

مال پاکستان کا فارسی گو حکیم ہے وہ پاک جان ، پاک شیوہ اور

پاک خصال کا مالک ہے

مگر نکرنس نکتہ بحر عظیم

۔۔۔ بحر معشوق بلطف آب رلال

اس کا طبع زاد جس گہرائی میں برے سمندر کے ساحل ہے اس کا
اعلیٰ شعر لطافت میں صاف پانی کی مانند ہے

• دین اسلام را نمودہ شرف

مردم شرق را فزودہ جمال

اس نے دین اسلام کے شرف میں اضافہ کیا ہے اور مشرق کے لوگوں کے
جمال میں اضافہ کیا ہے

• چارہ جوئی کند بخیر و صلاح

کہ گراید بشر بسراہ کمال

وہ سبکی اور رفاه دہر کے لئے گوساں ہے اور جہنم ہے نہ سب
اپنے کمال تک پہنچ جانے کا

و اتحاد ممالک اسلام

ہست او را ز جملہ آمال

اسکی آرزو اور مقصد اتحاد ممالک اسلام ہے

• روز اقبال، یعنی امروز است

کہ رسیدش ز حق نود وصال

آج یوم اقبال ہے یعنی آج کے دن اسکو خدا سے وصال کی خوشخبری ہے

وین چینی روز را علی التحقیق

بہرہ پد شکوہ در ہر سال

اور ایسے دن کا یقیناً سال بسال شکوہ و حنائی بہ نسبت ہے

از قصیدہ آقای ڈاکٹر قاسم رسا ، مشہد

• سر زد از لاهور رخشان اختری

آن کہ پاکستان همی یازد بدو

لاہور سے ایک درخشان ستارہ نمود ہوا جس نے سب کو کرنا ہے

خود نہ پاکستان کہ خاک شندرا

خسانہ اقبال بخشید آبرو

نہ صرف پاکستان بلکہ ہند کو بھی اس کے لیے آبرو بخشی ۔

شاعری شیرین کلام و نکتہ سنج

تا بگوید راز پنهان مو بسمو

شیرین کلام اور نکتہ سنج شاعر نے یہاں راز جو چاہے کو سناں سے

بیان کر دیا ۔

طالب حق بود و در آفاق گشت

تا کند مطلوب خور را جستجو

وہ حق کا طالب تھا اور سب آفاق میں بھرا تا کہ جسے مطلوب کی

جستجو کرے ۔

آفرین بر آن سخن دان کر سخن

در جہان بگذاشت آثاری نکو

میں نے جہان پر آفرین جس نے اپنے شعر کی اچھی یادگار دنیا میں چھوڑی ۔

آبیاری کرد خاک ہند را
تا کہ آب رفتہ باز آرد بجو

اس نے خاک ہند کی بیاری کی نالہ گہرے ہوئے اچھے دن واس
آجائیں

آنکہ استقلال پاکستان و ہند

در جہانش بسود تنہا آرزو

وہ جسکی زندگی میں ہم 'ارو یا'ستان اور شد کی آزادی بھی

ریخت در ساغر شراب اتحاد

گفت یاران را کہ قوسو و اسر عو

اس نے سحر میں اتحاد کی سراب ڈالی اور دوستوں سے لہا آؤ دہاؤ
اور پیو

بیدلان را میکشد سوی چمن

،، ارمغان ،، آن گل خوشترنگیو

س احبی ہو اور رنگ والے پھول کا تختہ بیداروں کو سحر کی طرف
کھینچتا ہے

در دل عشاق سوز خسامہ اش

آتش عشق است نشیدند فرو

اسکی فلم کا سوز عاشقوں دل میں عشق کی آگ روشن کر رہا ہے

اسی میں جھلسی

سالک راہِ حقیقت بود گشت
از پی عطار و رومی کو بہ کو

وہ حقیقت کے راستے پر چلنے والا تھا اور وہ عطار اور رومی کے پیچھے
گلی گلی کھوما

در پیام شرق، آن دانا چو کرد
با درگوتہ، دانائی مغرب، گفتگو

پیام مشرق میں اس دانے مغرب کے دانہ گوئٹے سے گفتگو کی ہے

درسخن از شاعر مغرب زمین
شاعر مشرق زمین پر بود گو

اور شعر میں شاعر مغرب زمین کے شاعر سے مشرقی زمین کا شاعر سبق لے
گیا

هرکہ او چون زندہ گرداند سخن
در جہاں هرگز نمیرد نام او

جو شخص شعر کو زندہ کرے گا وہ جہاں سے مرے گا وہیں نہیں

میرا

ی رسا چون راست مردان در جہاں
جز طریق راستی راہی سپو

ی رسا بیک آدمیوں کی مانند دنیا میں
سوائے سچائی کے راستہ کے کوئی راستہ اختیار نہ کر

قصیدہ آقای علی صدارت نسیم

آقای علی صدارت عدلیہ کے اعلیٰ افسروں میں سے ہیں۔ آفریدیہ اور جدید طرز کے شعر کہتے ہیں مگر انکے قصائد کو عمر و مہدوی شہرت حاصل ہے۔

دوش ، جانسرا بچشم جان دیدم

شالمی بسر تر از گمان دیدم

کل میں نے انہی جان کو روح کی آنکھ میں دکھایا مجھے ایک دن
نظر آئی جو خیال کی حدود سے بالا تر تھی ۔

عالمی روشن از فروغ امید

دور از این تیرہ خاک دان دیدم

وہ دنیا آمد کی روشنی سے مشور تھی اور اس تاریک دنیا سے بہت
دور تھی ۔

آنچه سر خوش نمی توان خواندم

و آنچه وصفش نمی توان دیدم

اس دنیا میں کوئی تفصیل بیان نہیں کر سکتا جو دنیا میں نے
دیکھی اسکی معرفت نہیں کی جا سکتی ۔

یعنی از فیلسوف عصر افال

نغز آثار جاویدان دیدم

منی زوئے کے فلسفی اقبال کی اعلیٰ اور جاویدان تصانیفات میں ۔

دیکھیں ۔

نو بہاری ہرنگ و بوی بہیشت

ایمن از آفت خزان دیدم

ایک نو بہار بھی بہیشت حسی رنگ و بو کی دس اور حراں کی

محبیب سے مشون جو میں نے دیکھی ۔

• گلشن رشک بوستان ارم

خوشتر از ساحت جناب دیدم

میں نے شکوہ ایک دس حسی برباع ارم کو رشک آئے اور جو

جنت سے بھی زیادہ خوشگوار تھا ۔

واندران رنگ رنگ لالہ و گل

کوئہ گوں سرو ازغواں دیدم

میں رنگ رنگ کے لالہ و گل ، اور قسم قسم کے سرو اور رنگوں میں

نے دیکھے ۔

مرغکان بہشتی از ہر سوی

بر سر شاخ نغمہ خوان دیدم

بہشت کے پرندے ہر طرف سے عرش پر نغمہ خوان میں نے

دیکھے ۔

کلبائرا نیاز بر لب جوی

بر سر از سرو سائبان دیدم

نہر کے کنارے کس جگہ سے ہر سیر بر سر سرو

سائبان دیکھا ۔

گر شمعِ دل ، شمعِ سر
 جو رہا ، حنہ ، شاد و دیدم

پہرِ دادِ دل سے سرِ سر میں اور نہر میں ، اور حنہ سے دل سے
 دیکھے

موجودہ ی شمعِ بہندہ گردوں
 دارِ آلِ حنہ ، حنہ دیدم
 یک منبر میں نے دیکھا جو آسمان کی طرح وسیع تھا اور اس
 منظرہ میں مجھے حوریں نظر آئیں

شاد و سرمست و شوخ و شور انگیز
 پای کونان و کف زنان دیدم
 میں نے دیکھا کہ حوریں شاد و سرمست ، شوخ اور ذوق کی
 حالت میں رقص کر رہی ہیں

ہر شدہ اندیشہ ام ہشہر شرق
 مکانی کہ لامکان دیدم
 میرا خیال مشرق کے سیر کی بدولت بلند ہی پر پرواز کر رہا ۔
 ایسے مکان میں جہاں میں نے لامکان دیکھی

نہ نشان از جہان خاک پدید
 نہ زمین و نہ آسمان دیدم
 نہ وہاں کہیں خاک کی دنیا کا نشان تھا نہ زمین اور نہ آسمان
 مجھے نظر آئے

از ازل تا ابد سیر دم راہ
 هیچ جز او نہ در میان دیدم
 میں نے زل سے ابد تک کا راستہ لئے کر لیا مگر سوائے اس کے،
 مجھے کچھ نظر نہ آیا

ز آسمانی سوانہ رنگیں
 بر یکی گستریدہ خوان دیدم
 سدا سے رنگ آسمان اک خوان پر جسے ہوئے بس سے نہ کہے
 دعوتی عام بود و بر آن خوان
 دشمن و دوست میہمان دیدم
 وہ ایک عام دعوت تھی اور اس خوان پر میں نے دوست و دشمن سب
 کو میہمان دیکھا

از رموز جمال و راز کمال
 ای بسا گنج شایگان دیدم
 جمال اور کمال کے رز و رموز کے بس سے نشی سحر سداں دیکھے
 فیلسوفی بزرگ و روشن رای
 شاعری فحل و نکتہ داں دیدم
 بس نے اک شبہ سداں و روشن فکر مسمیٰ و سحر و نکتہ سداں دیکھے

شاہبازی کہ زیر شہر او
 باختر تا بخاوراں دیدم
 وہ تک شہراز ہوا جسکے شہر کے سحرے بس سے سحرے سے بہ ہوتے
 ک ن نہ دیکھی

آن ہماہوں ہسی را کہ بود

بر سر سدرہ آسیاں دیدم

وہ مبارک تھا کہ حیدر آسمان سدرہ کی حیرں پر تھے میں نے دیکھا

نخل بار آوری سپہر آسیاں

سایہ گسترده بر جہاں دیدم

میں نے دیکھا ایک پہاڑ دار درخت آسمان کی طرح تمام جہاں پر
سایہ ڈال رہا ہے ۔

راز نا گشتہ محبت را

نفر گفتار ترجاں دیدم

میں نے سکو محبت کے نامہ راز نہ پہاڑ حیرں میں ترجہاں دیکھا

در سلسلہ حریف را

سکریں اعر در سال درہ

میں نے سلسلہ حریف کے نامہ راز اور سکریں میں بکھیرے ہوئے
دیکھا ۔

زیر ہر پیتی از صفینہ او

ژرف دریائی پیکران دیدم

سکریں کے صفینے میں سے گہرا اور سکریں سے سرد دیکھا ۔

پس ہر سطرے از صفینہ او

پکجہاں راز دل نہاں دیدم

پس کتاب کی ہر سطر کے اندر میں نے راز دل نہاں کی دیکھا ۔

پس دیکھا ۔

نوع سے ہر شے کو سمجھ کر سب سے بہتر
 راستہ میں چلے جاتے اور جہاں جہاں
 انکی بات کی جاتی ہے وہاں ہر شے کو سب سے بہتر
 کی طرح جان دیکھتے۔

دلیر با زادگان طبعی را
 شہ و شاداب شادمان دیدم
 انکی طرح کی دیر با اولاد کو میں نے ہر طرح سے جاداب اور جادمان
 دیکھا۔

بی شمر اختران فکرش را
 پس فرا تو ز کہکشان دیدم
 انکی تعداد کے سمجھنے سے صرف ان میں سے بہتر شے کو میں نے
 دیکھا۔

در حربہ تصوف و عرفان
 رویش (یار و شہ زبان دیدم
 تصوف اور عرفان کی منزل میں میں نے رویش کے یار اور شہ زبان
 دیکھے۔

در حرم خرم و خرم و خرم
 در حرم خرم و خرم و خرم
 حرم خرم و خرم و خرم
 حرم خرم و خرم و خرم

در عالم آسمی او

سعی و پرهیز توامان دیدم

سبکی اسہانی ہمہ ہمہ آؤنوس اور پرهیز گاری کہ استخراج مذکور

عقل را پیشوای عزم و عمل

و عشق را رهنمای جان دیدم

میں نے عقل و عمل کو عزم اور عمل کے سنوا کی حسب یہ اور

عشق کو روح کا راہنما دیکھا

بر یشر چون پدر بفرزندش

نیک اندیش و مہربان دیدم

ایمان سار کے لئے ایسا بہرمان اور پھلائی کا خواہاں ہے جیسے کہ

باپ اپنے بیٹے کا

از دھا و نبوغ بی مانند

در سختمائے او نشان دیدم

میں نے اس کے زور و نبوغ اور اس کے انعام میں

نشان دیکھا ہے

جلوة قدس و آیت اعجاز

در او زبور عظیم ، عیان دیدم

میں نے اس کے زبور عظیم ، عیان اور آیت اعجاز دیکھے ہیں

دست موسیٰ در طبعہ فکر

دم عیشش در بیان دیدم

اس کے افکار کا طلوع موسی کے ہاتھ کی طرح اور اس کا دم عیش

کا دم نثار آیا

آسمانی دو پیام مشرق ،، او
 در تن شوق چوں روان دیدم
 اسکا آسمانی ،، سام بشرف ،، سرور کے ،، بس روح کی طرح سجھے نظر آ،
 تا از او دیدم ،، ارمنان حجاز ،،
 روح را نغز ارمنان دیدم
 ارمنان حجاز کو بس بے روح کے سنے اک چیا حنفہ نا، ہے
 طبع او را ز بس گہر پرورد
 غیرت بحر و رشک کان دیدم
 اسکی ہلمع سے سمیٹا گہر ہمید و شونے جس بس بے اسکو عرب بحر
 اور رشک کان دیکھا ہے

کاخی افکند بس کہ ہر در آن
 چرخ را سر بر آستان دیدم
 اسے یک اسامی محل عسیر ،، جسکے آستانہ سر بس نے آسمان کا سر
 حید شوا دیکھا،

نم او عرصہ زمین بگرفت
 نکر او چہرہ بر زمان دیدم
 بس بے دیکھا کہ اسکا نام د ،، کی وسعت سر چیا گنا ہے اسکے افکار
 نے زمانے کو فتح کرایا ہے

فرخا کاروان در نہضت شرف ،،
 کہ ورا سر کاروان دیدم
 مسرور کی تحریک کے کاروان کو مبارک ہو کہ مس نے اقبال کو اسکا
 ،، دیوان دکھنا ہے

دودمانی است خاور و اور

سر و سالار دودمان

مشرق ایک خاندان کے مانند ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ

اس خاندان کا سر پرست ہے

یوستانی است خاور و اورا

سر و آزاد یوستان دہم

مشرق ایک یوستان ہے جس میں نے اسے اس یوستان کا سر

دیکھا

مجد اسلام و مستگاری شرق

در جہان ایشی آرمان دیدم

میں نے دیکھا کہ دنیا میں اسکا ارمان و آرزو اسلام کی عظمت

مشرق کی آزادی ہے

میری ر ہستی الہی مدد

مستحق ہوں ہر نعمت

میں ہوں اور آزادی کے حصول کی اور سلام ہے جس میں ازل سے

دیکھا ہے

در تکا ہو براء آزادی

خنک عزمش بیزیر ران دہم

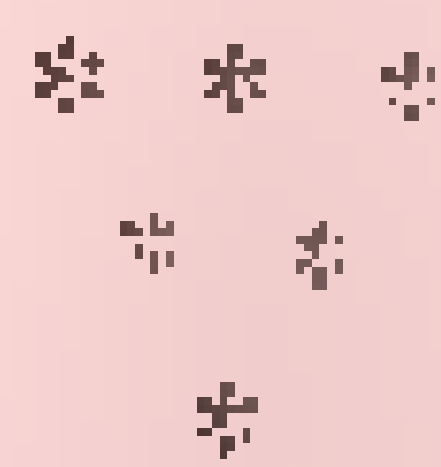
آزادی کی راہ میں دوڑ دھوپ کے لئے میں ہے جسے اسکو ہم

تیرا ہے ہر سہار دیکھا ہے

اس مبارز دہنی ز پا نشست
 تاش پیروز و کامران دیدم
 میں جنگجو نے ایک سجے کے اٹھے یہی دم نہیں نہ مسک نہ میں نے
 اسکو فاتح اور کامیاب دیکھ نہ یا

کشورش را یمن ہمت او •
 از بد دھر در امان دیدم
 سکی ہم کی ترک سے سکے ملک کو میں نے زمانے کی برائوں سے
 امان میں دیکھا ہے

خساک لاہور را بد اقبالش
 بر مہ و ہور سر گراں دیدم
 میں نے لاہور کی خاک کو جس فداں مہوون سے چاہ اور سورج سے
 زیادہ گراں مایہ دیکھا ہے



اقتباس اشعار آقای احمد گلچین معانی

انگیزش و فانی ہوا کے ذی حیلوں میں غمِ معنوی - بہرہ و سوسے
ہے ۔ اور اس ندامتِ کک کے سہمہ در سہمہ رنجِ لب میں چھینا ہے ۔

رباعی

تا چند ز خویشتن جدائی کردن
در کار وجود سست رانی کردن
ز ماں سوزد لب خود را سس
کز راہ خودی توان خدائی کردن
تو کب تک اپنے آپ سے جدا رہے گا اور زندگی کے کاموں میں ۔۔۔
کریگا
سو وہ لبہا سے اسے بے تو سہمہ ہو لیونکہ ، خدائی ،
کی راہ سے ہم خدائی پر تسلط پیدا کر سکتے ہیں

مثنوی

بشنو از آن فیلسوف پاکزاد
مولوی ثانی آن اقبالِ راد
اسے کہ راد و سہمی ، وہی ہے ، وہی ہے سہمی ، اس کی بات سہمی
کز خودی دارد جہان نام و نشان
جز خودی چیزی نباید در جہان
کہ دنیا کا نام و نشان وہ خودی ، کی ہدولت ہے خودی کے عہد
چیز جہاں میں باقی نہیں رہ سکتی

آرزو کن کارزو مقصود جوست
درجہاں عقل و خرد مخلوق اوست

آرزو کرو سوچو رو سے مقصد حاصل ہووے دُنیا سے جس اور
خرد آرزو ہی سے وجود میں آتی ہے

آرزو بندی ترا بخشد حیات
ترک عشق و آرزو پہنی موت

سری آرزو سے جہے زیادگی بخستی ہے عشق اور آرزو کا ترک کرنا
موت کے مترادف ہے

تنگ بگرتن جہاں را چون نفس
شیوہ اقوام مغلوبست و بسی

جہاں کو ایک سر کی طرح سے حبال کرنا صرف مغلوب ہونے کا
شیوہ ہے

بال و پر بگشای و در پرواز باش
چوں ہزار اوا بلند آواز باش

اسے بال و پر قبول اور پرواز کر سری آواز ہزار بندوں کے برابر ہو
چاہیئے

گر نخواہی تا خودی گردد حقیر
خود مشور احسان کس منت پذیر

اگر تو اپنی خودی کو حقیر بنانا نہیں چاہتا تو کسی کا حسان اور
منت مت اٹھا

مقصد از خود جوی و راہ از خویشی
و آنچه می خواہی بخواہ از خوشتن
ابن ہشام اور سنا راسخہ خود تلاش کر جس چیز کی جتنی ضرورت ہے
اپنے آپ سے طلب کر

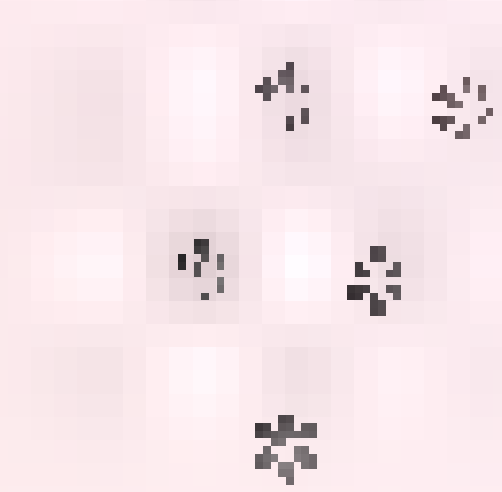
• در بلا بگیریز و خود را رنجہ کن
یا حوادث پنجہ اندر پنجہ کن
مہربان اور بلا میں کود پڑ اور تکلف کیا حوادث کے ساتھ جنگ
شروع کر دے

از بلا ہا پختہ تر گردد خودی
تا خدا را پردہ در گرد خودی (۱)
و خودی ، بلا و مصائب سے زیادہ مضبوط ہو جائے اور خودی اس
طرح خدا کے اسرار کو آشکار کر دیتی ہے

سر ہستی عشق دان و آرزو
کامی خود نیز صورت بست آرزو
زندگی کا راز عشق اور آرزو ہے اور انسان کی شکل بھی اسی سے وجود
میں آئی ہے

از محبت کن خودی را زندہ تر
زندہ تر، تابندہ تر، سوزندہ تر
عشق کے ذریعے خودی کو زندہ کر دیے ۔ نہ وہ زندہ رہے ، تابندہ رہے
اور سوزندہ تر ہو جائے

اس حسّ نغزو حاویدای لب
 فسفید اقبال پاکستانی است
 یہ لب سے اور حاویدان رہے اور بھی اوزار دستاویز کی ہے



نوٹ

اس بیت از علامہ اقبال طاب ثراہ لب۔

از قصیدہ آقای علی خدائی

(آقای علی خدائی محکمہ تعلیم کے مکن ہیں اور زاہدان میں مقیم ہیں آپ کو اقبال سے بہت گہری عقیدت ہے)

زہی بزرگ هنر ور محمد اقبال
سبہر زہد ورع سہر برج فضل و کمال
عالی مقام صاحب شہر محمد اقبال بر آفریں وہ زہد و ورع اور فضل و کمال
میں آسمان کا مرتبہ رکھتا ہے

چکاسہ ساز دری فیلسوف پاکستان
کہ جس حقائق تفصیل رائدہ در اجمال
وہ فلسفی یا کسماں جس نے دینی 'تعداد' کے اور حصار کے بوجھ
حقائق کو مفصل بیان کیا

حکیم یا خرد و نکتہ سنج معنی یاب
کہ بہر مہین خود ریخت طرح استقلال
وہ حکیم داد و دے معنی ہو ، 'سے' والا کہ ، سچ ہے حق ہے وحش
نے نے آر دی کی بنیاد رکھی

یکی مروج اسلام در ادای کلام
یکی مبین احکام از بیان مثل
ایک ر سے نے کلام کے ذریعے اسلام کی تبلیغ کی اور دوسرا اسنے
مشہور کے ذریعے اسلام کی تائید کی۔

ہر آنچہ رفت طریق نی علیہ سلام
ہر آنچہ گفت پی کردگار جل جلال

حسنِ زبانی سے وہ حلاوتِ علمِ السلام کا راسخ ہے اور حقِ کعبہ سے
کہا وہ خداوندِ تعالیٰ کے لئے ہے

محمد است بنام ستودہ یا کردار
ستودہ کار سپارد رہ محمد آل
اسکا نام محمد ہے اور سکے اعمال اچھے ہیں اچھے اعمال والا بھی آں محمد
کے نقشِ قدم پر چلنا ہے

چو ہنگری کشش سر بسر ہدایت قوم
جمل عبارت از حرف حرف در دلال
اگر اسکی دماغوں کو دیکھو تو وہ سر سر قوم کی ہدایت کے لئے ہر
اسکا ایک ایک حرف اور جملے اس پر دلالت کرتے ہیں

کتابت است و یا اثسجام ما معین
کسایت است و یا اتسا آب زلال
اسکی تحریر جسمہ صافی کی شرح رواں ہے اس کے کٹائے صاف پانی کی
طرح وجود میں آتے ہیں

میرد شرح حقیقت گسٹ راہ مجاز
دریں زمیہ پا کرد روشن استدلال
اسے حقیقی شرحِ اختیار کی اور مجاز کا راستہ چھوڑ دے اور اس موضوع پر
سے یہ صیح دلائل پیش لئے

عمو باز یدبیرفت و جلولہ طاؤس

یہوم خویش ہما وار سایہ داد از بال

ایسے باز کی سستی اور حدیث کی رہائی قبول کی اور

اپنا سایہ ہما کی طرح ڈالا

ہزار سالہ سیر کواکبش پروژہ

ولی نظیر نیاردش در ہزاراں سال

ستاروں کی عمر ز سایہ گردش ہے یہ روزیں لب نیکش ہکی مشر

ہزاروں سالوں میں بھی نہیں ملے گی

زبان امیشی از ہند و پہلویش سخن

ہسی جہیں تعالہ از کمال و جمال

ہکی ہادی زبان سے یہ سب کچھ سے کہیں ہوں اور

جہاں یہ کمال اور جمال کے جہاں سے اسکی زبانی ہے

معائیش بہ بیان بدیع زیور بستش

مخالبش بطراز عجیب ژرف سکال

ایکسی جہاں سے ہزار سال سے اور اسکی زبانی سے

اور گہرائی اپنے اندر رکھتے ہیں

ہمدہ مقالش دلکش ہمدہ کلامش خوش

زہی خجستہ کلام و رمی گزیدہ مقال

ہکی ہادی دلکش اور اسکا کلام پسندیدہ ہے آفریں ایسے مبارک

کلام ر سے مستحب السعد

شگفت چامہ سرائی پیارسی دری

کہ شد تصور آن عقل را خیال نوال

سے فارسی میں اچھے عجیب شعر آئے ہیں اسکا تصور بھی عقل اور
خیال کے لئے مشکل ہے

اگر بجانب بنگال تہہ پارس گذشت

زوی پیارس همان تہہ آمد از بنگال

گر تہہ رسی گدل کی طرف آئی و وہاں سے وہی تہہ نکلی سے پارس
کو پہنچی

بگائہ طاووی از بوم ہند شکر و بخت

کہ باز بلبل گزار فارس یافت نوال

ہندوستان کے لئے در حومی — مکر رزی کی اور وہاں سے پارس کی
بلبل کو اسکا تحفہ میسر ہوا

چنین بچست بجا گر ہمی نہند آثار

چنین سزااست قیام ار ہمی کنند وجہ

اگر سب لرگ اسی ہی آیتوں اکس سے آئے ہوں گے تو کیا
ہی قیام کریں تو جائز ہے

دھان بند خدائی ز بحث و فحص کہ هست

پی مدیحہ اقبال نفس ناطقہ لال

اے خدائی اس بحث سے اپنے مسہ کو بند کر لے اقبال کی تعریف میں
جب کہ وہی گدگد ہے لہی ہے

از قصیدہ آقای رجائی

تمی رحی وزارت عدلیہ کے لئے اسی ار کے اسے اور و
وقت کے ایسا سے انہوں نے ایک قصیدہ لکھا اور ۱۹۵۳ میں بود
کے موقع پر وزارت تعلیم کی نمائندگی کرتے ہوئے پڑھا

تا زبانی و حقیقت در جہاں عنوان بود
جاوداں اندر جہاں عنوان پاکستان بود

مسکاتی در محبت نہ جہاں میں رہے انسان کا دل
حادثوں رہے گئے

گفت دانشا اسما از آسمان آید فرود
مرد دانا را سخن با حجت و برہان بود
داناؤں نے کہا ہے کہ نام آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور داناؤں کی
حجت اور دلیل پر مبنی ہوتی ہے

کشوری پاکیزہ، خلقی پاک دین و پاکدل
نام پاکستان بدو از جانب بزداں بود
ملک پاک ہے اور لوگوں کا اخلاقی اور انکے دل پاک ہیں اس
کا تسمیہ کا نام خدا کی طرف سے ملا ہے

ملک بنکر مرد صاحب ہمتی مسچوں جناح
آں کہ روحش جاوداں در روضہ رضوان

جناح اپنے صاحب ہمت ان کے لئے کہ وہ جناح
نے اپنے لئے

ہر اگر زنجی در بحر کرد گنجی در لہر
 رنج بہر گنج بردن شیوہ مردان بود
 گر جہ سننے زں، اپنا سر در اسے گنج حاس در ہا گنج کے شے
 رنج انہا، مردوں کا سرودھے

• کشوری شد مستقل وان پرچمی کا فراشت او
 از کراچی تا بکشمیر اینزماں مجنباں بود
 ملک رد شو گیا اور جو رچہ سننے سے نہا وہ لراچی سے کشمیر ملک
 لہرا رہا ہے

• اولین کشور کہ استقلال پاکستان شناخت
 مسہد دانش یار دیرین کشور ایران بود
 وہ ملک جسے سب سے پہلے پاکستان کی آزاد حکومت نے تسلیم کیا
 کیا علم و دانش قدیم کا گہوارہ یعنی کشور ایران تھا
 مرز مصنوعی دوسلت را کجا سازد جدا
 چون نژاد و دین و فرهنگ و ادب یکساں بود
 مصنوعی حد بن نہ دو مملوں کو جدا نہیں کر سکتی۔ چونکہ انکی
 نژاد، ان کا دین و تمدن و ادب ایک ہے

حاجب و دربان برای مردم بیگنہ است
 کی ری سنا ان حاس در دریاں سرود
 دریاں اور حیرت اور ہلاکت کے لئے حیرت پس شوش کے لئے
 حاجب اور دریاں ہیں زنجیر کے

از نژاد آریا هستیم و لا باشد قرن عما
کز وفا و سہر بین قلب و پیمان بود

ہم آریائی نژاد سے ہیں اور صدیوں سے ہمارے دلوں کے درمیان
اور محبت کا پیمان قائم ہے

دین اسلام آمد و پیوند و شد سحت تر
چوں مسلمان با مسلمان باید از اخوان بود
مکے بعد نس اسلام آں ور ہمارا سوز و حسرت بر ہو کہ کہ
مسلمان مسلمان کا بھائی ہوتا ہے

یکسر مو نیست در فرهنگ ما ہم اختلاف
فارسی در فارس رایج ہم چو پاکستان بود
ہمارے مومن و فرهنگ میں درہ پیر سی اختلافی نہیں، فارسی فارس میں
ایسے ہی رائج ہے جیسے پاکستان میں

پارسی گویان لاہوری ندیدی روح بخش
تا نگونی کین کرامت خاص تر ترکان بود

اے لاہوری، یہ سی لہریں دکھے نہیں، خاص نہ رہا
فارسی گوئی صرف ترکوں پر ہی منحصر ہے

افدرین دعویٰ مرا و خلق را اقبال پس

ہر کرا اقبال باشد کوکبش

میں دعویٰ نہ کرے میرے اور - قسرت پر نڈ کے سے اقبال
جسک اقبال ہو وہ اسکا سارہ بدن ہوا ہے

گر شماری شاعران را انتخاب شاعران
 و ز استادان سخن گوئی ز استادان بود
 اگر اسکر شاعر خوں آید و وہ شعروں کے سے باعث ابھر ہے مگر
 نادوں کا ذکر کرو تو وہ استادان فن میں سے ہے

کیست اقبال آن کہ رہ زی مشرب مقصود بود
 و ز عطایش جرعد ای در ساغر رندان بود
 "اے بے یوں ہے" وہ جس سے نہ رہ نہ ہو سکتا ہے اس کی عطا کی ہوئی
 شراب سے رندوں کے ساغر میں جرعد سے موجود ہے

ساحل افتادہ را کی نام هستی درخیز است
 نام هستی موج را زبید کہ در جولان بود
 "رے توئے ساحل کو هستی کا کلام اپنا مناسب نہیں" هستی کا نام
 موج کو زبید دیتا ہے کیونکہ وہ ہمیشہ جولانی میں ہے

آرزو و جستجو و صفت و شوق و ثبات
 مبدأ خوشبختی و سرمایہ انسان بود
 "رؤی جستجو، صفت و شوق و ثبات، انسان کی خوشبختی اور انسان
 کے سرمایہ ہیں"

بہر یوں کہ دوں بہ کو خدایہ
 جان مردن میں خوار صفت توں سے
 دانا سے کہا ہے کہ دو ٹکڑے روئی کے سے بہرے کا احسان ہے
 اے بے بوگڑ کا احسان ہوئے سے و جان سے نہا بہر ہے

بنی غلام عمت آن تشنہ ام کاندہر تموز
آب نستاند ز خضر ار مٹی در آن بود

میں اس بات کی حکمت و سلام خودی سے جس سے حساب کی
طور پر خضر سے بھی پانی قبول نہ کرے

گوید اقبال ار ز اسرار خودی آگہ شدی

و رموز مخدوی معلوم نہ سے حساب بود

ہاں سے نہ گزرت اسرار خودی سے اسرار خودی نہ
نہ جو رموز مخدوی سے روشنی نہ جہانمکے

یعنی اول خویش را بشناس وانگہ معوشو

اقدار آن ملت کہ تار و بودش از ایمان بود

یعنی پہلے اپنے آپ کو پہچانو پھر عو جو جاؤ اس ملت میں جسکی
تار و بود ایمان سے ہے

کیست ملت ہر کہ جزو فرقہ اسلامی است

وان کسی کابشخورش از چشمہ قرآن بود

ہر کہ جزو فرقہ اسلامی سے نہ لگ حور سے کہ جس سے
سیراب شوتے ہیں

بود مر عشق عمل اقبال و روحش شاد ہا

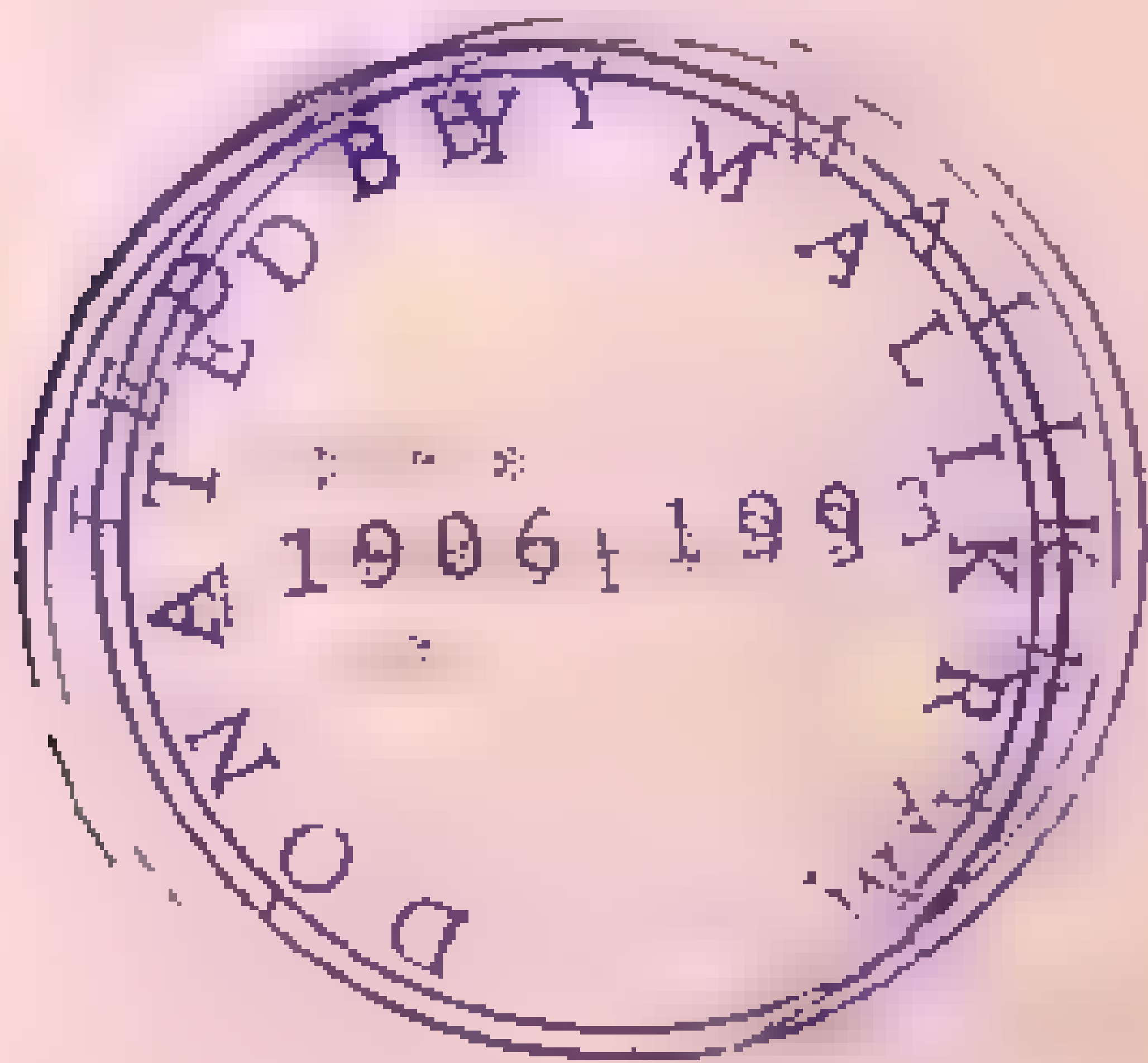
آنکہ آقاؐ میں خدا کا ہمت جاو ان بود

اپنے مر عشق سے خدا کی ہمت سے رہے

آثار ہمیشہ زندہ رہیں گے

حرم ال مریدی ۔۔۔ وقت رہیں آئیں رہیں۔
 وز پس مریدی آدمی ۔۔۔ و نشیمن ۔۔۔
 مبارک ہے وہ مرید جو زندگی دو اسطرح،، گزارے اور مرنے کے بعد
 اسکا نام دنیا میں دو اسطرح،، باقی رہے

مردم دانا و نادان را رجائی فرق چیست
 مرد دانا نادانی و بی بینی بہ نادان ۔۔۔
 ای زہی نادان اور نادانوں میں ۔۔۔ فرق ہے یہی کہ مرید دانا باقی
 ہے اور نادان ہی شویا ہے



از قصیدہ آقای منوچہر طالقانی

آقای منوچہر طالقانی تہران کے نوجوان اور خوش قریحہ شعرا میں

حیرت میں مبتلا ہیں۔ ان کے عذوق میں بے قراری سے محبت ہے۔ ان کے

شعر میں ایک خاص قسم کی حیات و احساس ہے۔ ان کے

شعر کے اندر ایک خاص قسم کی حسرت و غم ہے۔

ایک سرد و بے بہار بدیشیان ندیدہ ام

ہیں خروسی بیاب و گلستان ندیدہ ام

ایک سرد سے میں نے ایسی شاندار بہار نہیں دیکھی

میں نے یہی دیکھی کہ ہر طرف ہے ایک ہی رنگ و بو

نقل آئی

جون صبح با طراوت اقبال در جہان

فصل بہار پر گل و ریحان ندیدہ ام

اقبال کی با طراوت طبع سے مشابہت اور برابری رکھنے والی

گل و ریحان سے ہر فصل بہار میں نے کبھی نہیں دیکھی

میں پہلی جنوں کہ جہانی کند چین

سہرست جاودائہ بالحاں ندیدہ ام

میں نے یہی دیکھی کہ ہر طرف ہے ایک ہی رنگ و بو

کو بدل دے

سن عاری و عالمی و مائیدی بزرگ

جو ہر طرف ہے ایک ہی رنگ و بو

میں نے یہی دیکھی کہ ہر طرف ہے ایک ہی رنگ و بو

بی شک بدرو فتنہ عصر روان ارو .
 آگاہ نری بہ مسلک قرآن ندیدہ ام .
 عصر روان کے فتنے کے شعلی میں نے مسلک قرآن سے کوئی شخص اس
 میں رادہ دہ نہیں رکھ

شعری کہ شاعرش نبود پارسی زبان
 ایشان روان چو چشمہ حیوان ندیدہ ام
 میں نے کوئی ایسا شعر جو چشمہ حیوان کی طرح روان ہو نہیں دیکھا
 جو کسی غیر پارسی زبان نے کہا ہو

شعرا و کہ کان اسپد است و عشق و وجود
 ہم بہر نفس چوں عشق و زند
 شاعران و شاعرانہ اور عشق و وجود
 ہم بہر نفس چوں عشق و زند

اندرز اوست توام با عقل و نقل و علم
 گفتار بکرو بغیر پادیشان ندیدہ ام
 ان کے اندر توام با عقل و نقل و علم
 گفتار بکرو بغیر پادیشان ندیدہ ام

ہم بہر نفس چوں عشق و وجود
 ہم بہر نفس چوں عشق و وجود
 ہم بہر نفس چوں عشق و وجود
 ہم بہر نفس چوں عشق و وجود

نسبت دہندہ ذلت و بیچارگی بدین

اپن حرف جز کہ تہمت و بہتان قدیدہ ام

دن دو ذلت اور سچائی سے سب ہی جاں فش اور بے ہمت
اور بہتان کے کچھ نہیں ۔

از مہر رسداری اسماں پروژگار

بہتر ز دین و قدرت ایمان قدیدہ ام

میں نے اس پر کار سے اس کی رسداری کے لئے دس اور دہائیوں سے
بہتر کوئی وسیلہ نہیں دیکھا

فقر آن بود کہ قدرت و قوت دہد ببرد

سومن ذلیل و در خم چو گان تہیدہ ام

میر وہ نے جو مردانہ جانب اور قوت بخسے اس سے سو من ٹوٹے ہیں اور
چوگان کی گوند کی طرح بے بس نہیں دیکھا ۔

گوید کہ سعی و عشق و ہدف سیر ارنہست

بی این سے غیر بیکری بے جان قدیدہ ام

سال بہا ہے نہ سعی کسی اور نہ ہدف اسانی ارہ کے رز دس میں ہے
ان میں کی سر سوجھ دئی اس سوائے اک بے حاشی ہبسم کے اور محو نہیں
دیکھ

گوید توئی تو عالم اکبر بخود ذکر

جام جمہانمانی یہ از ان سہ ام

اقبال کہتا ہے تمہیں ہو جو کچھ ہو خود کو عبادت اور
بے محدود سے بہر نشی بہہ حباں سنا میں ذکر

آگاہ شو ز خویش و بہ تحریر نفس کوش

حرمان و یاس بہر سلطان ندیدہ ام

یہ خود سے اذیت و حزن اور اسے جس کے سر لہلہ کے لئے سعی کرو نہ سہاں مرہ
سے میں نے حرمان اور نا امیدی نہیں دیکھی

گفتار حذر و تفرقہ مسلمین کز ان

حاصل بجز فلاکت و خسران ندیدہ ام

اس نے نہ اس قدر غم و غصہ سے دور رہو اسے مسرت نہ ہوئے اسکا
نتیجہ سوائے فلاکت اور نقصان کچھ نہیں دیکھا

درد اتفاق بہک ہر اجتماع دان

جز اتحاد چارہ و درمان ندیدہ ام

ہاں یہ شر احسان سے ہے ایک بہک جہازی سمجھو سونے نہ سونے اس نے
اور کوئی علاج نہیں دیکھا

از بہر عز قدرت و آسائش شما

بہتر ازین و سیلہ آسان ندیدہ ام

آپ کی سب صفت و کمالات میں کے لئے میں نے سب سے زیادہ تر بہتر
وسیلہ نہیں دیکھا

ای استاد حکمت و ای کوکب دری

شمسی چو شمع پاک تو رخسان ندیدہ ام

یہ استاد حکمت اور ای کوکب دری کے سارے صفت و کمالات میں میں نے
یہ نہایت و تمہاری شمع سے زیادہ روشن ہو

پر خیز و اشک خویشی بیش بر اُمر رسید

لعلی کہ مثل آن با بدخشان ندیدہ ام

میرزا نے کہیں نہ دیکھے جہیز نے بے بہا ہے جس سے اسے
لعل بدخشان میں بھی نہیں دیکھا

آن لعل و پاک کشور پاکی کہ بہ از آن

سیرت برای خلقِ مسلمان نریدہ ام

وہ پاک لعل و پاک ملک کہ اس سے بہتر میں نے مسلمانوں کے لئے
نہیں دیکھا

کشوری

ایمان محب کشور ایران نریدہ ام

میرزا نے کہیں نہ دیکھے جس سے
ایران کو اتنی محبت ہو

جاوید آن دیار کہ از مردمش بیجز

سیر و صفا و پاکی و احسان نریدہ ام

وہ دیار جاوید رہے کیونکہ وہاں کے لوگوں سے سوائے سیر و صفا و پاکی
و احسان کے میں نے کچھ نہیں دیکھا

افسار کشورست کہ اقبال آورد

دلِ حریفی کشورست کہ اقبال آورد

میرزا نے کہیں نہ دیکھا جس سے
افسار کشورست کہ اقبال آورد

و کہ مردهاں حلال مدح کس ر د

دستور کس ر د دستور کس ر د

ے ۔ کس ر د کے لئے کس ر د سے کسی نے سے کس ر د سے
اتنی محبت رکھتے والا آدمی نہیں دیکھا

• مہر دہا بہن کہ جنبہ اہل شرق

گروید بہ از مدینہ پتھراں ندیدہ ام

کی جو کس ر د کے لئے کس ر د سے کس ر د سے

اور کوئی شہر نہیں پاتا

• ہرگز تعبیر آنکہ دلش زندہ شد عشق

نقدان برای عاشق یزدان ندیدہ ام

مہر دہا بہن کے لئے کس ر د سے کس ر د سے کس ر د سے

موت کبھی نہیں دیکھی

شان طاقانیا نثرانی تو مدحش

کز زہ درک سہر درخشان ندیدہ ام

دستور کس ر د کے لئے کس ر د سے کس ر د سے کس ر د سے

دستور کس ر د کے لئے کس ر د سے کس ر د سے

پیر و سید علی



پیر و سید علی



پیر و سید علی



۱۰ اگرچہ ہندی زبان سکر کے بابت ہے۔ فارسی زبان سب سے بڑی ہے۔
 اس میں اقبال کی اہلی ادیب اور شعرا سرفانی کے ساتھ ہیں اور رقبہ
 کہیں زیادہ ہے اور اس میں مولانا جلال الدین بلخی کو اس سرحد اور
 پیشوا انتخاب کیا ہے۔ فرماتے ہیں :-

مرا ہنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی
 برہمن زادہ ای رمز آشنای روم و تبریز است
 ۱۱ یعنی نہ کہہ کہیں کہ میرے شعر ہندوستان میں اور نہ کہہ کہیں
 میرا۔ یہی راز ہے جو اعلیٰ خود اہل روم و تبریز کے اہل روم سے
 ہے

۱۲ کہ کہہ کہ وہی (وہ) ہے جو روم کی روم سے
 وقت ہے۔ فرماتے ہیں :-

مرشد رومی حکیم پاکزاد
 سرمہ رگ و زندگی بر من کشاد
 ۱۳ اس پاک راز حکیم مرشد رومی نے روم اور زندگی کے راز بچھیر
 آشکار کیا۔

۱۴ اقبال نے آئینہ علائقہ و سرحد ادب و شعر غریبی ایرانی از این سرحد
 رقبہ و سرحد اقبال الدین بلخی ر سب سے بڑی معنی خود اہل روم و
 میفرماید :-
 مرا ہنگر کہ در ہندوستان دیگر نمی بینی
 اقبال مولوی را راز گشای معمای مرگ و زندگی میسر است :-
 مرشد رومی حکیم پاکزاد
 سرمہ رگ و زندگی بر من کشاد

میرا حال ہے۔ تمہیں بھی یہ بات ہے کہ اللہ نے اس آیت میں ایک نیا دور ملائکہ کے ادوار سے جس
دور میں تمہیں اللہ تعالیٰ کی طرف روح پروردگار کا پیغام بھیجا

✱ ✱ ✱

: 7

✱

دوام بر آید و در صورتی که در هر دو طرف
در هر دو طرف

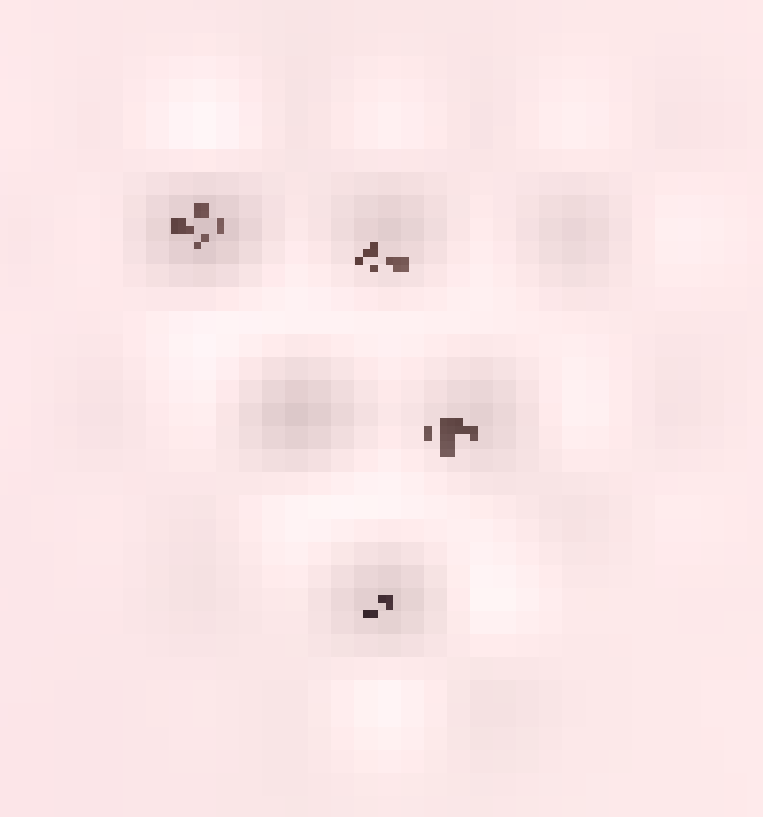
یہ صحیح ہے کہ ایرانی شعرا کے شعر کی بلندی اور انکے افکار کی عظمت نے اقبال کی سوجھ بوجھ کو فارسی زبان کی طرف مبذول کیا لیکن یہ نہیں بھولنا چاہیے وہ ہمارے مسرک ادب اور افکار کو اپنی ہی اہمیت دینا سہا جیسی کہ ان دو دوست اور برادر دوستوں کے اتحاد کو۔ (جو عقلی اور نظری لحاظ سے ان دو مبذول کے درمیان قدیم سے موجود تھے) یہی وجہ ہے کہ اقبال نے بلندی اور روحانی عصب کو مستحکم کرنیکی کوشش کی۔ ہم انکے خیالات کو عرب اور تہجد کے دین سمجھے ہیں۔ اور ہمارے لئے یہ رتی خوشی کا موجب ہے کہ ایرانی فضلا اسکی گرائی بہ حقیقت سے۔ جیسی اور محنت کا شمار ان کے اقبال کے معنی اسی میں جیسا کہ سب ثابت رہے ہیں۔

حضور بھال ایرانی متکروں کی قوت الہام سے فصاحت پر منحصر نہ تھی اور نہ ہی ہے۔ وہ محض ذہنی و فکری تشویشوں میں سرے سرے اور سہمی کو معنی برائیاں بزرگ ایران سے تھیں وہ بھی ادا سادہ اس۔ عربیت سے کہ۔ سوجھ بوجھ کی قدیموں بزرگ بلندی نثار و عظمت فکر شعری ایرانی و ر مشروب زبان سوای فارسی مانتے والے نمونوں کا دہرہ گرفتار نہ وی متکرو ادب مسرک نہ تھے۔ نقد اہمیت سے۔ نہ کہ برای اتحاد و یکدہی دو دوست و برادر رزق وال پور۔ اسب سے کہ برای اقبال در حکیم روانہ مرید گئی و سبب ملائیں معنوی جن دوست کہ ار دیر در اہم یہود کی غائی و ذوقی دانیہ نہ سمجھ شادیں سجدہ سی قائم و پایہ کس حیرتدی سے کہ۔ گوشت۔ ڈان و دانہستان۔ ای جن سببی خود را نسبت باں و اسلوب۔ ارا از ملائکہ بلندی یا آثار گر بہای او اد مکس۔

ہم تصور کہ اقبال پر خورنداری از نیروی اہم مسکریں برای بہاد

چستہ و مگود

نہ دیکھو گئے۔ وہ ایک برہمن زادہ روم و روم کے اسرار سے آشنا تھا،
 سی طرح ایران بھی اس راجا سے احقرانہ کی مدد سے شکستہ سے سے
 یہ سمجھائی کہ سب سے پہلے اس بعد کے برہمن سے اس جہاں سے
 برکت اور سب سے پہلے کی روز ایران کی مدد سے اور سعادت کے لئے
 اظہار کروں۔“



میں نے آج وہ درختوں کے درختوں سے
 برہمن زادہ روم آشتای روم و تبرہ است

ایران نیز ہاں پیوستگی پیچشم احترام دینگر۔ ہاں میں ہاں کمال
 مسرت است کہ این پیام را وسیلہ شریک خود راجا سے ہوا و ہوا و
 سعادت و کامیابی روز افزون برای دو بہت دوست و برادر ارمیہ

..... جب شیہ ہوا تو وہ کہنے لگا کہ اس کے اندر کے آئینے
میں شہر کے عجب عمارتوں کی اجڑا ہوا ہی کے چہرے ہیں جو نئے رنگ و روپ میں
نئے ہوئے ہیں۔

یہ عجیب ہے کہ ان مولانا حلال الدین صاحبی صاحب اور خود شیہ
مگر اس حسب ان کے یہ دعوت دہننے کے اسلئے کہ وہ جو تفسیر اور
سیاسی فکر کے مضامین ہیں، بہت سے اثرات لوگوں کے دہری افکار و
ترویج کے ساتھ ساتھ ان کے اسلئے کی وسیع قدر پر تعجب کرتے ہیں۔ یہ
شیہ کوئی ہمہ گیر تفسیر، سیاسی تحریک، یا تحریک ہوئی جس پر انہوں نے
تجربہ نہ کیا ہو۔ اور اسکی سرشہسہ وہب و زینت میں کسی کے ساتھ
نہیں ملتا ہے۔ اسلئے اس زمانے کا رویہ ہے۔ مگر یہ زمانہ بھی کے زمانے

تو اسلئے مثل یک آئینہ تمام زمانہ کی سحر و فکر اسلئے
سور دلیوری بنائیں سکند و چون بدست مسکریں ہی سہی کہ جس
فلسفہ کی ناکوں پر گزرتا ہے در آئینہ سحر اسلئے مشکل ہے ی جلدی تو
گر دیدہ بہت۔

انکی سب سے اہم ترین و مولانا حلال الدین بلخی اس ولی
سے خواہشوں کرد کہ اسلئے فلسفہ کی حد سے و فکر سیاسی اور
سورہ سے گردیدہ و نری کسانیکہ پر افکار و ترویج مسکریں عرب سے
بارہ و سب و سب سے اسلئے سبب اور سبب۔

اسلئے دربارہ فلسفہ کی مختلف و نہضت کی سیاسی اظہار
نہر ہمودہ و سحر وی در ہمد مورث صائب و با فطرت بشری موافق می باشد۔
اسلئے روی اس سحر اس ولی باید در نظر داشت کہ این عصر

اور ماہ روزگار ہمارے چاند ہے۔ چاند پر سورج کی تابانی اور
سورج کی تابانی سے روزگار چمک رہا ہے اور ایک وسیع و بے انتہا ملک
کی راہی کے ارادے اور عالی اقدار سے وجود میں آیا ہے۔

روزنامہ پست تہران - شماره ۱۷۴

۱۔ اسلامی ممالک میں اسلام شریعت اور شریعتی نظام کی راہ سے ترقی کے بعض
مبطلات کی بنا پر وہ ممالک اسلام کی راہ سے ترقی سے لڑ رہے ہیں اور ان کے
مبطلات خیر ہونگے بعد میں وہ ممالک ترقی پزیر ہوں گے اور ان کے
مبطلات خیر ہوں گے (بعض ممالک میں یہ ہے کہ اسلام کی راہ سے ترقی کے
بعض ممالک میں یہ ہے کہ اسلام کی راہ سے ترقی کے بعض ممالک میں یہ ہے کہ
اسلام کی راہ سے ترقی کے بعض ممالک میں یہ ہے کہ اسلام کی راہ سے ترقی کے
بعض ممالک میں یہ ہے کہ اسلام کی راہ سے ترقی کے بعض ممالک میں یہ ہے کہ

تو کیا صرف صدی پہلے، کسان کے مسلمان شاعر، سال شماری سے
زندگی میں رہا، ہر انجمن کی ہر حرف زبانی جہ و سمجھوتہ، کسان
ممالک کی ترقی، ہر کسان کے مسلمان شاعر، سال شماری سے

۱۔ تمدن اسلامی یا ہمہ عزت و درخشندگی خود در صی حرکت خود
ہر ہر خواہی ہمہ عزت و درخشندگی خود در صی حرکت خود
ممالک کی ترقی، ہر کسان کے مسلمان شاعر، سال شماری سے
تو کیا صرف صدی پہلے، کسان کے مسلمان شاعر، سال شماری سے
زندگی میں رہا، ہر انجمن کی ہر حرف زبانی جہ و سمجھوتہ، کسان
ممالک کی ترقی، ہر کسان کے مسلمان شاعر، سال شماری سے

یہ کہہ اہل کے والا گہر تو مٹی کا دیا ہے اور نوری حریرہ شمار ہے جسے
مجسم ہو جاتا ہے۔

روز نامہ پارس شیراز شمارہ ۱۵۷۹

جس زمانے میں شہرہ باستان کے لوگ حرجی حکیم کے مہر کے
وجہ سے وہ شمارے سے اتر گئے اور ان کی نہ رہی تھی اہل کے
اسے مجمع اور روح الحیرہ ہمارے نزدیک ہوا کہ ان کے ذہن میں
حرارت پہا کی اور اس سلال و آزادی حاکم کی حاکم اور حر۔

یہ ایک حیرت انگیز بات ہے کہ باستان کے مہر کے
مہر میں اس کے پہلے اہل کے اس کے پہلے حیرت میں آج کل اس کے
باستان کو اہل کے حیل کی سداوار کہیں ہو اس میں کوئی مدد نہیں
وہ حریرہ نوری و بی نظیر شادمانہ ہمال ساعر والا گہر و مٹی کا ہوا
میگردد۔

اس کے ساتھ کہ خور و ملک (خبر و افسان) - رز و روح ہمارے ہر مہر
و دیگر رہتی تریس باقی سادہ بود مردہ اہل کے ساعر مجمع و روح
الحیرہ حیرت حیرت شوری در بیان مردم ہند انداخت کہ از ہمانروز ہشکر
لہریں اسلال و بدست آوردن آزادی افتادند، از تعجبات انکہ قریب بیست
سال میں از آنکہ پاکستان بوجود آید اقبال آذر در مغز خود ایجاد کردہ
ہو سادہ را در ضمیر مشیر حیرت میں ہوسید ہوشیار ہوا و اس کے ہاں
در ولود اقدار ہند امیر ہوا کہ ہاں ہمیں ان کے ہاں

اقتباس از منظومہ ڈاکٹر رضا زادہ شفق

ڈاکٹر رضا زادہ سنی ارباب کے مشہور علما اور فضلاء میں سے ہیں اور انکی تصنیفات کو بین المللی شہرت حاصل ہے۔

اقبال

اوستاد سخنورانِ جہان	شاعر فیلسوفِ پاکستان
کہ نموده است در عبارت شعر	نمز اندیشہ های خویش بیان
رمز حکمت ز قول او ظاہر	بر وحدت ز شعر و ستِ عیان
بشرب اہل حق بشرب او	بمذہب اوست مذہب عرفان

✍

اقتباس از اشعار حسین عشقی پور

اقبال

او مسیحائی فعل بود و کمال	شعر را زندہ کرد میدانی؟
بہ تعب کسب علم کرد و ادب	تا کہ شد ہم چو رومی ثانی
جملہ آثار آن حکیم بزرگ	روشنی بخشش فکر اس
نہ نیکوئی جاودان ماند	ہم چو خورشید و ماہ وارد
آخر زندگانی او مرگ است	شعر از مرگ نہ شود بی
واہما آسمان پاکستان	پرورائید حسین
کہ پروژندہ نور او دائم	در حویۂ اس رحمتی
باد آن تربیت نہ ای اقبال	ہم ر ک

انتخاب از قصیدہ امیر فیروز کوہی

امیر فرور کوہی کا ہمارے زمانہ حاضر کے استاد شعرا میں ہے اور شک نہی
 ہر محسراتی کرے و چون ہیں کہ نہ مرند سب محسراتی ہیں ۔۔۔
 مانا جاتا ہے۔)

جمال دوست پاکان ز پردہ چوں بدر آمد
 زدیم قالی و اقبال بی زوال ہر آمد
 بحر خدای کسی اقبال بی زوال ندارد
 کہ آنہم از در پاکان روزگار در آمد
 ظفر مصاحب نبال یارو بخت مساعد
 بین کہ در اثر صبر نوبت ظفر آمد
 «وونی الصباح سری القوم بحمد»، ار پشیدی
 درست بود چو شب رفت و صبح جلوہ گر آمد
 مضمی الحیوة و ما اقبل الحبيب علينا
 خبر نیامد از آن یار و مرگ بی خبر آمد
 اری اجود بنفسی و ما بجود بوصل
 بوید وصل نیامد سرا و عمر سر آمد
 «امیر»، دامن قبال را ز کف مگذاری
 کہ بشر کہ حاجت ازان دور پاک خواست ہر آمد

از آقای بلاغی

بیاد اقبال شاعر پاکستانی

دونس بر یادت نگارا گریه‌ای مستانه کردم
رخنه در بنیاد عقل مردم فرزانه کردم
تا سحر گردیده‌را از خون دل کردم لابلاب
هرچه می بودم بسا غرجه‌له در پیمانه کردم
عقل را بیرون فرستادم ز شهرستان هستی
عالم دیوانگی را فارغ از بیگانه کردم
با نباشد آه را هم راه در خرگاه جانان
بر کشیدم از دل و آواره اش زینخانه نمودم
نیمشب چون زلف شیرنگش بپشیم جلوه گزیده
نستمش با اشک ویا مزگان خونین شانه کردم
در خیال شوکت اسلام با اقبال دوشین
گردسی از اندس بگرفته تا فرغانه کردم
شمه از فتنه کشمیر با آن میر گفته
شاعر فرزانه را از سوز دل دهانه کردم

آقای صامی

بر مزار علامه اقبال لاهوری

بر خیز از خواب گران ای جان من قربان تو
 بنگر که مشتاق آمدم در خاک پاکستان تو
 ای مظهر صاحب دلی دست من و داسان تو

بر خیز در ایوان نگر مهبان از ایران آمده

بر خیز از خواب گران اینجا نباشد جای تو
 بر خیز و پیش آ تا تنم بر روی چشم پای تو
 بر دیده بشنایم ترا در دل دهم مآوای تو

آهسته راهت به بین افغان و خزان آمده

بر خیز از خواب گران اقبال من اقبال من
 ای دختر اندیشه ات معشوق باد و سال من
 بردار بر بشو سخن ای کعبه آمال سخن

در پیله داشت به به شرح

طی کرده ام پیموده ام پر پیچ راه دور تو
 منزل بسؤل آمدم تا شهر و تا لاهور تو
 من و مفتون خود اینک من و دستور تو

آزاده ای دیده ای در به فرمان آمده

ب ب ب ای نکه پرداز سخن

دارد مقام و رتبی شعرت در ایران کمین

درس وفاداری دهد بذات بصددها همچو من

گر سبک شعرت هندی و ورا از خراسان آمده

مرع خوش‌البحان سخن درصحن این بستان تونی

سنگ برای شعر ما در هند و پاکستان تونی

یا ما به شعر و شاعری هم عهد و هم پیمان تونی

گر چه امیر دهلوی با سعد سلمان آمده

در آسمان شعر ما رخشان چون تابان اختری

در سینه ما یاز شد هر روز از عشقت دری

ای خاک پاکستان بدان قدر چنین دانشوری

دانشوری کابر همین - عهد و دینان آمده

~ * ~

* *

*

از آقای ابراہیم صفائی

۱۹۵۳ میں روز سہ کے موقع پر آدمی صفائی نے سمرچہ نے جس جمعہ بڑھ :

روز اقبال ہمہ اہل ادب را عید است

نام اقبال بتاریخ ادب جاوید است

یوم اقبال تمام ادبا کے لئے عید کا دن ہے

اقبال کا نام ادبیات کی تاریخ میں جاویدان ہے

آسمانی است جہانِ هنر و فضل و ادب

کہ در آن مردِ هنرمند مہ خورشید است

ہنر اور فضل و ادب کی دنیا ایک آسمان سے مشابہ ہے

اور اس آسمان پر مردِ هنرمند ماہ و خورشید کے مانند ہے

عظم اقبال از آن شہرت روز افزون یافت

کہ ہمہ بکر و بدیع و بری از تقید است

اقبال کے اشعار کی روز افزون شہرت کی وجہ یہ ہے

کہ اس کا تمام کلام سچ زاد، جدید اور عید سے بری ہے

شعر اقبال بترویج زبان ایران

خدمتی کردہ کہ شائستہ صد تمجید است

اقبال کے اشعار نے ایران کی زبان کو رواج دیے ہیں جو حسب کی ہے

وہ تعریف کے لائق ہے

مہ در ایران جا، افغان و حد در پاکستان

روز اقبال ہمہ اہل ادب را عید است

ہر جہاں میں ہو پاکستان یا پاکستان میں

یوم اقبال تمام اہل ادب کے لئے عید کا دن ہے

آقای عباس فرات

یوم اقبال ۱۱۹۵ کے موقع پر ایران کے مسرہ نگار سر
آقای عباس فرات نے ذیل کا قطعہ پیش کیا۔

ہست نوروز اہل شعر ادب
روز دکتر محمد اقبال
شعرا اور ادبا کے لئے یوم اقبال
عید تر روز ہے

چون بدو سر فراز شد دانش
چون بدو زندہ گشت فضل و کمال
چونکہ اس کے وجود سے دانش کا مرتبہ بلند ہوا
اور فضل و کمال اسکے دم سے زندہ ہوئے
جانب آسمان عز و شرف
میزند مرخ روح او پر و بال
اسکی روح کا پرندہ عز و شرف کے آسمان
کی طرف پرواز کر رہا ہے

گشتہ زین روز خوش پیالہ ما
ار شراب سرور مالا مال
اس مبارک دن ہمارا پیالہ
شراب سرور سے لبریز ہو گیا ہے

روز او ہم چو مہر دوست نرات
مہر دلجوور -

مہر دلجوور کے ساتھ
مہر دلجوور کے ساتھ ہے

از فامہ استاد سعید نفیسی

استاد سعید نفیسی کے متعدد مقالات سے سن کتاب میں اقتباسات پیش کئے جا چکے ہیں۔ ذیل کا اقتباس انکے ایک خط سے نقل کیا جاتا ہے۔
 یہ خط انہوں نے حال ہی میں آقای محمد ایوب کے نام لکھا ہے اور اس میں انکے فارسی دیوان و نوای فردا، کے متعلق اظہار نظر فرمایا ہے۔

فارسی زبان کے شعرا اسے حاذق اطباء کے لئے جو مردوں کو زندہ کر سکتے ہوں ہمیشہ سے "دسیحا نفس"، "دسیحا دم و عیسی نفس" وغیرہ کی اصطلاحات استعمال کرتے رہے ہیں۔ ہمارے زمانے میں اس قسم کے الفاظ کا حکیم عالی مقام علامہ محمد اقبال کے حق میں استعمال کرنا زیادہ مناسب ہوگا کیونکہ اس نے زبان فارسی اور ادب فارسی کو جو بر صغیر ہند و پاکستان میں ایک سو سال سے بھی زیادہ عرصے سے سودہ ہو چکی تھی اپنے مسیحائی دم سے زندہ کیا اور اسکو ایسی زندگی عطا کی کہ یہ زبان اپنی "دست" سے قبل کے زمانے سے بھی زیادہ طاقتور اور قوی تر ہو گئی۔

سخن سراپان فارسی زبان تعبیراتی چند مانند "دسیحا نفس"، "دسیحا دم و عیسی نفس" و نظائر آترا ہموارہ دربارہ پرشکان حاذق کہ مرده را زندہ میکنند بکار بردہ اند، در زمان ما اینگونه تعبیرات دربارہ علامہ محمد اقبال سراپند و حکیم بزرگ مناسب ترست زیرا کہ وی ادب فارسی و زبان فارسی را کہ در شعبہ قارہ ہند و پاکستان پیش از صد سال مرده بود بدم مسیحائی خود زندہ کرد و چنان زندگی بخشید کہ از دوران پیش از مرگ ہم نیرومند تر و پرومند تر شد۔ این کار را کہ زندہ کردن آداب و سنن مرده باشد کمتر کسی توانستہ است در جہان بکند و ہی توان بحق این را از معجزات اقبال دانست۔

اس جہاں میں نہایت ہی کم ایسے اشخاص ہوئے ہیں جنہوں نے
مردہ آداب اور سن کو زندہ کیا ہو اس لئے ہم نہایت انصاف سے اس بات کو
اقبال کا معجزہ شمار کر سکتے ہیں۔

اقبال محض پاکستان کی بنیاد رکھنے والوں میں سے ہی نہیں بلکہ
اسکے علاوہ اسکو ریل اسلامی کی جدید ادبیات کا (مخصوصاً فارسی زبانوں
کے لئے) مؤسس گردانا چاہئے۔ اسکا یہ اعجاز کہ اس نے مشرق کے رہنے
والوں کو کئی سو سال کی نیند سے بیدار کیا اہل جہاں کو حیرت میں
ڈالے ہوئے ہے۔

اقبال کے مسیحائی اور جان افروز دم کا اثر ہے کہ آج ہند و پاکستان
میں اور حتی ایران میں متعدد اور متندر مفکروں نے اسکے معجزہ آسا کلام کی
پیروی شروع کر دی ہے اور اسکے عالی قدر اور قوت بخش افکار کی پیروی کلام
میں تعبیر اور تفسیر کرنے لگے ہیں۔

اقبال نے مشرقی فلسفہ کی نئی بنیاد رکھی ہے اور اسکے پیروں اور
مداحوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے۔

اقبال نہ تنہائی کی از بنیاد گذاران پاکستان بلکہ مؤسس اساس جدیدی
در ادبیات ملی اسلامی و مخصوصاً فارسی زبانان می تواند بشمار آید۔ اعجاز
وی در این است کہ مردم خاور زمین را چنان از خواب گران چند صد سالہ
بر افکیند کہ سایہ شکفتی جہانیاں شد۔

اثر مسیحائی دم جانبخش اقبال ہمیں پس کہ امروز در ہند و پاکستان و
حتی در ایران گروہی از متفکران پرو شد دنبالہ کار بزرگ معجزہ آسای وی
را گرفتہ و اندیشہ بزرگ و نیرومند وی را در سخن خود تعبیر و تفسیر
میکند۔ وی اساسی در فلسفہ شرقی نہادہ است کہ روز بروز بر پیروان و
گروندگان آن می افزاید۔

قطعه استاد سعید نفیسی که بر مزار اقبال

در سال ۱۹۵۶ سروده شد

بخاک پاک تو آمد غباری از ایران
 کشای چشم و سر از خاک یکزمان بردار
 ز خاک سعدی و فردوسی آدم بر خیز
 پیام حافظ آورده ام بشو بیدار
 بدست من گلی از بوستان مولاناست
 بیای خیز که تا بر سرت کنیم تاج
 هزار بار مرا آرزوی دیدن بود
 چه میشود که بینم جمال تو یکبار
 بجان و دل تو نفیسی پیوس خاک درش
 که بود امید فراوان و آرزو بسیار

اپریل ۱۹۵۶

LIBRARY
 JAMIA HAMDARD



P64614

